بھینٹ

شری پرم پرش پرم ہنس شری

شری ۱۰۸ شری حضور سنت ستگورو دیوجی مہاراج

کے لوتر چرن کملوں میں

تتھا

اُن کے دربار کے شردھالو گورمکھ ست سنگیوں

و بھگت جنوں کی سیوا میں

پریم پوروک بھینٹ

ایم چمن لال ویدراج از دہلی

۱۲ فروری ۱۹۵۳ء

(... دہلی)

شکریہ

یہ ناچیز ہستی جو کہ اس چھوٹی سی پستک کے لکھنے اور اسے آپ لوگوں کی سیوا
میں لانے کا ایک ذریعہ بنی ہے۔ دراصل اس نادان جیو کا تو صرف نام ہی نام ہے
اصلیت اگر دیکھی جائے تو اس تمام کارروائی کو کرنے والی پرماتماں کی وہ مہان شکتی
اور شدھ آتما ہی کی تمام طاقت ہے۔۔ ورنہ میری کیا پراوقات اور دلیری ہو سکتی ہے
اس لئے میں سب سے پہلے اپنے پرم پوجیہ شری ۱۰۸ مہنت شری شنکر دیو جی
مہاراج جی کی بخشی ہوئی آتمک طاقت اور پریرنا کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں اور
ساتھ یہ بھی آشا رکھتا ہوں کہ آپ مجھے جلدی پھر کوئی ایسا موقعہ بخشیں گے
جس سے میں اس پستک کا ہندی ایڈیشن یا کسی اور دوسرے روپ میں اپنے
تچھ وچاروں کو آپ گورمکھوں کی سیوا میں رکھ کر اس سچے نام کی مہمان کا
زیادہ سے زیادہ پرچار کرنے کا سوبھاگیہ پراپت کر سکوں۔

دوسرے اپنے پوجیہ سوامی جی مہاراج جی جن کے دوارہ داس کو
اس عالیشان دربار میں پہنچنے کا سوبھاگیہ پراپت ہوا" کے چرن کملوں میں اپنے
سیس کو جھکاتا ہوا دونوں ہاتھ باندھ کر چھما مانگتا ہوں کہ آپ اس نادان اور
اگیانی سیوک کو جس کی روحانی عمر ابھی صرف ایک سال سات ماہ کی ہی ہوتی ہے اپنی
دیا درشٹی سے اس کی تمام خامیوں اور غلطیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے کشما کریں۔
کیونکہ یہ ادنیٰ خادم تو صرف آپکے وچنوں کی خوراک سے ہی اپنی تچھ بدھی انوسار
اس استحانی پرچہ کو حل کر پایا ہے۔ اس لئے سیوک کے بھاؤں کو اپنائے
ہوئے آپ آشیرباد دیں تاکہ میرا جیو آپ سے نئی روشنی پاتا ہوا
جیتے ہوئے مزید کوئی ایسی سیوا کا سوبھاگیہ پراپت کر سکے۔۔

اس کے بعد میں اپنے پرم بھگت شری تلک راج جی اوبرائے

کا از حد مشکور ہوں - جنہوں نے تن، من لگا کر نشکام بھاؤ سے میرے ساتھ
شامل ہوتے ہوئے اس سیوا میں حصہ لیا - انہوں نے سردیوں کی زبردست
لہروں میں اپنے سواستھ تک کی بھی پرواہ نہ کی اور اس پستک کی حاشیہ آرائی
کرنے میں مجھے پورا پورا سہیوگ دیا ۔ علاوہ ازیں میں اپنے دیگر تمام نزدیکی
دوستوں کا بھی بہت بہت شکرگزار ہوں۔ جنہوں نے مجھے اس نیک کام کے
لیئے اتساہ دیتے ہوئے آپ لوگوں کی سیوا میں یہ ناچیز بھینٹ اپنی تچھ بدھی
انوسار رکھنے کا موقعہ دیا ۔

آخر میں آپ سب سجنوں سے بھی یہی آشا رکھتا ہوں کہ اس
دھارمک پستک کو بڑی آہستگی کے ساتھ روزانہ تھوڑا تھوڑا پڑھیں۔
اور دوسروں کو بھی سنائیں۔ نیز اپنے خیالات انوسار آپ اس پستک میں
کسی قسم کی کوئی کمی محسوس کریں تو براہ مہربانی ایک پتر کے ذریعہ مجھے اطلاع بخشا
مشکور فرماویں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس خامی کو بھی پورا کیا جا سکے۔

آپ کا سیوک

ایم چمن لال وید راج دہلی

مورخہ ۲/۲ ۱۴

عرض حال مصنف

پریم بھرے پریمیو! میں کوئی ودوان نہیں ہوں۔ مجھے تو سنسکرت چھوڑ ہندی بھاشا بھی اچھی طرح سے نہیں آتی۔ سن ۱۹۴۷ء کے زبردست انقلاب کی وہ اندوہناک یاد اور اس خونی ہولی میں کھیلنے والوں کی بھیانک تصویر آپ کے سامنے بھی کبھی کبھی آجاتی ہوگی۔ خیر! میں بھی آپ جیسا اسی انقلاب کا ایک غم زدہ شکار ہوں جس کے نتائج نے میرے من کو ایک غیر معمولی طاقت یا شکتی کے ذریعہ تبدیل کر دیا۔

چونکہ ہم بٹوارہ سے کچھ عرصہ پہلے ہی ایک نوزائیدہ لڑکے کی جدائی بمشکل برداشت کر چکا تھا اور دل بھی بہت پژمردہ سا رہنے لگا۔ لہٰذا جب ہندوستان اور پاکستان کی تقسیم کا اعلان ہو گیا ادھر ایک دم ساتھ ہی بھیانک خبریں کانوں میں آنے لگیں اور کھوٹ رت بہت سے دنگے کھڑے کر دینے والے نظارے بھی ان آنکھوں سے دیکھے۔ تو دل اور بھی اچاٹ ہو گیا۔ لہٰذا اپنے وطن عزیز گوجرانوالہ سے صرف گٹھڑیوں کی زندگی کا ہی اثاثہ ہمراہ لیکر بصد مشکل اس آزاد بھارت ورش کی پوتر بھومی کو چوم پایا۔ شاید آپ یقین نہ کریں۔ لیکن ایشور جانتا ہے کہ اس وقت میری مالی حالت اتنی اچھی نہ تھی جس سے کہ میں چھوٹے چھوٹے بچوں اور ان کی پیاری ماتا یا اپنی اس مصیبت میں پورا پورا ساتھ دینے والی پتی برتا دھرم کو پالنے والی استری کا پالن پوسن اچھی طرح سے کر سکتا۔ چونکہ طے شدہ پروگرام کے مطابق میں اپنے پوجیہ پتا جی کی آگیا انوسار معمولی سامان لیکر چند رشتہ داروں کے بہت چاہنا کرنے پر بچوں کے ہمراہ پہلے کاشی پور پھر ملیدوانی ضلع نینی تال (یو۔ پی) میں چلا گیا۔ ان دنوں کی لرزہ خیز کہانی

دوہرانے سے قلم انکار کرتی ہے۔ بجز حال اشارتاً عرض یہ ہے کہ اسمان جس

کو اپنے رشتہ داروں - دوستوں پر بہت مان و گمان ہوتا ہے - سب مصیبت
کے وقت ہی پرکھ میں آجاتے ہیں جیسے کہ کہاوت ہے -

"Friend in need is a friend in deed."

سو ہلدوانی میں کچھ دن بیتت کرنے سے دل اور بھی مایوس ہو گیا۔
لہٰذا دل سے نہایت قریبی اسمبندھیوں کے بار بار چٹھیوں اور تاروں
کے مطلق نام و پیام سے میری Family وہ پہاڑی مقام چھوڑنے پر
آمادہ ہو گئی۔ قصہ کوتاہ! میں نے "معمولی سامان جو کہ صرف مصیبت
کا وقت ہی گذارنے کی خاطر گوجرانوالہ سے اٹھایا۔ بس یہی میری پونجی تھی"
لیکر دہلی کی سرزمین پر قدم رکھا۔ ادھر اگر میری کوشش دن رات یہی ہوتی
رہی کہ کوئی نہ کوئی مجھے ایسا آسرا یا مدد حاصل ہو جائے جس کے سہارے میں اپنے
اکھڑے ہوئے پاؤں کو جما سکوں۔ کیونکہ آخر ذریعہ معاش اچھا بن جانے سے
ہی وہ کنبہ یا پانچ چھ روحوں کا تعلق میری ذات سے ہی تھا۔ ان تمام کی بات
پرورش کر سکتا تھا۔ جبکہ تازہ روٹی کا ہی مسئلہ درپیش تھا۔ سو رہی تک دہلی
میں میں نے سر توڑ کوشش کی اور اسی شہر کو طرح طرح کے سنساری دھندوں
اور مشقتوں میں لگاتار رہا۔ صرف اسی غرض و منشا کو ہی اپنے سامنے رکھا۔ کہ
روٹی کا مسئلہ کسی طریقہ سے بھی حل ہو پاوے۔ جیسے انسان پانی کے تیز بہاؤ
میں بہتے بہتے ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح بھی کوئی سہارا اسے آنے والی موت
کے منہ سے بچانے کا موجب بن جائے۔ تاکہ وہ اس دنیا میں مزید کچھ عرصہ سانس
لے سکے۔ سو یقین ہی میرے دوستو! میں بھی آسا اور ترشنا سے بندھا ہوا اپنے
پریوار کے لئے صرف روٹی و کپڑے کا مسئلہ ہی حل کرنے کی جستجو میں اس ٹھگنی مایا
کو پانے کے لئے جوں جوں آگے قدم بڑھاتا تھا مگر وہ مجھ سے اور پرے ہی پرے
چلی جاتی۔ جیسے کہ ایک انسان دھوپ میں چلتے چلتے جب اپنے ہی سایہ کو آگے
ہوتا دیکھ کر اسے پکڑنے کی لاکھ کوشش کرتا ہے۔ مگر وہ سب بے سود اور

رائیگاں ثابت ہوتی ہے یعنی مایا اسے ہرگز ہاتھ نہیں آتا۔ حالانکہ مجھے تو اس
وقت صرف پیٹ کی اگنی نے تنگ پار رکھا تھا۔ اور میری مایا کیلئے کی نہیں! بلکہ
اس مشقت کی کمائی میں میرا سارا پریوار بھی برابر حصہ لیتا رہا تاکہ کسی
طریقے سے بھی بھوک جیسی بھڑکتی آگ کو شانت کیا جا سکے۔ پس وہ بھاگتی
مایا بھی مجھے سایہ کی طرح اپنے پیچھے خوب نچاتی رہی۔ قدرت نے جب تمام
ہی اس کا فیصلہ کر دیا ہے۔ [illegible] تو اپنا انجام کرتا ہے۔ یعنی برابر آگے
بڑھتے ہی جاتا ہے بہے جاتا ہے اور [illegible] پیچھے نہ کے۔ وجود بھی قابو نہیں آتا
ایک جگہ ٹکنا نہیں ہے جبکہ انسان کے مقدر میں غریبی اور مفلسی ہی اس
ودھاتا نے لکھ رکھی ہو۔ تو قدرت کے قانون کو کوئی مائی کا لعل کیسے توڑ سکتا
ہے چنانچہ اسی دوران میں میرے ان تمام قریبی اور نزدیکی رشتہ داروں
نے مجھے اس بہتے دریا میں غوطے کھاتے دیکھ کر ہر ممکن طریقے سے اپنا امداد
کا ہاتھ بڑھایا۔ مگر افسوس یہ تمام عارضی ہی مدد ثابت ہوئیں۔ وجہ پہلے
بیان کر چکا ہوں جبکہ قدرت ہی ناراض ہو تو چاہے سب سمبندھی
لاکھ یتن کیوں نہ کریں ان کی سب محنت رائیگاں ہی جاتی ہے۔ اس میں
ان بیچاروں کا کیا دوش!

ارے بھائی! قصور تو اپنے کرموں کا ہوتا ہے اور انسان خواہ
مخواہ جس وقت کوئی مصیبت سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔ یہ مفت میں الزام
تراشی کر کے اپنے لوک کو بھی لپیٹ لیتا ہے اور ایسے پر لوک میں بھی مزید دکھ
سہن کرنے پڑتے ہیں۔ سو میں ایک بہت بھاری غلطی کا مرتکب ہوں گا
اگر اپنے ان تمام سجنوں اور مہربانوں رشتہ داروں و سمبندھیوں کا تہ دل
سے شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے مجھے ہر چند اوپر اٹھانے کی کوشش
کی اور مصیبتوں کے جال سے چھٹکارا دلانے کا یتن کیا انہوں نے تو کرم
اچھا ہی کے مجھ پر دیا کی یا اپنا فرض ادا کر دیا مگر میری قسمت تو بھائی!

میرے ساتھ تھی یا کہ میری لکھی ہوئی تقدیر کو وہ ہرگز نہ مٹا سکے ۔

کروں کی کچھ بیماری ہے ۔ کہ تارے سے نہیں آتی

ہزاروں کے جو مالک تھے ۔ انھیں کوڑی نہیں ملتی

ہاں اگر انکی یہ امداد مانو اُس وقت ڈوبتے ہوئے جیو کو ایک تنکے کا سہارا ثابت ہو رہی گئی مگر آخر وہ بھی کب تک ۔ جیسے کہ پہلے بیان کر چکا ہوں ۔ کہ جب تمام ایشوری طاقت ہی ناراض ہو جاوے تو انسان کیا کسی کا بنا سکتا ہے لہذا جب ان مصیبتوں کا دریا ٹھاٹھیں مارتا ہوا بڑی تیزی سے ۔ اُمڈ بہہ جاتا ہو تو وہ جیو ایک تنکے کے سہارے کب تلک اپنے آپ کو ان تکلیفوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے ۔ پس آشا اور ترشنا کا بندھا ہوا جیو میرے جیسا نموں کی طرح کروں گا شکار جب ان وچاروں کو سمجھنے لگتا ہے اور آہستہ آہستہ اصل چیز کی اسے پہچان ہونے لگتی ہے تو ترشنا کی روگ اپنے آپ ہی اس سے کنارہ کشی کرنے لگ جاتا ہے البتہ ان کو سمجھنے کی ضرورت ہے ۔ اور ان وچاروں پر عمل کرنے کی خاطر ہی ہمیں بار بار سنایا جاتا ہے ۔؟

ع لکھا ہے جو مقدر میں مٹا سکتا نہیں کوئی ۔ میری بگڑی ہوئی قسمت بنا سکتا نہیں کوئی

ممکن ہے کہ آپ ناظرین میں سے اکثریت میرے جیسے دکھیاروں کی ہی ہوگی ۔ مگر پانچ انگلی یکساں برابر نہیں ہوتیں ۔ لہذا پھر بھی صرف اُن ہی بنایا گئے تنہ لے سیٹھ و ساہوکاروں کی طرف اشارۃً عرض کر دینا بہتر سمجھتا ہوں ۔ کہ جنہیں سوائے مکر و فریب کے دوسرا کوئی سادھن ہی نہیں آتا اور کہ وہ اپنی دولت کے نشے میں اس طرح سے بدمست ہو کر اسی دھن و مایا کو دن دن مزید بڑھانے کی ہی سکیمیں بناتے رہتے ہیں جو کہ [illegible] کا مرتجل ہوتا ہے ۔ اور انہیں اپنی غریبی کے تو دن بالکل بھول ہی جاتے ہیں ۔ حالانکہ انہیں لازم تو یہ ہونا چاہئے کہ وہ دھن ۔ دولت پا کر اُس پرماتما کا لاکھ بار شکر گزار ہوں جس نے ان کو اس منزل پر کھڑا کر کے احسانمندی کا سرقہ دبا تاکہ وہ اس سچے شاہ کی بوجھی ہیں سے زیادہ سے زیادہ اس ناشوان شریر کے ذریعہ پرشارتھ کر کے اپنی آتما کو سکھی کرنے کا یتن کریں ۔ جیسا کہ ایک کوی نے لکھا ہے

دوہا۔

مایا میرے ایش کی دھرنی دھر کی دھیہ
یونہی تجھے شاہ کی بیٹی اپنا کرلے

مگر نہیں ٹھگنی مایا کا زور انہیں احساس تلک بھی کرنے نہیں دیتا۔ کہ اگر ان کے پاس کوئی مدد کا آسرا کر کے آتا ہے۔ یا کوئی دکھیا جیو انہیں سکھی سمجھ کر اپنے دکھوں کی جوالا کو ان کے ذریعہ سکھوں میں شانت کرنا چاہتا ہے۔ تو اس مایا دھاری سیٹھ کا فرض اور دھرم کیا ہونا چاہیئے۔ ایشور نے تو یہاں تلک کہہ دیا ہے کہ اپنا نقصان کر کے بھی دوسرے دکھیا جیو اور خاص کر ارتھی کی زیادہ سے زیادہ سیوا کر کے اس کی تپتی آتما کو شانت کرے لیکن نہیں! آج گھور کلجگ کے زمانہ میں مایا روپی ناگنی اور ترشنا روپی ڈائن نے ان لوگوں کو اپنا گراس بنا رکھا ہے جس کی وجہ سے انہیں مطلق یہ خیال ایک بھی نہیں آتا کہ ہمارے پاس ایشور کی کرپا سے کل سنساری سامان موجود ہیں مگر یہ فالتو پیسہ جو ہم فضول اخراجات اور عیش و عشرت میں پانی کی طرح بہائے جاتے ہیں۔ ان سنساری وشیوں اور اندریوں کے بھوگوں میں ہی ہم لوگ دن رات مصروف کار ہو کر اپنی آتما کو آئندہ کے لئے مزید بندھن میں ڈالنے کا سادھن کر رہے ہیں۔ کیا اگر وہ اپنی اندرونی وچار سے ذرا سوچیں! کہ اگر یہی فالتو رقم ارتھی کے بیوپار کی سہایتا میں لگا دیتے۔ یا کسی بھی ذریعہ سے اس شرنارتھی دکھیا جیو کی امداد کا باعث بن جاتے تو اُن کا لوک اور پرلوک دونوں ہی سدھر جاتے۔ سو میں آشا رکھتا ہوں کہ آپ لوگ میری اس پہلی کہانی سے سبق ضرور حاصل کرینگے اور جھوٹی مایا سے پیار چھوڑ کر اس سچے مایا پتی بھگوان کی طرف توجہ کریں۔ قصہ کوتاہ! یہ تو ایک لمبی آپ بیتی ہے۔ اس سے بھی بہت کچھ بھیانک کہانی تحریر میں آسکتی ہے۔ جو کہ پھر کبھی کوئی موقعہ ملا تو ایک جگ بیتی کے نام سے قلمبند کروں گا۔

ہاں! تھوڑے لفظوں میں آپ سے یہی نویدن ہے۔ کہ کچھ تو میرے من کا تذکرہ حالات میرے گذری ... اور ... دھیان میں ایک ...

تک کہ مجھے چارپائی پر دراز کر دیا۔ چنانچہ مجھے اروِن ہسپتال دہلی میں اپریشن و دیگر کئی ایک
الزکھے بیماروں کے دُکھ بھی سہن کرنے پڑے۔ آپ جان سکتے ہیں ایک دو مصیبتوں
کا مقابلہ تو انسان بھلے ہی کر لے لیکن جہاں مصیبت در مصیبت ہر وقت سامنے ہو
اور پھر یہ مفلسی اور تنگدستی کی بیماری تو انسان کو گھن کی طرح اندر ہی اندر کھوکھلا کر دیتی
ہے۔ اور تپ دق سے بھی زیادہ مہلک جراثیم اس کے اندر چھپتا۔ فکر اور غم کے بننے
شروع ہو جاتے ہیں۔ نیز رشتہ دار کنبنی جن پر وہ بہت مان و گمان رکھتا تھا وہ سب لوگ
قدرتی طور پر اس دکھیا جیو سے کنارہ کشی کرنے لگتے ہیں انہیں ڈر لگتا ہے مبادا کہ یہ جراثیم
بھی اُنکے سکھوں کو لنشٹ نہ کر دیں بجہیں وجہ وہ اس سے قوتی الوسیع اپنے آپ کو بچانے کی
کوشش ہی کرتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف پرماتما کی سچی عدالت سے اُن کے اِس کرم
سنسکار دشیہ ہی کسی بیماری۔ مقدمہ کسی بہت دکھ دائیک مصیبت کی شکل میں
انہیں کیمیر بھگتنی پڑے۔ آپ لوگ ایسی کئی مثالیں روزانہ اپنے سامنے اکثر دیکھتے ہی
ہونگے۔ پرکھو پریمیوں! آپ یقین جانیں! عرصہ پانچ سال ہیں جن مصائب کا سامنا
میں یا میرے ساتھی کرتے آئے ہیں۔ دوسرے انیک دُکھیا بھائی ابھی انہیں تکلیفوں
میں شاید اب بھی گرفتار ہوں اور یہ بالکل چھپانے والی بات نہیں ہے۔ کہ میرے جیتنے
بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں کی تعداد میں دُکھیا جیو مصیبتوں کے منجدھار سے اپنے
آپ کو ہمیشہ کے لئے آزاد کرنے یا ان سنساری دکھوں سے چھٹکارا پانے کے لئے
اگیانتا کارن خودکشی کر لیتے ہیں یہ ان کی بڑی بھول ہے یا تو اب بھی ایسا کرنے کا
ارادہ رکھتے ہوں تو ان کیلئے یہ میری چھوٹی سی تحریر ایک سبق ہوگا۔ کہ بھائی!
دکھوں کا بھوگ تو ہر حالت میں اپنے کرموں انوسار ہی بھوگنا ہے پھر کیوں نہ اِسی
ایک نقطہ کو دل میں پختہ کرتے ہوئے اور اپنے من کو ہر وقت قابو میں رکھتے
ہوئے ایشور کا ہر حالت میں شکر بجا لائیں۔ یہ مصیبتیں ہی تو ہمارے امتحانی پرچہ ہوا
کرتے ہیں ؎ ہر گھٹنا کے بیچ میں سمجھے یہ ہر کا ہاتھ
[illegible]

نہیں ہاں اپنے تمام تجربات بیان کر نیسے گریز نہیں کروں گا باوجودیکہ مجھ پر کئی بھیانک دکھوں کی تلواریں بھی چل گئیں پر ان کو گننا تو نہایت فضول کام ہے۔ مگر اُس سچے نام کی مہما اور انہیں کے ہی سمرن سے اس پاپی جیو کو آپ لوگوں کی خدمت کرنیکا یہ موقعہ نصیب ہو رہا ہے

رنج کے چار آنسو

اگرچہ عشق میں رنج نہ ہوگو تو کوئی اسکا نام نہ لے	عاشق وہ ہے کہ رنج کے سوا کہیں آرام نہ لے
لاکھوں درجے کے سہے صدمے زباں سے نکلی آہ نہیں	چاہنے والے کو رنج کے سوا کسی اور کی چاہ نہیں
جو کہ مزا ہے رنج میں۔ ایسا اور کوئی مزا نہیں	وہ کیا جانے جو اسکی لذت سے آگاہ نہیں

چمن سے کہتا ہے رنج تو چین صبح و شام نہ لے
عاشق وہ ہے کہ رنج کے سوا کہیں آرام نہ لے

ہاں تو! انہیں رنجیدہ لہروں کی بار بار ٹھوکروں سے میرے من میں ویراگ کی دھارا بہنے لگی۔ میری آتما کسی سچے رشتہ کی کھوج کرنے لگی اور میں خاص کسی آسرے یا اوٹ کی تلاش میں رہنے لگا جس سے من کو کچھ شانتی یا راحت نصیب ہو سکے مگر اتنی قسمت ابھی کہاں کھلی تھی۔ ابھی تو پرماتما نے مجھے کئی اور رنگ دکھانے منظور تھے۔ لہذا وہ بھی ان آنکھوں نے دیکھے۔ جن کے بعد کہیں مکمل طور پر نتیجہ کر بیٹھا کہ بس! اب سوائے کسی سچے رہبر یا کسی سنت مہاتما اور پوتر آتما کی شرن کے دیگر کوئی ذریعہ ان دکھوں سے نجات حاصل ہونے کا نہیں ہے جو مجھے اس بھوساگر سے پار اتر نے کا سادھن بتا سکے یا سمجھا سکیں۔

چنانچہ میں دن رات اسی دھن میں سرگرداں رہا میری دھرم پتنی تو کچھ پہلے ہی پرماتما کی کھوج میں رہتی تھی ادھر پوجیہ ماتا جی کی مرضی ہونے پر پھر ایک بار چوٹ لگ گئی۔ بس پھر کچھ نہ پوچھو! من نے فوراً اشارہ کیا اور ہم دونوں ہی اس روحانی سکول اتھواست پرمشوں کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ وہاں کیا دیر تھی سچے گاہک کی عزت ہوتی ہے۔ وہ سچا نام روپی دھن پرایت کیا بعدازیں۔ روزانہ اسی دربار میں باقاعدہ حاضر ہونے جانے لگے اور اسیطرح

پوتر بانیاں دانکے سالہا سال کی کمائی کا نچوڑ۔ اور اندرونی بھیاوں کی دھیرے دھیرے پراپتی ہونے لگی زیادہ کیا لکھوں! صرف چار یا پانچ ست سنگ کے وہ انمول وچن ہی میرے اندر کے کپاٹ کھولنے کا موجب بن گئے۔ آپ اس پستک کے صفحہ نمبر ست سنگ کے باب میں وہ پانچ دلوں کے منوہر وچن پہلے پڑھیں جنکی سرخیاں اس طرح سے ہیں

(۱) روح کا سچا دھن -
(۲) انسان پرماتما روپ ہے -
(۳) مکتی یا موکش -
(۴) چیتاونی یا وچار -
(۵) زندگی اور موت -

نوٹ۔ جب آپ بھی ان پوتر وچنوں کو خوب گہرے وچار سے پڑھ لیں گے۔ تو اپنے اندرونی بھاؤ سے آپ کو اپنی تمام زندگی کا صحیح نقشہ یا گذشتہ کل تشبیہ وار کا مکمل فوٹو اسی میں نظر آنے لگ جائیگا

کہ میں نے حتی الوسع ان وچنوں کے اشاروں کو نہایت سلیس عبارت میں لکھنے کی کوشش کی ہے۔

بس! پیارو! ساری پستک بھی تو انہیں وچنوں کا عکس سمجھ لیں۔ آج سے تقریباً عرصہ ایک سال کے متواتر ابھیاس اور ان ست پرشوں کی سنگت سے ہی میری کایا نے پلٹا کھانا شروع کر دیا۔ اور کچھ میرے گذشتہ سنسکار شاید اسی تاک میں منتظر تھے۔ جب کہ میں اس پستک کے لکھنے کا وچار لیکر بیٹھ گیا۔ لہٰذا اپنی آتما شکتی ہی مجھ سے یہ کرم کروانے لگی۔ جونہی میں نے قلم کو اٹھا کر دوات میں ڈبویا۔ تو فوراً ایک آواز پیدا ہوئی۔ جس نے مجھے ایک دم چوکنا کر دیا۔ وہ آواز کیا تھی در اصل میرے اپنے اندر سے ہی مجھے محتاط کرنے کے لئے میری آتما نے پکار اٹھا۔ کہ "اے جیو! جو تو یہ ارادہ کر کے بیٹھا ہے۔ بیشک تیرا یہ وچار شبھ اور نیک ہے۔ تو چاہتا ہے کہ ستگورو نام کی خوشبو کو دور دور از تک پھیلا کر گمراہ انسانوں کیلئے ایک صحیح راستہ بتلا دے" مگر یہ بھی یاد رکھ! کہ ابھی تیری بدھی اس قابل نہیں بن سکی۔ بہرحال پھر بھی! پرشارتھ اور جتن کرنا فرض ہے۔

سمت کیے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا!
وہ کون سا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا!!

امتحانی پرچہ کو حل کر کے اس کتاب کے روپ میں آپکے پوتر چرنوں میں بھینٹ کر دیا ہے۔ یہ آپ کے ہی اختیار میں ہے چاہے مجھے ان وچنوں کے آدھار پر اس امتحان میں فیل کر دیں یا کامیاب کریں۔

میں تو خوب سمجھتا ہوں۔ مجھے دونوں صورتوں میں ہی لابھ حاصل ہے۔ اگر وہ فیل کرتے ہیں۔ تو آئندہ کے لئے اپنی کمزوریوں کو نہ چھپاتا ہوا گذشتہ غلطیوں سے توبہ کر کے گناہ کا کفارہ کرنیکی جستجو میں بقایا عمر کو پورا کرنیکی پوری پوری کوشش کروں گا۔ آپ دیالو ہیں۔ اور یہ جیو تو ابھی بالکل نادان اور بے سمجھ ہے۔ اس لئے اس پر کرپا کی جاوے۔ اور دوسری صورت میں اگر وہ میرے ان تچھ وچاروں کے اندرونی بھاؤ کو نوٹ کرتے ہوئے جو صرف نام دکھیا جیووں کا ایک سچا اور صحیح راستہ دکھلانے و اس سچے نام کی زیادہ سے زیادہ مہما کا گائن کرنے نیز آپ کے روحانی اپدیش کا پرچار ایک وسیع طریقہ سے کرنے کے ہی خیال کو مدنظر رکھتے یہ چھوٹی سی پستک اردو زبان میں لکھکر ایک تچھ کرم کیا ہے۔ اس میں یہ اگر مجھے کامیاب کرتے ہیں۔ تو دوسرے انیک پرانیوں کیلئے ایک زندہ مثال قائم کر کے میں یہ کہہ سکوں گا۔ کہ بھائیو! اس سنسار کے تمام دکھوں سے راحت پانے اور دنیا کے جھوٹے بندھن کے جال سے آزادی حاصل کرنے کی خاص الخاص ودھی۔ یا اپنے جیون کو کایا کلپ کرنے والی وسائیں تو صرف شری سنت ستگورو جی کے در سے ہی پراپت ہو سکتی ہے اس لئے چاہے انسان ادھر ادھر کی لاکھ ٹھوکریں کیوں نہ کھائے۔ آخر جب تک اس دربار میں پرشوں کی پوتر شرن میں جا کر من۔ وچن۔ اور کرم سے ان کے سنگم میں ہو جاتا تب تلک اسے وہ آتمک شانتی یا راہ مکتی حاصل نہیں ہو سکتی لہٰذا! انسان کا فرض اولین یہی ہے کہ وہ اپنے اندر سکی پرکھ کرنے کے

واسطے مہاپرشوں کی پوتر درشن حاصل کرے اور اپنے من کی میل کو اُن کے روحانی اپدیش سے آہستہ آہستہ اتارتا چلا جائے جس وقت اس کی آتما یا وہ پرماتما کی نرالی جوت اس کے اپنے اندر سے پرگٹ ہونی شروع ہو گی۔ دوسرے لفظوں میں کہ وہی انسان اپنے جیون کو سچے پرمارتھ کے سانچے میں ڈالنا شروع کر دے گا تب اُس جیو کو خود بخود ہی روحانی شانتی یا سچی راحت نصیب ہوتی جائے گی یہیں! یہی **ست کا سنگ** سمجھیں یعنی سچائی کا ایک مجموعہ یا اکٹھ ہی ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے اصلی دھرم اور فرض کی پہچان کر سکتا ہے اسی لئے ہیں سے ..... اس پستک کا نام بھی **ست کا سنگ عرف راہ مکتی** رکھ دیا ہے۔ روحانی منزل پر چڑھنے کیلئے یا پانچ بڑے بھاری دشمن **کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار** اور یہی سب چوروں کے سردار ۸۴ لاکھ کے بھیانک چکر میں ڈالنے اتھوا آواگون میں بار بار پھنسانے والا **اشٹم دشمن** پر قابو پانے کے لئے زمانہ حال کے روحانی آچاریہ شری حضور شری **سنت ستگورو جی مہاراج جی** نے اُن تمام **اشلوکوں کا سنگرہ کرکے** اور اُدھیکوئی کے گذرے ہوئے بزرگول اور گیانوان مہاپرشوں کی پوتر بانیوں وال کے شبد دعاروں کر اپنی تجربہ بھی انوسار خادم نے نہایت سلیس عبارت میں لکھ کر یہ چھوٹی سی کتابیہ کے ذریعہ آپ لوگوں کی سیوا کرنے کی کوشش کی ہے۔

میں اشارا کرتا ہوں کہ آپ بھی میرے ان خیالات کی سراہنا کرتے ہوئے اس پستک کو بڑے غور سے مطالعہ کرنے کے بعد اپنے دوستوں کو بھی ایسے ہی تلقین کریں گے۔ گو یہ چھوٹی سی پستک اُن سنت پرشوں دگیانوانوں کے لکھے ہوئے پوتر گرنتھوں کے سامنے کچھ ہستی نہیں رکھتی ہے۔ جیسے سورج کے آگے ایک سیپ بالکل حقیر اور بے معنی چیز ہے مگر پھر بھی جس طرح پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ میرا مقصد تو محض روحانی پرچار کرنا ہی ہے۔ چاہے دور دراز جا کر **ست سنگ** کے ذریعہ عوام کی رجوع اُس سچے دربار کی طرف دلائی جاوے۔

یا بذریعہ لٹریچر و تحریر کے گمراہ انسانوں کو سیدھے راستہ پر لانے کے خیال سے ہی اس مہان سورج کی روشنی میں سے ایک کرن لیکر ایک جھلک دکھلائی جاوے اس لیئے چاہتا ہوں کہ جو بھی پریمی اسے پڑھیں۔ ان تچھ وچاروں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ تاکہ یہ کتاب دیگر کئی ایک ساتھیوں میں بھی پہنچ کر میری اس پرچار کی بھاونا اور خواہش کو مزید ترقی دے سکیں۔ پس! مہا پرشوں کی سوچ اور ان کی خوشی بھی اس بات میں ہے کہ بھولی بھٹکی روحوں کی کھوج کی جائے اور ان کو ایک ہی لڑی میں پرو کے نام روپی جہاز پر سوار ہونے کا پریتن کیا جائے۔ کیونکہ مہا پرش تو صرف اسی خاطر ہی منش چولا دھارن کر کے ہم دکھیا جیووں کو سیدھے راستہ پر لانے کے لیئے اس سنسار میں پرگٹ ہوتے ہیں۔ اور سوائے روحانی مشن کے اُن کا اور دیگر کوئی بھی مقصد یا دھیئہ نہیں ہوتا۔ اس لیئے وُہ چاہتے ہیں کہ ست سنگ کی لہر کو زیادہ سے زیادہ اُبھارا جائے۔ جیسے کہ اس گھور کلجگ زمانہ میں دُنیا کے دُور دراز کونوں میں اینک دُکھیا جیو اگیانتا کارن سُکھ کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھٹکتے پھرتے ہیں۔ مگر اُن کو صحیح راستہ نصیب نہیں ہوتا جس کارن اُن کی آتما بار بار جنم مرن کے بندھنوں میں پھنسی رہتی ہے سو پیارے پریمیو! میں نے بھی اسی بھاونا و خیال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ست سنگ روپی چھوٹی سی کتاب لکھ کر آپ لوگوں کی سیوا میں رکھ دی ہے۔

.... لہذا انت میں آپ سجنوں سے بنتی یا التجا کرتا ہوں اور دانی اصحاب سے میری پرارتھنا ہے۔ کہ آپ بھی اس شبھ کار میں اپنا امداد دیتے ہوئے پرچار کی بھاونا کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی خاطر مجھے پورا پورا سہوگ دے کر میری حوصلہ افزائی کریں تاکہ پہلے ایڈیشن کی تمام مشکلات کو دور کرتے ہوئے اس پستک کا دوسرا ایڈیشن زیادہ سے زیادہ تعداد میں چھپوا کر نہایت تھوڑی قیمت میں عوام کو تقسیم کیا جا سکے۔ داس چمن لعل موہن گاؤ وید راج

شری ستگور دیو آئتیمہ

بنیتی

دوہا

اَوگن ہار کی بنیتی سنو غریب نواز
نہیں ودیا نہیں باہوبل نہیں خرچن کو دام
آؤسر اکیو دروپدی سنکٹ جیوں پرلاد
گورو کو سر پر راکھیے چلیے آگیا مانہیں
گورو سمرتھ سر پر کھڑے کیا کمی تو ہے داس
جے مَیں بجھل بگاڑیا نہ کرمیلا چیت
آشا ونت در کھڑی صاحب نہ ڈھونی دے
کیا مکو لیکھتی کردل لاج آوت ہے موہے
گورو گوبند دونوں کھڑے [illegible] پائے
گورو کو کیجیے ڈنڈوت کوٹ [illegible] نام
لیکھے گت ہی نہ جیوے کہیں کہن بھولی ہار
وا گورو نام جہاج ہے چڑھے سو اترے پار
ستگوری گورو مہاراج کی مہا مجھ ورتی ہوجائے

جے میں پوت کپوت ہوں بہو پتا کو لاج
تلسی ایسے داس کی لاج رکھو بھگوان
کہن سُنن کی کچھ نہیں بشن پڑے کی لاج
کہنے کبیر تق داس کی تین لوک ڈنڈ ناہیں
رادھو سیدھ تَہ سیوا کروں مُکتی نہ چھوڑ پایس
صاحب گورا پوڑے نف اگاڑے بنیت
اے دربار نہ چھوڑیے شری ستگور مہر کرے
نہ دیکھت اَوگن کروں کیسے بھاؤں تو ہے
بلہاری گورو آپنے جن گوبند دیا ملائے
کیٹ جلانے بھیرنگ کو گورو کرلے آپ سمان
بخشن ہار ابخش ہے نانک پایا رہ اُتنا ہے
جو شردھا کر سیوندے پار اُتارن ہار
مہان بلی اوتار ہیں جل تھل رہیو سمائے

ست گورو میرا شور ما کرے شبد کی چوٹ — مارے گولہ گیان کا۔ ڈھائے بھرم کا کوٹ
بھرت بھرت پربھو آیو۔ پڑیا تو تری شرنائے — نانک کی پربھ بنتی۔ اپنی بھگتی لائے۔
بھگتی دان موہے۔ دیجیے گورو دیو کے دیو — اور کچھو نہ چاہیے۔ نش دن کری سیو
گورو مورتی گت چندرماں سیوک نین چکور — اشٹ پہر نرکھت رہوں۔ گورو مورت کی اور
پار برہم پرمیشور۔ پورن سچد آنند — نمسکار میری آپ کو سب بھگتن کے سکھ قند

شری مات پتا۔ ستگورو میرے میں شرن جاؤں کسکی
گورو بن اور نہ دوسرا۔ میں آس کروں جسکی

بے کارہ نستارہ دھرم کا دوارہ — جھولے گی دھوجا بجے گا نقارہ
سن کر بولے گا۔ سو نہال ہو جائے گا — بول سانچے دربار کی جے۔

داسن داس

چمن لعل مونگہ۔

وکیل راج دھے



شری ستگورو دیو اے نمہ

"ست کاسنگ عرف راہِ بھگتی"

"ستگور مہماں"

دوہا

بندوں شری گورو پد مل۔ سچد انند سروپ !
جگ تارن کارن پربھو۔ پر گٹے دھر نر روپ !!
ستیہ پرش۔ ستیہ روپ جو۔ ستگورو ست کرتار !
اپنے بھگتن کے ہتو۔ لین منج اوتار..... !!

چوپائی

نمسکار شری ستگور سوامی۔ نمسکار گورو انتریامی !
نمسکار گورو دین دیال۔ نمسکار گورو بھگتن رکش پال !!
نمسکار بھرن کے ناتک۔ نمسکار جن سُکھ دائک !
نمسکار بھگتن ہتکاری۔ نمسکار گور دیتت اُدھاری !!
نمسکار نرگن اوناشی۔ نمسکار سرگن سکھ راشی !
اجر امر اچھے کیبن وستارا۔ نمسکار گرو ست نیارا !!
نرشریر دھر جگ میں آیو۔ شبد بھید گورو آن بتایو !
بھگتی پریم چلایو پنتھا۔ شرن آیے جو دینی سنتھا !!

دوہا

پرم پرش پورن دھنی۔ شری پرم ہنس دیال !
بھو بندھن کے کاٹنے۔ پرگٹ بھئے کلی کال !!

انسانی فلسفہ

روح یا جیو آتما

بعض وِدوانوں کا یہ خیال ہے۔ کہ روح یا جیو آتما کی کوئی آزاد ہستی نہیں ہے۔ بلکہ جیو برہم یا پرماتما ہی ہے۔ برہم سے علیحدہ یا مختلف کوئی جیو آتما یا روح نہیں ہے۔ جیو بھرم ہی سے اپنے آپ کو برہم سے علیحدہ یا مختلف سمجھتا ہے۔ مگر ہمارا سِدھانت یہ ہے کہ جیو آتما کے تین حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصہ صرف زندگی کا۔ یہ حیوانات و نباتات دونوں میں پایا جاتا ہے۔ دوسرا حصہ اِندریہ (حواس) گیان یا علم کا ہے۔ یہ نباتات میں نہیں پایا جاتا۔ لیکن چرند و پرند میں پایا جاتا ہے۔ تیسرا حصہ بُدھی۔ عقل سوچ بچار کا ہے جو صرف انسان میں ہی ملتا ہے۔ اسی واسطے انسان کو سب سے اونچا درجہ دیا گیا ہے دوسرے لفظوں میں اسے اشرف المخلوقات بھی کہتے ہیں یعنی تمام جونیوں سے انسان کو ہی فضیلت حاصل ہے

قدرت کی طرف سے اس سنسار کا انتظام اس طرح سے بنا ہوا ہے۔ کہ جیو کو اپنے کرموں انوسار ہی چولا بدلنا پڑتا ہے۔ چاہے نباتات یا حیوانات وغیرہ انسانی چولے کو ہی دوبارہ حاصل کرلے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ روح یا جیو آتما جس وقت اُس پرم پورن پرماتما سے بچھڑ کر کے یا جدا ہو کر اس سنسار میں آگئی اور ادھر آ کے بار بار کئی قسم کی ٹیڑھی یونیوں کا شکار بھی ہونا پڑا۔ آخر اُس کے نکلنے کا راستہ کونسا ہے۔ یا یہ روح جو ایک عرصہ سے اِدھر اُدھر بھٹک رہی ہے۔ اُسے واپس اپنے اصلی دیش یا استھان پر لے جانے کا کیا سادھن ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ روح یا جیو آتما آنند نِتے شانت بھی ہو سکتی ہے یا کہ نہیں؟ جواب یہ ہے کہ تمام یونیوں میں سے اُتم یونی ایک انسان کی ہی ہے اور اسی منزل کے ذریعہ ہی یہ آتما اِن چوراسی لاکھ یونی جس میں چرند پرند پنکھی پنچھی کیڑے مکوڑے وغیرہ اور درخت پہاڑ دیگر کئی ایک ہستیاں بھی شامل ہیں کے چکر کو ختم کر سکتی ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں اس جیو آتما نے پہلے جتنے بھی چولے دھارن کئے ہیں یا وہ اپنے گذشتہ انسانی چولے میں کرے گی

پاپ اور پنیہ (کرموں) کے انوسار کئی قسم کی حیوانات - نباتات جنگلی - پنکھیرو وغیرہ لاکھوں چھوٹے چھوٹے جنموں سے گزرتا ہوا آخر اس مانش جنم کو پراپت کر پایا ہے اور وہ اپنا انفرادی نام بھی اختیار لیتا آیا ہے۔ ایشور نے اب پھر سے ایک امتحان کا موقع دیا ہے کہ یہ آتما اس جنم میں ایسی نیک کمائی کرے - جس سے گذشتہ برے سنچت کرم کٹ کر آئندہ کے لیے مکتی کا راستہ حاصل کر سکے اور یہ روح یا جیو آتما ہمیشہ کے لیے اپنے اصلی دھام یا نج دیش کو پہنچ جائے۔ سنت فرماتے ہیں کہ

لکھ چوراسی جونی سبھائی۔ مانکھ کو پربھو دئی وڈیائی

اس پوڑی تے جو نر چوکے۔ سو آئے جائے دکھ پائندا

یعنی یہ کہ انسان کو ایشور نے چوراسی لاکھ یونیوں میں سے سب سے زیادہ فضیلت اسی خاطر دی ہے کہ اس جنم میں ہی یہ بھگوان کو پراپت کر سکتا ہے اور اپنی آتما کو اس آواگون کے چکر سے ہمیشہ کے لئے آزاد کرا کر مکت ہو سکتا ہے۔ لیکن اس بار بھی اگر اس نے اس جنم کا پورا پورا فائدہ نہ اٹھایا اور غفلت میں ہی ساری آیو بیت کر دی۔ تو پھر دوبارہ قدرت کے نظام کے مطابق وہی چوراسی لاکھ یونی کا بندھن اس کے موجود ہے جیسے کسی مہاتما نے لکھا ہے۔ ؎

نرتن پائے سیتن کر ایسا جس سے وہ کرتار ملے

ایسی اتم جون بیدار ہو پھر نہیں بارم بار ملے

اب اس میں مزید دو سوال پیدا ہوتے ہیں جن کا ذکر نیچے دیا گیا ہے۔

کرموں کی ویاکھیا

سوال - (۱) کرم کیسے بنتے ہیں - اور ان کی اُتپتی کس پرکار سے ہوتی ہے - ان کی قسمیں کتنی ہیں ؟

(۲) آتما اور کرموں کا کیا سمبندھ ہے - ان کرموں سے شریر پر کیا اثر پڑتا ہے۔

شریر اور آتما کے درمیان جو یہ کرم بنتے ہیں - آخر ان کی باگ ڈور کس کے ہاتھ میں ہے؟

جواب۔ پہلے سوال کا اس طرح ہے کہ یہ انسان اپنے شریر۔ من۔ اور بانی کے ذریعے سے ہی کرم کرتا ہے۔ کرم کا لفظی معنی کام یا کاریہ ہے لہٰذا یہ شریر دھاری جیو تن میں، من، دن رات یعنی ہر وقت اپنی تمام زندگی کے دوران میں اندریاں اور وانی اور من سے جتنے بھی کاریہ کرتا رہتا ہے چاہے بُرے چاہے اچھے یہ سب ایک خزانے کی شکل میں اکٹھے ہوتے رہتے ہیں جن کا مجموعی نام کرم رکھا گیا ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) سنچت کرم (۲) پراربدھ کرم (۳) کریامان کرم علاوہ ازیں نکاچت کرم اور قدرت کرم یہ کل پانچ قسمیں ان کرموں کی گرنتھوں میں بتلائی جاتی ہیں۔

خیال رہے ہر انسان کے لاکھوں جنموں کا جو سنگرہ ہے۔ نظام قدرت نے اُسے ایک کھاتہ کی شکل میں اکٹھا کر رکھا ہے۔ جس وقت ہم اپنے کرموں کے انوسار پھر نیا چولہ اختیار کرتے ہیں یعنی چوراسی لاکھ یونی کے بھوگ کو ختم کر کے پھر مانشیہ چولے میں یہ جیو پرویش کرتا ہے تو اُسی قدرتی نظام کے مطابق انسان کو اُس خزانہ میں سے جس کو سنچت کرم یا سنچ کر کے جمع شدہ کرموں میں سے کچھ پونجی اس نئے جنم کے ساتھ ہی مل جاتی ہے جس کو پھر اس چولے میں پراربدھ کرم کا نام دیا جاتا ہے۔ اب ان پراربدھ کرموں کو یعنی اُس گذشتہ مانشیہ چولے میں کئے گئے کرموں کا پھل ہر حالت میں بھگتنا لازمی امر ہے۔ چاہے سکھ کی حالت میں یا دکھ سہہ کر۔ تو اوشیہ ہی ہم نے اپنی گرہ باندھی ہوئی کو آہستہ آہستہ کھولنا ہے۔ اس کے بعد پھر اس جنم کی کمائی کا بھی حساب اسی طرح سے ہے کہ جو کچھ نیکی یا بدی اچھے کرم یا بُرے کرم جیسے بھی ہم کریں گے یہ سب اُسی کھاتہ میں جمع ہونے شروع ہو جائیں گے۔ اب ان کرموں کے نام سنتوں نے کریامان کرم رکھا ہے یہ بھی خیال رہے کہ قدرتی نیم کے انوسار انسان کو یہ خاص وصف حاصل ہے۔ کہ یہ کرتا بھی ہے اور بھوگتا بھی ہے مگر یہی آتما جس وقت ترچھی یونیوں کا شکار ہوتی ہے۔ تو اُس چولے میں اُس نے پچھلے کرموں کو بھگتنا ہی ہے۔ یعنی سزا پانی ہے غرضیکہ اُس جنم میں صرف بھوگتا ہے۔ کرتا نہیں ہے۔ اب آگے چلئے سوال کریامان کرموں کا چل رہا تھا۔ کہ اس مانشیہ چولے میں اچھی یا بُری کمائی جتنی بھی ہم کرتے

ہیں۔ وہ سب اسی سنچت کرم کے خزانہ میں اکٹھی ہوتی جاتی ہے۔ کمائی کا مطلب روپیہ
پیسہ سے نہیں۔ بلکہ اچھے کرم اور بُرے کرم ہی خزانہ یا دھن دولت ہے۔ بعض
سوال کرینگے۔ کہ ہم اتنی اچھی کمائی کرتے ہیں۔ اتتھی کی سیوا کرتے ہیں۔ ایشور کا بھجن بھی
کرتے ہیں۔ تو بھی ہمیں دُکھ ہی دکھ پراپت ہوتا ہے۔ وہ جو اس بھول میں ہیں کہ ہم نے شاید
صرف اچھی کرموں کا پھل بھوگنا ہے۔ جو کہ ہمیں اس کے برعکس پراپت ہو رہا ہے۔ وہ
انھیں شاید اس بات کا احساس نہیں۔ وہ اس قدرتی اصول کو سامنے لا دیں تو پتہ چلتا ہے
کہ بھائی! گذشتہ اعمال نامہ بھی تو ساتھ ہی ساتھ شامل حساب ہے یہ بالکل ٹھیک
ہے۔ کہ تو نے اس جنم میں آکر خوب اچھے کام کئے۔ نیک کمائی کی گھبراؤ نہیں۔ اس قدرت
کے گھر میں اندھیر نہیں ہے۔ پورا پورا انصاف ہوتا ہے۔ تمہیں ہر وقت یہ بات نوٹ
کرنا ضروری امر ہے۔ کہ تو جو بھی کرم کرتا ہے۔ تیرے اپنے اندر ہی وہ پونجی سچا دھن اکٹھا ہو
رہا ہے۔ یقین رکھ! تیرے اس نیک کرموں کی کمائی میں سے ہی ممکن ہے۔ کہ ایک ایسی چنگاری
یا شعلہ اُٹھ کر وہی تیرے گذشتہ سنچت کرم جو کہ پاپوں سے لبریز ہیں۔ فوراً ہی اپنے اثر سے
ختم کر دے۔ اور پھر جلد ہی اس کے بعد تیرے یہی کرم سنچت ہو کر تجھے بھگتی روپی خزانہ اور
مکمل شانتی سے بھرپور کر دیں۔

ہاں تو! سوال کریہ مان کرموں کا چل رہا تھا۔ کہ اس جونے میں جیو جتنے بھی کرم کرتا ہے۔
قدرتی طاقت یعنی چترگپت دونوں کتابوں پر بیٹھے لکھے جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے
کہ انسان کے چت کے اندر گپت روپ میں ایک ایسی طاقت ہے۔ جو کہ یہ تمام کئے
جا رہے کرموں کا چٹھہ ہر وقت تیار کرتی رہتی ہے۔ ایک ایک لمحہ کارگذاری پل پل میں لکھی جا رہی
ہے۔ لہٰذا دو قسم کے کھاتے نفع یا نقصان یعنی اچھی یا بُری کمائی تمام جمع ہو رہی ہے
جس وقت گذشتہ سنچت کرموں کا بھوگ ختم ہوگا۔ تو پھر اس کے بعد کریہ مان کرموں کا
سلسلہ بھی چالو ہو جاوے گا۔ جس طرح پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ کہ انسان کے کریہ مان کرم
اگر شبھ ہی شبھ اکٹھے ہو جائیں گے۔ یعنی نیکی کا پلڑا اگر بھاری ہو جائے گا۔ تو ضرور ہی
لیے [illegible] اس طرف جھک جائے گا۔ اسیطرح وہ بُرے کرم بھی نیچے [illegible]

سکتے ہیں۔ بشرطیکہ انسان نیکی کی کمائی کا خزانہ بھرنا شروع کر دے۔ ایشور نیائے کاری ہے۔ اُس کے گھر پورا پورا انصاف ہوتا ہے۔

دیر تو ضرور ہے لیکن اندھیر ہرگز نہیں ہے۔

خیال رہے کہ یہ جیو جب کہ انسانی چولے میں آیا۔ وہ پہلے کئی ایک طرح کی یونیوں سے بھٹکتا بھٹکتا اس شریر میں داخل ہوا ہے۔ شری کرشن بھگوان جی نے بھی شریمد بھاگوت گیتا میں صاف صاف ارجن کو اپدیش دیتے سمے فرمایا ہے۔ کہ یہ آتما امر ہے آگ اس کو جلا سکتی نہیں۔ ہوا اس کو سکھا سکتی نہیں۔ تلوار اس کو کاٹ سکتی نہیں غرضیکہ اس پر کسی بھی چیز کا اثر نہیں ہو سکتا۔ یہ شاشوت ہے قائم الدار ہے۔

دوہا

اجرامر یہ جیو کہاوے۔ اجرامر یہ کایا مالیوے
جیسے وستر جیرن ہو جیسے۔ آتم تجے یہ کایا تیسے
کرم گتی سو جائے بہائی۔ دوسر کایا رہے سمائی
کاٹے کٹے نہ جاوے جیسے سوکھے یوں نہ ڈوبے ہے
نت سدا یہ آتم جیسا ہو
یہ وچار بدھ میں من ...... بٹھاؤ

اس لئے اے ارجن۔ یہ جتنے بھی تیرے سمبندھی نظر آتے ہیں۔ کئی دفعہ تیرے باپ دادا بنتے آئے۔ تو ان کا سمبندھی رہا۔ دشمن بھی رہا۔ سب نے باری باری کرموں انوسار چولا دھارن کیا۔ اب اس وقت واستو میں یہ تیرے سمبندھی صرف دیہہ کے ہیں۔ لہٰذا دیہہ تو ناش ہو جاتی ہے۔ تو اس دیہہ سے اپنے اصلی کرتویہ کا پالن کر۔ اصل میں شریر تیری آتما کا کوچ ہے۔ اور تیری آتما ہی اس کی مالک ہے لہٰذا آتما کا کرم جو کچھ بھی ہے۔ وہ اپنے نوکر شریر کے ذریعے ہی کرنا ہے۔

ہاں! تو سوال کہ یہ مان کرموں پر چل رہا تھا۔ کہ اس شریر نے پھر ایسا کام کرنا ہے اس قسم کے کرم کرنے ہیں۔ جس سے اُسے موکش پدوی پراپتی ہو جاوے۔ بار بار جنم [illegible] سکے [illegible] ہی [illegible]

بس کا پھل ایک نہایت قیمتی وستو ہو جاوے۔ گویا چوراسی لاکھ کے چکر سے چھڑانیوالا بھی ایک سنہری پالیس یا موقع ہے۔ کیونکہ دوسری تمام جونیوں نے تو صرف بھوگنا ہی ہے جیسے سنت فرماتے ہیں۔

مثال کے طور پر جس طرح دانے کچے ہوتے ہیں۔ وہ زمین پر بوئے جا سکتے ہیں۔ مگر دوسری طرف بھنے ہوئے یا پکے دانے لیلو۔ وہ زمین پر بونے سے ہرگز نہیں اُگ سکتے۔ چاہے انسان کتنی ہی محنت اور کوشش کیوں نہ کرے۔ کچے دانے تو ضروری طور پر اُگ آئیں گے۔ چھوٹی چھوٹی کونپلیں نکلے گیں۔ آخر کچھ دیر تلک اچھا پودا تیار ہو جاوے گا۔ پھر اُس کے ساتھ ایک سرکار کے اُسی قسم کے بیج لگ جائیں گے۔ مگر وہ بھنے ہوئے دانے جو تھے۔ ہرگز نہیں اُگیں گے۔ بلکہ زمین میں ہی گل سڑ جائیں گے۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ انسانی چولے میں جیو جو بھی کرم کرتا ہے۔ اُس کے مطابق ہی اُسے پھل ملتا ہے۔ وہ بالکل کچے دانوں کے سمان سمجھیں۔ اور دوسری قسم کی ٹیڑھی جونیوں میں یہ جیو جتنے بھی کرم کرتا ہے یعنی نہایت ہی بڑے کیوں نہ ہوں۔ جیسے ایک سانپ یا کسی خطرناک جانور نے انیک پرانیوں کی ہتیا کر دی۔ یا ان کو جان سے مار ڈالا۔ ان تمام کرموں کی سزا اُسے نہیں ملے گی۔ کیونکہ اپنے گذشتہ کرم انوسار ہی اس نے اس چولے کو دھارن کیا۔ اور جس کو بھی اُس نے مارا وہ اس نے اپنے پہلے سنچت کرموں کا حساب چکا دیا۔ اب یہ بالکل ان بھنے ہوئے دانوں کے سمان سمجھیں۔ پس ثابت ہوا کہ انسانی چولے میں یہ جیو آتما ایک اچھے کرم کرکے ہی بار بار جنم مرن سے رہت ہو کر مکتی حاصل کر سکتی ہے۔

اب آگے چلیئے انسان کو اسی واسطے سب سے سریشٹ یعنی اوتم جونی تصور کیا گیا ہے۔ اُسے چاہیے کہ وہ اس امتحانی منزل پر اچھی طرح سے خوب سوچ سمجھ کر قدم بقدم چلتا جائے۔

کہیں ایسا نہ ہووے کہ یہ اسی طرح بلا سوچے سمجھے صرف سنساری دشیوں میں ہی اپنے آپ کو گرفتار کرتے رکھے۔ اور موہ مایا کے جال میں ہی پھنسا رہے۔ آخر یہ سمان بلیت ہو لے پر محض پچھتاوا ہاتھ ملتا ہی رہ جاوے جیسے کہ

ایک مہاتما نے لکھا ہے۔ ؎

دو دن جگ میں جینا ہے اتنے پر کیوں اتراتے ہو
میری کایا میری مایا شور مچاتے جاتے ہو
ست ساتھ نہیں ہری نام لیا۔ اور غفلت میں دن رات گئے
کایا بھی بدنام کری افسوس کہ خالی ہاتھ چلے

یہ لوک تو اس کا بگڑ گیا ہی۔ لیکن ساتھ ہی اُس نے پرلوک بھی بگاڑ لیا کیونکہ اوپر لکھے ہوئے وچن کے مطابق واقعی اس انسان کی دو چار دن کی زندگی اگیانتا کا شکار ہو کر یہ سنساری وستوؤں کو اکٹھا کرنا اور ان کے اندر موہ ممتا پھیلانا۔ اور ان کو اپنی دولت سمجھ بیٹھنا۔ اور اس کے علاوہ ان جھوٹی سنساری وستوؤں پر مان اور ہنکار کرنا ہی اپنی زندگی کا مقصد سمجھ رکھا تھا۔ اور دنیا میں آکر جس کام کو کرنے کے لیے اس مالک نے ہم کو بھیجا تھا۔ اس کو بھلا دیا۔ اور اس کی دی ہوئی چیزوں کو دل میں بسا لیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ؎

دین گنوایا دنی سے دنی نہ چالی ساتھ
پاؤں کلہاڑا مار دیا غافل اپنے ہاتھ

یہ لوک تو اس کا بگڑ گیا۔ لیکن ساتھ ہی اُس نے بڑے کرم کرتے ہوئے یعنی ایسے گندے بیج بو دیئے۔ جس سے ایک چوراسی کیا کئی چوراسی لاکھ جونیاں بھگتنی پڑیں گی۔ مہاپرشوں نے سچ کہا ہے ؎

مانش جنم درلبھ ہے ہوت نہ بارم بار
جیوں بن پھل پاکا بھوئیں گرے بہوڑ نہ لاگے ڈار

مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک ڈالی سے پکا ہوا پھل گر کر زمین پر آپڑتا ہے اُسے چاہے لاکھ یتن کیوں نہ کریں۔ کہ وہ دوبارہ اپنی ڈالی کے ساتھ لگ جاوے۔ یہ ناممکن بات ہے

اسی طرح مانش جنم بھی بار بار نہیں آتا۔ یہ ایک انمول سمے

واپس دوبارہ اپنی ڈالی کے ساتھ لگ جاوے۔ یہ ناممکن بات ہے اِسی طرح مانش جنم بھی بار بار ہاتھ نہیں آتا۔ یہ ایک انمول سمے ہے اس سے پورا پورا لابھ اُٹھا کر اسی مانش تن سے ہی ایسے اچھے کرموں کا بیج بونا چاہیئے جس کا پھل نہایت میٹھا ہو۔ مہا پرشوں کا واکیہ ہے۔

دوہا

لکھ چوراسی جون میں مانش دیہہ پردھان
بنا بھجن بھگوان کے چلی اکارت جان

مہا پرش بار بار چیتاونی دیتے ہیں کہ اے انسان! تو اس پرماتما کا بھجن کر کے رسیلی واستوک لکش ہے۔ تجھے یہ موقعہ اُس نے صرف اِسی غرض کے لئے پھیر دیا ہے۔ کہ شاید اب تو اپنے گذشتہ گناہوں سے توبہ کر کے آئندہ کے لئے اچھا بیج بونا شروع کر دے۔ خود بھی چتن ہوگا اور دوسروں کو بھی پرچتن کرے گا۔ مگر اس گھور کلجگ کے زمانہ میں جو اس مانش چولا کی حیثیت کو ہی اپنا آپ سمجھ بیٹھا ہے۔ اور اپنا اصل سروپ بالکل بھلا بیٹھا ہے وہ نہیں جانتا کہ میں در اصل کون ہوں میرے یہاں پر آنے کا مقصد کیا ہے؟ وہ بھرموں کے چکر میں اس طرح سے پھنس چکا ہے اُسے بالکل سدھ بدھ ہی نہیں رہی۔ کہ میں نے آخر پھر کہاں جانا ہے۔ وہ دن اور رات سنساری پدارتھوں سے موہ اور اُن کے رسوں کے سواد میں ہی اپنے آپ کو لپٹائے مان کرتا رہتا ہے مگر یہی رس پاکئے ہوئے کرم ہی اُس کے بندھن کا کارن بن جاتے ہیں جیسے کہ ایک مکھی ہے۔ دیکھتی ہے کہ شہد کا بھرا کٹورا پڑا ہے۔ میں ہی اس کی مالک ہوں مجھے کون دیکھتا ہے آخر وہ اسی میں چھلانگ لگا دیتی ہے اور خوب تسلی کے ساتھ اُس کو چکھتی ہی نہیں۔ بلکہ اپنے شریر تک کو بھی اس میں خوب غوطے لگاتی ہے۔ جی بھر کے مزا لُٹنے کے بعد پھنس جاتی ہے تو وہ اڑنے کی کوشش کرتی ہے مگر نہیں! اُس شہد یا اُس رس کی قدر اب پڑتی ہے جیسے وہ میٹھا سمجھتی تھی۔ دل خوش کر کے کھاتی تھی۔ خوب مزے لیتی تھی۔ آخر وہی اُسکی جان لیوا بن جاتے ہیں۔ اُس کے پنکھ سے شریر تک کو بھی تمام جال کی شکل میں جکڑ دیتے ہیں

اب بھی اُس کے بندھن کا کارن ہوتے ہیں۔ آخر وہ اپنی کارگذاری پر پچھتاتی ہے۔ اور اور پھر سسک سسک کر ختم ہو جاتی ہے۔ اِسی طرح یہ انسان بھی ان سنساری دیشوں میں پڑ کر اپنے آپ کو اس طرح سے پھنسا دیتا ہے اور بھول جاتا ہے۔ دراصل میرا دھام کونسا ہے۔ معلوم نہیں۔ کہ کس وقت مجھے وہاں سے بُلاوا آ جاوے۔ تو پھر میں نے کون سے اچھے کرم کئے۔ اُس پربھو کی یاد بھی کبھی کی۔ بلکہ صرف اِنہیں پدارتھوں کے رسوں کے سواد میں ہی زندگی ختم کر دی! جیسے مہاپرش فرماتے ہیں۔

دوہا

(۱) رین گوائی سوئے کے دِوس گوایا کھائے
ہیرے جیسا جنم ہے کوڑی بدلے جائے

(۲) کبیرا من تو ایک ہے جائے جدھر لگائے
چاہے پربھو کی بھگتی کر چاہے وشے کمائے

(۳) پرائی توں آیوں لاہ لین۔ لگوں پت گھگھرے سب ٹھگی چلی مُن

ہاں تو! سوال کرتا ہے یہاں کرموں کا چل رہا تھا۔ کہ انسان جیسے موجودہ کرم کرتا ہے اُسے قدرتی نظام کے انوسار دوسرے جنم میں سنچت کرموں کی شکل میں وہی اپنے سامنے لانے ہونگے۔ لیکن نہیں! یہ نادان جیو اگیانتا میں پڑ کر ہی انہیں سنساری ساماگریوں میں اپنا تن۔ من۔ دھن خرچ کر رہا ہے۔ اِن چیزوں میں ہی اس طرح سے پھنسا بیٹھا ہے۔ سمجھتا ہے۔ کہ مجھے ان سے ہی سُکھ ملے گا۔ مگر بھائی! یہ تمام چیزیں تو ناش وان ہیں جیسے سنت فرماتے ہیں:۔

گر سے سلوک

(۱) جو گھڑیا سو بھجناں ہے قسمت وادستو
دو دن پھول دو دن کھلوں ویلا انت ضرور

(۲) رام گیو راون گیو جا کو بہو پریوار
کہو نانک تھر کچھ نہیں سُپنے جوں سنسار

(۳) آج کہے میں کل بھجوں کال کہے پھر کال۔
آج کل کے کرت ہی اوسر جاسی چال
(۴) مورکھ سب کچھ چھوڑ کے جیتے ہی تو چھوڑ
سب سے ناطہ توڑ کر ایشور سے تو جوڑ
(۵) آئے ہیں سو جائیں گے راجہ رنک فقیر
کوئی سنگھاسن چڑھ چلے کوئی باندھے جات زنجیر

انسان کو دور کی پرکھ نہیں وہ اندھیرے میں ہی ٹھوکریں کھا رہا ہے۔
جن سنساری پدارتھوں یعنی مادی شئیوں میں اس نے اپنی اندرونی محبت یا من لگا
رکھا ہے۔ یہی چیزیں اُسے ایسے اندھیرے کنوؤں میں پھینک دیں گی۔ اور
یہی وشے اُس کی آتما کو جکڑ لیں گے۔ اور اُس کو ہر وقت بار بار چوراسی لاکھ
یونیوں میں بھٹکائیں گے۔ ہر بار جیون کی سزا کا شکار ہونا پڑے گا۔ اور ایسا
عذاب مقدر ہوگا کہ وہ تراس کرتے ہوئے اس جنم مرن کے اندھیرے
کنوئیں میں سے بہتری کوشش باہر نکلنے کی کریگا۔ مگر نہیں! جب تک اُس کی
آتما اپنے کئے ہوئے کرموں کا پھل بھوگ ختم نہیں کر پاتی۔ آتما بالکل صاف
اور کسی قسم کے مل سے رہت یعنی بالکل شدھ اور پوتر ہو کر تم لیپ نہیں
بن جاتی تب تک اُسے مکمل شانتی نہیں مل سکتی جیسے ستگری سمجھو بانی بابا
کا واکیہ ہے ~

جب لگ چاول دھان میں تب لگ اونچے آئے
جب چھلکے تو تج نکس۔ مکت روپ ہو جائے

اے انسان! تیرے سامنے ایک مکڑی کی مثال ہے وہ اپنے رہنے کے
واسطے جالا تنتی ہے اور دوسرے اپنی خوراک حاصل کرنے کے لئے مکھی
کو پھنسانے کی نیت بھی رکھتی ہے وہ خیال کرتی ہے کہ اس بندھن میں یا جال
میں کئی مکھی کو پھنسا کر اپنا پیٹ بھر لوں گی۔ لیکن نہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس نے

مکھی کو تو کیا پھنسانا تھا۔ بلکہ اب اپنے آپ کو بھی اِس تنے ہوئے جال سے باہر نکالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اپنے کیے ہوئے کرموں کی سزا اُسے مل جاتی ہے۔ دوسرے اوپر لکھے گئے دا کئے انوسار آپ ایک زمیندار کو دیکھتے ہیں۔ وہ ایک چاول کے دانہ کو جس کے اوپر چھلکا بھی ہوتا ہے۔ جسے عام طور پر دھان یا مُنجی بھی کہتے ہیں۔ وہ دانہ زمیندار زمین میں بطور بیج بو دیتا ہے۔ کچھ دیر کے بعد اِک پودا اُگ آتا ہے۔ اِس کے بعد پھر فصل پکتی ہے اور اُس کے سر کے ساتھ بیسیوں کیا سینکڑوں ایسی قسم کے مُنجی کے دانے لگ جاتے ہیں۔ اب اِس تصویر کے دوسرے پہلو پر نظر ڈالئے۔ جبکہ وہ زمیندار صرف چاول جس کے اوپر چھلکا نہیں وہ اُسے پوری محنت کے ساتھ بھی اگر زمین میں بوتا ہے۔ تو وہ دانہ ہرگز نہیں اُگے گا۔ کیونکہ وہ چاول بالکل بے عیب ہے۔ ننگا ہے۔ صاف ہے۔ اور نہ ہی اُس کے اوپر اُس کے بار بار پیدا کرنے والی طاقت یعنی مٹی روپی چھلکا جس کے اندر وہ پہلے لپٹا ہوا تھا۔ وہ نہیں ہے اور وہ بالکل ان تمام کاروں سے دست ہے۔ لہٰذا وہ دانہ زمین میں ہی بغیر کسی اور بیج پیدا کرنے کے بھسم ہو جائے گا۔ لیکن مندرجہ بالا مثال کے مطابق مُنجی کے دانہ نے تو کئی ایک بیج پیدا کر کے مزید کئی ایک دفعہ بونے کیلئے موقعہ پیدا کر دیا۔ اور یہ چکر اسی طرح سے برابر چلتا رہا۔ بعین ہی انسان کے کرموں پر مثال آتی ہے۔ یعنی جیو آتما اِس انسانی چولے میں جو بھی کرم کرتی ہے اُس پر تمام موہ مایا اور اگیا

ودیش۔ کام۔ کرودھ۔۔ لوبھ اہنکار سے ملبوس ہوتا ہے

لہٰذا یہ بیج سخت کرم کی شکل میں اُسے مُنجی کے دانہ کی طرح بار بار جنم مرن کے چکر میں ڈالتے رہیں گے۔ اور وہ جیو اسی طرح چوراسی لاکھ جونی کے بندھن میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف چاول کا دانہ بالکل ننگا اور صاف ہونے سے جیسے نہیں اُگتا اِس طرح جیو اگر وہ مایا اگیا دی تمام ملوں سے رہت ہو کر جو بھی کرم کرتا ہے۔ جیسے مُنجی کی شکل میں اُس چاول

کے دانے کے اوپر کا جو چھلکا ہے۔ وہ اس جیو آتما کے تمام وکاروں کے سمان سمجھیں۔ نتیجہ یہ کہ ان بندھنوں کا کارن یہ چھلکا روپی موہ مایا سے رہت یعنی تمام وشیوں ہی قرار ہوئے آخر جیسے چاول بالکل نرلیپ آئندہ کے لئے جنم نہیں لے سکتا۔ اس طرح یہ جیو آتما بھی ہرگز دوبارہ جنم نہیں لے سکتا۔ اُسے کوئی ایسا چولا نہیں مل سکتا۔ بشرطیکہ وہ ان تمام وشیوں سے رہت آپا بھاؤ کو تیاگ کر جتنے بھی کرم کرے گا۔ یعنی بیج کا شکل میں بوئے گا۔ وہ آئندہ چوراسی کی یونی کو ہرگز نہیں بھوگ سکتا۔

بلکہ موکش پد کو پراپت کرے گا۔ اور اس کی آتما آنند سے شانت ہو سکتی ہے یعنی مکت ہو سکتی ہے۔ بھگوان کرشن شری مدبھاگوت گیتا کے تیسرے ادھیائے کرم یوگ کے سمبندھ میں ارجن کو اپدیش دیتے وقت صاف صاف فرماتے ہیں۔

"کہ جو کرم بھگوان کے نمت نہیں کئے جاتے۔ وہ ہی مانشیہ کو اس آواگون کے چکر میں باندھتے ہیں۔

اور دوسری جگہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ جو کیول اپنے لئے ہی بھوگ جمع کرتے ہیں۔ وہ شخص پاپ ہی پاپ بھوگتے ہیں۔ اے ارجن! تو اناسکت بدھی کر کرم کرتا جا۔ اس پرکار کرم کرنے سے مانشیہ پرماتما کو پراپت کر پاتا ہے"۔

نشکام کرم کرنے والے پُرش کے لئے کرموں کا نہ تو بیج ناش ہوتا ہے۔ اور نہ ان کا پھل ہی اُسے بھوگنا ہوتا ہے۔ اس لئے نشکام کرم روپی دھرم کا تھوڑا سا بھی سادھن جنم مرن کے بھاری بھئے سے مانشیہ کو بچاتا ہے

۶۔ لگاچت کرم

کرودھ اور تیبر بھاونا سے کرموں کا بندھن سخت ہو جاتا ہے۔ یہ کرم زیادہ تر من ہی کرتا ہے اور اس کا بانی مبانی من ہوتا ہے۔ یعنی من کے ذریعہ کئی ایک قسم کے [illegible] خیالات جمع ہوتے ہیں [illegible]

میں ہو کر آتما کو اتنا دبا لیتے ہیں۔ یا اس پر لپیٹ جاتے ہیں۔ جو کہ پشچاتاپ کے چلے
سے بھی نہیں چھوٹ سکتے۔ اُن کے لئے تو پھر باقاعدہ طور پر جیسے وہ آہستہ آہستہ
پیدا ہو کر لپیٹے گئے تھے۔ اب دھیرے دھیرے اچھے کرموں کے ذریعہ ہی اتارنے
ہوں گے۔ یعنی آتما کو صاف کرنا ہوگا۔ ایسے کرموں کا پھل اوشیہ ہی بھگتنا
ہوتا ہے۔ جیسے کہ مثال کے طور پر ایک پہلوان کشتی کے لئے تیار ہوتا ہے۔
اپنے شریر پر تیل کی مالش کرتا ہے۔ اُس تیل ملے شریر پر مٹی کے پرمانوں
لگ جاتے ہیں۔ یعنی تیل لگا کر اُس نے مٹی کو لپٹنے میں مدد دی ہے۔ اب
وہ مٹی کو اگر کہے کہ میں اسے فوراً جھاڑ لوں اور بدن کو شُدھ کر لوں۔ مگر نہیں
اُس کے اتارنے کے لئے تو اُسے صابن اور پانی کی ضرورت پڑے گی۔
تب جا کر وہ سوچھ ہوگا۔ نرمل بنے گا۔ لہٰذا یہ نکاچت کرم ایسے ہیں۔
جیسے ایک بھاؤ یا وچار اچھا یا بُرا جو بھی من میں پہلے اتپن ہوتا رہتا ہے۔
اور پھر آخر جا کر انسان اُسے عملی عمل میں لے آتا ہے۔ تو اس قسم کے جو
بھی وہ کرم کرتا ہے۔ اُس کا اثر اُس کے وچاروں پر پڑتا ہے۔ اُس کے خیالات
اُسی سانچے میں ڈھلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اچھے وچاروں سے وہ کرم بھی
اچھے کرنے لگتا ہے۔ اور بُرے خیالات سے انسان بُری سنگت اختیار کر کے
مزید بُرے کرم کرنے کا مستوجب ہو جاتا ہے۔ اب اسی طرح وچاروں کے
ذریعہ ہی گندے کرم ہو گئے۔ لہٰذا اپنی عادات میں جیو پھنس جاتا ہے اس
کے من پر میل اس قدر دھنس جاتی ہے۔ اگیانتا کا جال اسی طرح سے چھا
جاتا ہے۔ کہ یہ جیو اپنے اصل روپ کو بھول کر ہر وقت من میں بُرے وچار
ہی کرتا رہتا ہے جیسا کہ بھگوان شری کرشن نے گیتا میں فرمایا ہے۔

دوہا:-
من کی یہ کلپنا جان۔ من تیرے گن میں رہے سمان
من ہی بیرست۔ من ہی دیتے۔ من ہی شتر کی جانے نگوتے
من ہی کرت شری چترائی۔ من ہی جیو کو رہے بھرمائی

من ہی اشتھر کرو ھتنے ۔ من کو باندھو کرم کے پھندی
من سے پھل کی آشا چھاڑ ۔ من شبھ کرم لگا ڈھاڑ

5- نِدت کرم

یہ وہ کرم ہیں۔ کہ جو من سے کرنے کے لیے ہی فوراً پراشچت کرنے سے انشٹ ہوجاتے ہیں۔ یعنی جھڑ جاتے ہیں۔ جیسے خشک کپڑے پر آندھی آنے سے مٹی پڑ گئی۔ آندھی بند ہوجانے پر آپ جھٹکا مارتے ہیں اور وہ تمام ریت اور مٹی جو کپڑوں پر پڑی تھی۔ یکدم جھڑ گئی۔ اسی طرح سے نِدت کرم بھی پراشچت کا جھٹکا دینے سے جھڑ جاتے ہیں۔ جیسے چلتے چلتے کسی آدمی نے کسی خوب صورت عورت کو دیکھا۔ عورت کے حسن اس کی خوبصورتی بناؤ سنگھار کو دیکھ کر اُس کے من پر کام نے ساتھ دیا گندی بھاونا آگئی اب اِس بھاونا سے کرموں کے پرماڻوں کا چھوا آتما پر آگیا مگر تھوڑی دور جا کر اس کے ضمیر یا آتما نے اِسکو دھتکارا۔ کہ تو بہو بیٹیوں والا ہے۔ یہ تو کتوں جیسا کام تو نے کیا کیا؟ تو بڑا ابرا اور ہیچ ہے۔ ایسی بھاونا یا گندا اچار تجھے ہرگز لازم نہیں تھا۔ سو اسی اندرونی دھتکار سے وہ سمجھ گیا۔ اُس نے پشچاتاپ کر لیا۔ اپنے من کو دھتکارا اور آتما کو من کے اوپر بادر کر لیا۔ اب اس پشچاتاپ کے جھٹکے سے اُس آتما سے وہ کرموں کے پرمانو فوراً جھڑ گئے۔ جیسے کہ اوپر مثال آندھی کی ریت سے تشبیح دی گئی ہے۔ لہذا ایسے ندت کرموں کا بندھن ہرگز نہیں

پڑتا اور یہ اپنا پھل یعنی اثر ڈالے بغیر ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ مگر جیسے پیچھے ندت کرموں کے سمبندھ میں بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ ایسے بُرے بھاؤ من پر آنے کے بعد اگر عملی طور پر کیا گیا۔ اوشیہ ہی پھل دایک ہوتا ہے۔ یعنی کہ آتما بار بار اِن کرموں انوسار ہی چکر میں پڑی رہتی ہے۔ مہاپرش فرماتے ہیں کہ اے انسان۔ ؎

من جائے تو جان دے درڑھ کر رکھ شریر۔
چلا باجھوں نا نکا۔ کیا کرے گا تیر

مطلب صاف ظاہر ہے۔ کہ من کے پیچھے شریر کو مت جانے دے جیسے کہ ایک تیر ہاتھ میں ہے۔ اور کمان ساتھ ہی ہے۔ اگر دونوں کو ملا چلا چڑھاؤ گے۔ تو ہی وہ تیر باہر نکلے گا۔ وگرنہ وہاں پڑا رہے گا۔ اِس طرح من بھی اگر چلا جائے۔ تو شریر کو تھام لیں۔ یعنی عملی طور پر ندت کرم کی شکل میں اپنے آپ نہ پھنسائیں۔ جیسے پیچھے آپ پڑھ آئے ہیں۔ بھگوان کرشن جی نے بھی ارجن کو صاف صاف بتلایا ہے کہ انسان جس کے خیالات پرمارتھی اور دھارمک بن چکے ہیں۔ سو اُن پوتر وچاروں کا عکس اُس کے من پر پڑتا ہے۔ آخر من کا پربھاؤ اس کی آتما پر پڑے گا پھر یہ جیو آتما ہر وقت شبھ کرموں کی لہروں میں نکلتا چلا جائے گا۔ اور جیسے جیسے اس نیک مقصد میں ترقی کرے گا۔ وہ پرماتما کے نزدیک تریں آتا جائے گا۔ اور ساتھ ہی وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس قسم کا پُرش جو کہ ابھی اتنی پوری کمائی کر نہیں پایا۔ اور راس ادھوری

کمائی میں ہی پران تیاگ دیتا ہے - تو پھر بھی سورگ ام ملیتا پہنچ
کر کچھ دیر ان سکھوں کو بھوگتے ہوئے پھر اپنے کرموں انوسار ایک مہان
یوگی کی کل میں جنم لے گا - اور پھر چونکہ اُس کی آتما شروع سے ہی
شدھ اور پوتر ہے - وہ اس گزشتہ اپنے مشن کو یا ادھورے کام کو نیک کمائی
سے پورا کرنے لگے گا - وہ خود تو ایک پوتر اور شدھ آتما ہے - اور اپنی
روشن ضمیری سے دوسروں کو بھی روشن کرے گی - سینکڑوں اور ہزاروں
بھٹکتی ہوئی روحوں کو بھی شانتی کا راستہ دکھائے گی - اور اسی طرح
درجہ بدرجہ نیک کمائی کرتے کرتے پھر اپنے نج دھام کو انیک روحوں
کا اُدھار کر کے آنند مے شانت ہو جائے گی - پربھو پریمیوں!
ہم سنساری لوگ روزانہ نت گیتا کے پاٹھ کرتے ہیں - اور شبھ رامائن
دشٹری گورو گرنتھ صاحب جی کی بانیاں پڑھتے ہیں - مگر اس پاٹھ یا اُن
مہاپرشوں کی بانیوں کو صرف پڑھ کر ہی یہ سمجھتے ہیں - کہ ہمارا کرم تو
پورا ہو گیا - نہیں بھائی! اِن وچاروں کو سمجھیں کہ اُن تمام بانیوں اور
گرنتھوں میں سے کیا آواز آتی ہے - اور ہم کو کیا چیز حاصل ہوتی ہے - یہ
جتنے بھی اونچے سدھانت ابھیاس مارگ ہمارے سامنے ہیں - رشی
مہرشی ابھیاسی سادھو سنت مہاتماں ہمارے لئے زندہ مثالیں ایسی
چھوڑ گئے ہیں - وہ ہم لوگوں کو اس اندھیرے کنوئیں میں سے باہر نکالنے
کے لئے ایک ایسی روشنی کی جھلک دکھلاتے ہیں - اگر ہم اُن کے
اِشاروں کو سمجھیں اُن کی پوتر بانیوں کو گرہن کریں - اور اُن کے منوہر

وچنوں کا آدھار یا آسرا لے کر پورا پورا عمل کریں اپنے لیئے یا اپنی آتما کے لئے ایسے شبھ کرموں کا دھن اکٹھا کرتے جاتے ہیں۔ تو ضروری امر ہی کہ ابھیاس کرتے کرتے آہستہ آہستہ نیک کمائی کرنے کے بعد ہم بھی اُسی منزل تک پہونچ سکتے ہیں۔ آخر ہمارے اندر بھی اُسی طرح وہی پرماتماں کی شکتی روپی آتما موجود ہے۔ ہم بھی ویسے ہی طاقت رکھتے ہیں۔ لیکن نہیں! ہم سنساری لوگ موہ مایا کے بندھن کے جال ہی ترشنا روپی ڈائن کے بس میں ہو کر اس قسم کے کرم کرنے لگتے ہیں جس سے ہماری آتما اتنی زبردست نیچے دب جاتی ہے۔ وہ اصل روشنی یا کرنٹ اس طرح سے مدھم ہوتے ہوتے ختم ہو جاتی ہے۔ کہ بجائے ہم ترقی کر کے اُسے اوپر لانے کی کوشش کریں۔ اور اُس کی صحیح آواز کو پہچانتے ہوئے باہر نکالیں۔ تاکہ آئندہ کے لئے موکش کے راستہ کو تلاش کرنے کی کوشش کی جاوے۔ بلکہ نہیں یہ بندھن ہم لوگ اپنے اوپر لپیٹے جاتے ہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے اپنی آتما کو چوراسی کے چکر میں ڈال دیتے ہیں۔ لیکن مہاپرش اس جیو کو چتاونی دیتے ہیں۔

لکھ چوراسی بھرمتیاں۔ درلبھ جنم پایو
نانک نام سنبھال تو سو دن نیڑے آیو

ارے بھائی! اُس پرماتما کی رچی ہوئی سرشٹی کے اندر مانشیہ کو بڑی دشینتا دی گئی ہے۔ کیا وجہ؟ مہاپرش فرماتے ہیں کہ یہ انسانی چولا انسان کو چوراسی لاکھ جونی کے بعد ملتا ہے۔ یا اِس جیو کو انسانی

جونی کی پراپتی ہوتی ہے - اور اِس انسان میں اتنی طاقت ہے - کہ
پرماتماں کو حاصل کر سکتا ہے - بھگوان تک اِس کی رسائی ہو سکتی ہے
یہاں تک اُس کو شش بتلایا گیا ہے کہ اِندر لوک میں تو اس کے رہنے
والے دیوی دیوتے بھی اِس مانشیہ جونی کی پراپتی کے لئے اُس بھگوان
کے چرنوں میں پراتھنا کرتے ہیں حالانکہ اُن کو سورگ لوک میں کوئی
دکھ نہیں ہے - بلکہ ان کو انیک پرکار کے سنساری سکھ حاصل ہیں۔
لیکن پھر بھی وہ بھگوان کی بھکتی نہیں کر سکتے - کیونکہ مانشیہ تن ہی اُس
موکش دھام تک پہونچنے کیلئے ایک سیڑھی کا کام دیتا ہے - اِس
لئے اے انسان! اگر تو چاہے تو اِس منزل کو عبور کر کے ہمیشہ کیلئے
جنم مرن کے چکر سے چھوٹ سکتا ہے - اور اگر چاہے تو دھڑام سے
نیچے گر کر لاکھوں جنموں کا بھار اپنے اوپر لے سکتا ہے - یہ سب ہی تیرے
موجودہ کریہ مان کرموں پر ہی منحصر ہے جیسی کمائی کرے گا - ویسا
ہی پھل ملے گا - ہاں تو سوال کرموں کا چل رہا تھا - کہ کرموں ہی سے
یہ کٹھن منزل طے ہو سکتی ہے - لہٰذا اگر کرم ہی جیو آتما کو بندھن میں
ڈالتے ہیں - اور کرم ہی بندھن سے چھڑاتے ہیں۔

اب ذرا دوسرے سوال کی طرف آئیے

کرموں کے پرمانوں جیو اور آتما کا سمبندھ

پربھو پریمیو! آپ روزانہ مثالیں دیکھتے ہیں - کہ ایک چور نے چوری
کی یا ایک قاتل نے کوئی ایسا بڑا قتل کر دیا - جس کے طفیل اُسے

ہر حالت میں جیل کی کال کوٹھڑی میں ٹھونس دیا جاتا ہے۔ بعین ہی جیو آتماں بھی چاہے پہاڑوں پر چڑھ جائے۔ سمندر میں غوطے مارے لیکن کئے ہوئے کرموں کا بھوگ اُسے ہر حالت میں ضروری طور پر بھوگنا پڑتا ہے۔ آتما کا تعلق کرموں کے ساتھ ٹھیک اسی طرح سے ہے۔ بالفرض گائیوں کا ایک جھنڈ ہے۔ عام طور پر اُسے وگ یا اجڑ بھی کہتے ہیں اب اِس میں ہم ایک بچھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ فوراً ہی اِدھر اُدھر ڈھونڈھ کر اپنی ماں کو پالے گا۔ اُسے آخر اپنی ماں کے ملے بغیر کسی دوسری جگہ کوئی تسلی نہیں ہوگی۔ چین نہیں ملے گا۔ ایسے ہی کرم بھی کرنے والی آتماں کے پیچھے چالے ہیں۔ اِس آتما نے وہ پہلے کرم اوشیہ ہی نئے چولوں میں بھگتنے ہیں۔ اِسے روکنے کی کوئی بھی طاقت نہیں ہے جو کہ آتماں کو اِن بندھنوں سے آزاد کرا سکے۔ آتما خود ہی کرم کرتا ہے۔ اور خود ہی بھوگتا ہے۔ آتما کے ساتھ کرموں کا تعلق انادی کال سے ہی چلا آرہا ہے۔ جیو آتما نئے کرموں کو کرتا ہے۔ اور گذشتہ سنچت کرموں کو بھوگتا بھی ہے۔ یہی ریتی اُس قدرت کی رچی ہوئی ہے۔ جس سے یہ سارا اسنسار کھڑا ہے کرم اپنے پرمانوں بدلتے رہتے ہیں جیسے کہ ایک دریا کا پانی خوب تیزی کے ساتھ چلا جا رہا ہے۔ دریا کے کنارے کھڑے ہو کر غور سے دیکھو تو پانی لمحہ بلمحہ تبدیل ہو رہا ہے۔ یعنی جو جل چھن بھر یہاں تھا فوراً ہی آگے چلا گیا اور اُس کی جگہ دوسرے جل نے لے لی ٹھیک اِسی طرح سے کرموں کا پرواہ بھی آتما کے ساتھ انادی کال

سے چلا آرہا ہے۔ کرم تو پانی کی طرح بہتے رہتے ہیں۔
اب اور دیکھئے ایک تالاب ہے۔ اُس کے اندر پانی ہے۔ دوسری
طرف ایک نالی لگی ہوئی ہے۔ جہاں سے یہ پانی آتا ہے۔ اور تالاب
میں داخل ہوتا ہے۔ اگر آپ تالاب کے پانی کو خشک کرنا چاہیں
یا چاہتے ہیں۔ کہ تالاب خشک ہو جائے تو سب سے پہلے اُس موری
یا اُس نالی کو بند کرنا ہوگا۔ جس سے پانی تالاب میں داخل ہوتا تھا۔ پھر
سورج کی تپش سے یا کسی دوسرے طریقے سے ہی پانی کو باہر نکالا جاوے
گا یا ختم کیا جا سکتا ہے۔ مطلب کیا ہوا؟ کہ نئے پانی کا آنا بند کیا۔
اور پہلے پانی کو بند کرنے کے لئے کوئی طریقہ اختیار کیا گیا۔ ٹھیک
اسی طرح سے کرموں کے پرمانو یعنی جیو آتما کے ساتھ لپٹے رہتے
ہیں۔ اس خاطر اب اُسے مشترکہ نام ہی یعنی جیو آتما ہی پکارا جاتا ہے۔
لہٰذا آتما کو ان پرمانوؤں یعنی جیوؤں سے ہٹا کر یا صاف کرنے کے
لئے نئے کرموں کا اُس کے اوپر بیٹھنا یا جکڑنا بند کرنا ہوگا اور جو کرم
پہلے آتما کے ساتھ لگے ہیں۔ اُنھیں یکتی انوسار ہی ختم کرنا ہوگا جیسے
پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ من بانی اور شریر یعنی تین طریقوں سے ہی کرم
اتپن ہوتے ہیں۔ اور اندریوں کو وش میں کر کے انسان انھیں اپنے
کنٹرول میں رکھ کر ہی نئے بُرے کرم روک سکتا ہے۔ اور سنیم تپ
سد ہمیریہ سرمائم بعض لوگ ابھیاس دوارا ہی گذشتہ کئے ہوئے کرم
نشٹ ہو سکتے ہیں۔ پھر کرموں کا پردہ ہٹنے پر یعنی آتما نربیپ ہو جانے پر

اپنے اصلی شدھ سروپ پرماتما میں جا لین ہو سکتی ہے۔ اور تمام آتما
کے گن یا پرماتما کے گن پرگٹ ہو جاتے ہیں۔ جیسے سورج یا چاند
کے اوپر بادلوں کے آجانے سے اُن کی روشنی کا پرکاش زمین
پر نہیں پڑتا۔ چاہے اندرونی طور پر کاش تو باقاعدہ قائم ہے لیکن
بادلوں کی دیوار نے دونوں کے درمیان ایک پردہ سا ڈال دیا ہے
اسی طرح آتما بھی جو کہ چیتن سروپ ہے۔ پرماتما کی ایک کرن ہے۔
انش ہے۔ اُس کے اصلی گنوں پر کرموں کا جال پڑنے سے آتما کا پرکاش
یا آنند چھپ جاتا ہے۔ اور جب تک کرم کٹ کر الگ نہیں ہو جاتے
تب تک آتما آواگون کے چکر میں گھومتی رہے گی یعنی بار بار جون
دھارن کرتی رہے گی۔ جیسے سنت کتھن کرتے ہیں

جیوں جل میں جل آئے کھٹانا
تیوں جوتی سنگ جوت سمانا
مٹ گئے گون پایا بسرام
نانک پربھ کے سد قربان

جیسے پانی آخر پانی میں جا کر سما جاتا ہے۔ اور جوت جوت میں مل کر
ایک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہ آتما بالکل کرموں کے بندھن سے
نرلیپ ہو کر پرماتما کے ساتھ مل سکتی ہے چنانچہ ایک انگریزی کی
پستک میں بھی صاف صاف لکھا ہے۔

"My own self is the river VATARNI, My own self is the KUR-SAMTI, My own self is the Miraculous cow-KAM-DUGDA & My own self is the NANDNA, PARK, My own self is the door & Undo

of MISSERY & HAPPINESS. My own self is the friend or FOE. According as I act WELL or BADLY.

مطلب صاف ظاہر ہے۔ کہ اپنی آتما ہی ندی ویترنی ہے۔ اپنی آتما ہی کوٹ سالمل ورکش ہے۔ اپنی آتما ہی کام دھینو گائے ہے۔ اپنی آتما ہی سورگ کا نندن بن ہے اپنی آتما ہی کرموں کو بھوگتا ہے۔ اپنی آتما ہی دُکھ پیدا کرتا ہے۔ اور اپنی آتما ہی شانتی پیدا کرتا ہے۔ اور اپنی آتما ہی متر ہے اور اپنی آتما ہی شترو ہے۔ اپنی آتما ہی دُراچاری ہے۔ اپنی آتما ہی سداچاری ہے۔ انسان چاہے تو نرک کا دُکھ بھوگ سکتا ہے آتما چاہے تو انسان سے بھگوان بن سکتا ہے اور آتما چاہے تو انسان شیطان بن سکتا ہے جو کہ سب انسان کے کریہ مان کرموں پر ہی منحصر ہے۔ غرضیکہ اس مانشیہ چولے میں ہی مزید بندھن میں جا سکتا ہے یا اسی چولے میں ہی مکتی کا راستہ کھولا جا سکتا ہے

آتما اور پرماتما

گرنتھوں کو غور سے پڑھیں تو صاف ظاہر ہے کہ جیو آتما کا انش ہے۔ یا اس کا ایک حصہ ہے۔ یہ کرموں کے چکر میں پھنس کر بار بار جنم مرن کے بندھن میں گرفتار ہوتا رہتا ہے۔ انیک پرکار کے دکھ اُسے سہن کرنے پڑتے ہیں۔ انش کا انشی کے ساتھ ہی ملاپ ہو جائے۔ تب جا کر مکمل شانتی ہوتی ہے! جیو اپنے کرموں کے بندھن سے آزاد ہو کر اپنی آتما کے ساتھ جب مل جاتا ہے۔ تو اُسے مکمل سکھ ملتا ہے۔ اسی طرح آتما اور پرماتما میں بھی کوئی بھید نہیں ہے در اصل آتما ہی پرماتما کی کرن ہے

جیسے کُل سنسار میں ایک ہی سورج ہوتا ہے۔ اور اُس کی کرنیں تمام دنیا میں جاکر اُجالا کرتی ہیں۔ روشنی بہم پہونچاتی ہیں۔ ٹھیک اسی طرح پرماتما کی شکتی ہی یعنی روح یا آتما ہی تمام نباتاتی۔ حیواناتی۔ اور انسان میں موجود ہے۔ جیسے کہ صفحہ ۲۰،۲۱ پر مفصل روشنی ڈالی جاچکی ہے۔ ہاں! تو آتما یعنی پرماتما تک پہونچ جانے کے لئے ہی اس جیو کو ایسے کام کرنے ہیں۔ اپنے آپ کو اس قسم کے سانچے میں ڈھالنا ہے۔ جس درمیانی دیوار روبی کرموں کا آنا بند ہو۔ اور گذشتہ سنچت کرم ختم ہو جائیں۔ تب جاکر اُس جیو کو مکمل شانتی مل سکتی ہے۔ ورنہ اُسے اِدھر اُدھر بار بار بھٹکنا ہوگا۔ ٹھوکریں کھانی ہونگی۔ اور کئی قسم کے دُکھ سہن کرنے ہونگے۔ جیسے کہ مثال یہ ہے کہ ایک جگیاسو ایک ندی کے کنارے سیر کو جارہا تھا۔ جل بڑی تیزی سے چل رہا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ تو اتنی تیزی کے ساتھ کدھر کو جارہا ہے۔ تو پھر جل یعنی پانی نے جواب دیا۔ کہ میں اپنے نج دھام کو جارہا ہوں۔ جہاں سے میں آیا ہوں۔ وہاں پر واپس جارہا ہوں۔ اس جواب کو سن کر اُس جگیاسو کے دل میں اور سوچ پیدا ہوئی۔ اور پھر سوال کیا۔ کہ اے بھائی! تو، تو شمال کی طرف سے آرہا ہے اور جنوب کی طرف جارہا ہے۔ یہ کیا عجب بات ہے۔ کہ جہاں سے آتا ہوں وہاں ہی واپس جارہا ہوں،، ذرا اچھی طرح سے سمجھائیے آخر پھر ان لگا کہ دیکھو جی میں اصل میں ہے سمندر

کا جل تھا سورج کی تپش سے میں بخارات بن کر اوپر کو اُٹھا۔ آکاش میں بادلوں کے روپ میں آیا۔ پھر ہوا کی لہروں کے ساتھ پہاڑ سے ٹکرایا۔ پھر نیچے سرد ہوا کی صحبت میں ہونے سے پانی کی شکل میں بارش بن کر پرتھوی پر گرا۔ اور ندی نالوں کی شکل ہو کر پہاڑوں میں سے کئی طرح کی ٹھوکریں اور بل کھاتا ہوا آخر اب میدان میں آ گیا ہوں اب میرا جوش پہلے سے کچھ ٹھنڈا ہے۔ لیکن پھر بھی انیک پرکار کی عبوریاں طے کرتا ہوا اپنے نج دھام کو واپس جا رہا ہوں اور جب تک سمندر میں جا کر پانی کے ساتھ ملاپ نہیں کر پاتا۔ مجھے صحیح شانتی نہیں آئے گی۔ وہاں پھر میں مکمل شانت روپ بن جاؤں گا۔

اِس تمام درشٹانت سے اُس جگیاسو کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور فوراً ہی ان سنسار جیووں پر دھیان کیا۔ کہ یہ واستو میں آتما پرماتما سے اور جیو آتما سے جہت دور ہو کر نہایت دکھ پا رہا ہے۔ اور اسی طرح کرم کے بندھنوں میں بندھے جا رہا ہے۔ چونکہ وہ اگیانتا اور بھرموں میں آ کر اپنے اصلی دیش کو بھول چکا ہے۔ سنساری مایا نے اُسے گمراہ کر دیا ہے وہ صرف اپنے شریر کی پالنا پوسنا کو ہی اپنی زندگی کا مقصد سمجھ بیٹھا ہے۔

ارے بھائی:۔ پیٹ تو سب جانور بھی بھر لیتے ہیں۔ وہ بھی اپنے بال بچوں کے موہ پیار میں جکڑ کر ون رات اسی چکر میں رہتے ہیں۔ لیکن تو بھی اُن کے

پیار کی کوئی حد ہوتی ہے۔ جانور یا پرندے بھی جس وقت اپنے بچوں کو کھانے کمانے لائق دیکھ لیتے ہیں۔ تو وہ بھی انہیں ٹھوکریں مار کر یا نفرت کی نگاہ سے دور کر دیتے ہیں یا پرے پھینک دیتے ہیں۔ مگر اے انسان تو نے اگر روٹی کپڑے کا مسئلہ ہی انسانی زندگی کا لکش سمجھ لیا ہے تو کون سی بہادری کر لی۔ یہ کام تو دوسری تمام جونیوں میں پہلے بھی تو تو کرتا آیا ہے۔ مالک نے تجھے یہ انسانی چولا اس خاطر نہیں دیا۔ بلکہ تجھے اس سنسار میں سب سے مکھیہ کام تو اس چوراسی کے بندھن کو توڑنے کا یا چوراسی کے چکر سے اپنے آپ کو آزاد کرانے کے لئے ہی بھیجا تھا۔ لیکن افسوس کہ تو کن بھرموں میں پڑ کر یہ موہ مایا کا جال یا اپنے لئے مزید کانٹے بو رہا ہے۔ اور کھانا پینا ہی اپنی زندگی کا مقصد یا مشن سمجھ بیٹھا ہے۔ سنت کتھن کرتے ہیں کہ "کھانا پینا زندگی کے لئے ہے۔ نہ کہ زندگی کھانے پینے کے لیے"

ایک بزرگ کا قول ہے۔ **شعر**

؎ خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است
تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

ارتھ۔ کھانا پینا اس لئے ہے کہ زندگی قائم رہے۔ اور زندگی اس مالک کی یاد کے لئے ہے۔ پرنتو مانشیہ بھول کر یہ سمجھ رہا ہے کہ میری زندگی ہی کھانے پینے اور موج اڑانے کے لئے ہے یہ اس کی بڑی بھول ہے۔ کھانا پینا جینے کے لئے ہے جینا کھانے پینے کے لیے نہیں ہے

بلکہ جینا تو اُس مالک کی یاد کے لئے ہے اِس لئے اے انسان! تو ایسے کرم کیوں کرتا جا رہا ہے۔ جس کے پرمانو یعنی جیو تیری آتما کو مزید اوجھل کر رہے ہیں اور اُسے اپنے چنگل میں بُری طرح سے گرفتار کر رہے ہیں جب تیری آتما دب گئی اور پھر پرماتما سے کروڑوں کوس دوری پر چلا گیا چاہیے تو یہ تھا تو ایسی بھگتی۔ یا سادھنا سے پہلے وہ مایا کے جال کو ختم کرتا۔ گذشتہ سنچت کرموں کے پردہ کو اپنی آتما سے ہٹانے کی کوشش کرتا اور پھر اپنی آتما کو شدھ اور پوتر بنا کر پرماتما کی نزدیکی حاصل کرتا پھر تیری آتما ہمیشہ کے لئے پرماتما کے چرنوں میں نواس کر لیتی اور ہمیشہ کے لئے مُکت ہو جاتی۔ اُسکو اکمل شانتی مے ہو جاتی جیسے ایک کومی نے کہا ہے ۔

بے خودی چھا جائے ایسی۔ دل سے مٹ جائے خودی،

اُن کے ملنے کا طریقہ۔ اپنے کھو جانے میں ہے

مانو کہ ایک لفظ خدا اور دوسرا جُدا ہے فرق صرف ایک نقطہ کا ہی ہے جس نے ایک دوسرے کے درمیان کتنا فرق ڈال رکھا ہے ایسے ہی آتما اور پرماتما میں بھی فرق پڑ گیا ہے۔ واستو میں دونوں ایک روپ ہیں۔ مگر درمیانی نقطہ نے فرق ڈال دیا ہے۔ جو کہ بھرم ماتر ہے۔ شعر

جُدا نہ تجھ سے ہوا میں ہرگز نہ مجھ سے تیری جدائی ہوگی۔

کیا جو تُو نے خودی کے باہر۔ تو میرے ہاں بھی خدائی ہوگی

آتما کی پرکھ

جو انسان اپنی آتما کو پرکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ دوسروں کے دوشوں
کو دیکھتا نہیں۔ بلکہ ہر سمے اپنے من کی میل کو باہر نکالنے کا ہی یتن
کرتا رہتا ہے۔ کوئی بھی لمحہ ایسا نہیں جانے دیتا جس سے وہ کچھ نہ کچھ
نیک کمائی کا بیج پیدا نہ کرے۔ اس بیج سے اس نے اچھے سنسکاروں
کا ایک ایسا پودا کھڑا کرنا ہے۔ اور پھر پریم بھگتی کا امرت رس
پان کرا اسے سوانس سوانس سے آہستہ آہستہ سینچتے جانا ہے۔
آخر وہ ایک ایسا شتیل درخت بن جائے گا۔ جس کے تنے اور
پتے خوب بڑے ہو کر کئی ایک پرانیوں کو بھی اپنی ٹھنڈک دیکر اُن
کی بھڑکتی آتما کو شانتی دے سکیں۔ جیسے کہ کبھی آپ کشمیر کے علاقہ
میں جاویں تو وہاں پر چنار کے درخت آپکو بہت بھاری تعداد
میں نظر آئیں گے۔ اُن کی خاص تاثیر یہ ہے کہ چاہے باہر کتنی
زبردست گرمی کیوں نہ ہو۔ انسان گرمی سے جبکہ گھبرایا ہوا ہوتا
ہے۔ پیاس خوب لگتی ہے۔ مگر جس وقت اس سایہ دار درخت
کے نیچے آکر بیٹھ جاتا ہے۔ تو اس کا ہر ایک انگ ٹھنڈک
محسوس کرنے لگتا ہے۔ بھوک پیاس تو کہاں وہاں پر بیٹھنے
سے ایسا آنند آتا ہے۔ اور انسان مست ہو کر سو جاتا ہے۔

اِسی طرح شبھ سنسکاروں کا یہ امبار بھی جہاں ایک آتما کو شدھ کر دیتا ہے اُس آتما کے اوپر سے تمام قسم کے سنکلپ وکلپ مل وکشیپ اتیادی تمام قسم کی بُرائیاں دور ہو کر یہ آتما ایک پوتر روپ اختیار کر لیتی ہے گویا وہ شدھ اور پوتر آتما جس کی بخشش سے کئی ایک دُکھیا بھی اس دُکھ روپی سنسار کے بندھن سے ہمیشہ کے لئے مکت ہو جاتے ہیں۔ گو اِس زمانہ میں جب کہ گھور کل جگ نے اپنا ڈیرہ ڈال رکھا ہے۔ ہر ایک پرانی پاپوں کی ندی میں بالکل اندھا ہو کر غوطے کھاتا جا رہا ہے۔ ایسی امول روحیں بہت کم نظر آتی ہیں۔ بلکہ دُرلبھ ہوتی ہیں۔ لیکن انصاف قدرت نے جہاں ہمیں آگ مہیا کی ہے وہاں پانی بھی اُسے ٹھنڈک دینے کے لئے بخشا ہے۔ جہاں گرمی کا موسم سردی کے انبار کو ختم کر دیتا ہے۔ اور جنتوؤں کو گرم کرتا ہے وہاں گرمی کے بعد پھر سردی بھی ضروری درکار ہوتی ہے۔ اسی طرح جہاں انسان سارا دن کام کرتے کرتے تھک جاتا ہے اگر اُسے آرام کے لئے کوئی موقعہ نہ ملتا۔ تو یقیناً یہ سرشٹی ہی پلٹ جاتی لہٰذا قدرتی نیم انوسار رات اِسی لئے مقرر ہے کہ تھکا ماندہ انسان اور جانور وغیرہ اپنی دن بھر کی تھکاوٹ کو دور کر کے دوسرے کام کے لئے پھر تر و تازگی حاصل کر لے۔ لہٰذا ہمیں یہ بات بھی ماننی پڑے گی۔ کہ جب قدرت کی طرف سے ایسا ہی کال اور مایا کا چکر چلا رہا ہے۔ یہ آتما بار بار چولا بدلتی رہتی ہے۔ اور جیو اپنے کرموں انوسار

ڈکھ سکھ برابر بھوگتا ہے۔ تو آخر کوئی نہ کوئی ذریعہ اس چکر سے نکلنے کا ہونا بھی ضروری امر ہے۔ کوئی نہ کوئی ایسی اوچیہ ہستی اِستھادھ آتما یا پرماتما کی ایسی خاص شکتی کا بھی ہونا لازم ہے۔ جس کے طفیل یہ یہ بندھن کاٹا جا سکے۔ یا کوئی نہ کوئی زبردست طاقت اِس سنسار سمندر سے بھولے بھٹکے جیووں کو باہر نکال سکے۔ قدرتی اصول کے مطابق اِس گھور کلجگ زمانہ میں یہ انمول ہیرا ابھت ہی دُرلبھ ہوتا ہے۔ پھر بھی یہ بات تو ہم کو سویکار کرنی ہی پڑے گی۔ کہ جیسے ایشور نے دوسری تمام باتیں پوری پوری انصاف پر قائم کر رکھی ہیں۔ اور ہر اک چیز اپنا اپنا فرض ادا کر رہی ہے۔ ایسے ہی کوئی نہ کوئی اوچیہ ہستی وہ شدھ اور پوتر آتما اِسی سنسار میں موجود ہے۔ وہ اوتار دھارن کر چکی ہے۔ جس کے پرکاش سے سرشٹی کھڑی ہے ورنہ جیسے آج کل کے زمانہ میں آپ دیکھتے ہیں۔ کہ جیو ایک دوسرے کو کس طرح گھائل کر رہے ہیں۔ سوائے پاپوں کی کمائی اکٹھی کرنیکے دوسرا کوئی سادھن ہی نہیں جانتے۔ وہ تو صرف مایا روپی ناگنی کو ہی اپنا متر سمجھے بیٹھے ہیں۔ اور ترشنا روپی ڈائن ہی کے بس میں ہو کر دن رات چوراسی لاکھ جُونی کے بندھن میں بُری طرح سے گرفتار ہو رہے ہیں۔ اُنھیں اپنی موت کا تو خیال تک بھی نہیں۔ آخر یہ چیزیں تو ناشوان ہیں۔ ہمیں ہر چیز کو یہاں یہی چھوڑ جانا ہے۔ حتیٰ کہ یہ پانچ بھوتک شریر بھی یہاں ہی چھوڑ جائیگا آخر کار یہیں کا یہیں رہ گیا

مل جاوے گا۔ اور یہ روح یا آتما اپنے کیے گئے کرموں کی پوٹلی کو ساتھ ہی باندھے اُس مالک کے حاضر خدمت ہو گی تب ہی کرموں کا پھل اچھا یا بُرا دیکر اِس آواگون کے چکر میں پھینک دے گا۔ ایک پنجابی کوی نے لکھا ہے

عمر سینکڑے سال دی منہ بیا ہوئے۔ کماں کھوٹیاں وچ گنوا چھڈی
کیتی سمجھ وچار نہ مول جیتا۔ کھیتی ریکھیوں بنا اُجاڑ چھڈی
مجھی لاڑی ہتھ ناداناں لگی۔ وٹا مار کے ہتھ وں پھاڑ چھڈی
تیں گھر کلپ درکش دی شاخ بھیجی نے کی بکرے کے آپ اکھاڑ چھڈی
بوٹی کیمیاں گراں دی ملی تینوں۔ اگ لا کے سو کھا ساڑ چھڈی
دیا سنگ نے سمجھ وچار باہجوں۔ توں ریشی باندراں پھاڑ چھڈی

ہاں تو! سوال آتما اور پرماتما کا چل رہا تھا۔ کہ یہ آتما ہی دراصل پرماتما روپ ہے۔ مگر کرموں کے بندھن کی وجہ سے بہت نیچے دب گئی ہے۔ انسان کی یہ نرالی جوت چونکہ نہایت سوکھشم ہے۔ کومل ہے۔ باوجود اس کے کہ اس کی چمک اور دمک ہمارے ہمارے اندر موجود ہی ہے لیکن ہمارے من پر چونکہ ایسے پاپ کرم کے بھاؤں یا وچاروں نے اپنا سکہ جما رکھا ہے۔ یہ میلی جٹین ہو چکی ہے۔ سنساری موہ مایا کی جال میں جکڑی ہوئی ہماری یہ بیرونی آنکھیں ان پرماتوؤں کو ہرگز ہرگز نہیں دیکھ سکتیں۔ جیسے مہاپرشوں کا کتھن ہے۔ ؎

ہری جانا ہری دوار میں۔ ہری ہر ہردے ماہیں

لاگی نہ ٹک پٹ کی تا سے ویست تھا نہیں
خوب ڈھونڈا خوب دیکھا کچھ نظر آیا نہیں
آجتک اپنے میں ہم نے آپ کو پایا نہیں
چشم ظاہری سے تو دیکھا نہیں جاتا پر ہو
ہم نے بھی اے دل کی آنکھوں اسکو دکھلایا نہیں
سو مستیر کیونکہ اُس پردہ نشیں کا دیکھنا
تھا جو پردہ درمیاں میں اسکو اُٹھوایا نہیں

اسی طرح آپ روزانہ دیکھتے ہیں جیسے کہ ایک لیمپ باقاعدہ جل رہی ہے۔ تیل اور بتی برابر موجود ہیں۔ مگر چمنی اُس کی بالکل میلی اور گندی ہو کر کالی اور سیاہ ہو گئی ہے۔ آخر کمرہ میں روشنی نہیں ہوتی بالکل اندھیرا ہی ہو گا۔ ہم اُس لیمپ کا جس مطلب کے لئے جلائی جا رہی ہے۔ صحیح طور پر فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ اور ہم اپنے مقصد میں تب ہی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ جب کہ اُس کے شیشے یعنی چمنی کو خوب صاف ستھرا کر کے اُس کی تمام میل اور گندگی کو نہیں اتار دیتے تاکہ اُس جوت کی چمک یعنی روشنی کی کرنیں اس چمنی میں سے نکل کر باہر آ سکیں۔ اسی طرح آتماں کے اوپر بھی گندے کرموں کے سنسکار اسی پرکار سے چھائے ہوئے ہیں۔ چونکہ من کا آتما پر زبردستی قبضہ ہو چکا ہے۔ یعنی آتما من کے ادھین ہو چکی ہے اور من تو پہلے ہی سنسار کی موہ مایا کے چکر کی بیل اپنے اوپر لپیٹے ہوتے ہے۔ اور جو کچھ کام کرو [illegible] ایک سوئے ہوئے کی طرح اسکے

ساتھی ہیں۔ لہٰذا اجیر بدھی بھی کیا کرسکتی ہے۔ آخر اُس کا پربھاؤ اُس پر قائم ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے انسان کھبر بنت کرم بھی اس قسم کا دھند کیے جاتا ہے۔ بدیں وجہ ہم اس خدائی جوت کی اصل بدوشٹی یا پرکاش کے درشن نہیں کرسکتے۔ اور اس کی پرکھ نہیں کرسکتے۔

بھگوان شری کرشن چندر جی نے بھی ارجن کو یہ اپدیش دیا تھا۔ کہ اے ارجن! تو میرے اصلی روپ کو ان آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ جو کچھ بھی اس سنسار میں تیری یہ آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ یہ سب کچھ میں ہی ہوں۔ برہما۔ وشنو۔ مہیش کی شکتی بھی میں ہی ہوں۔

دوہا:۔ اُتّم برہما جان مو۔ پالن وشنو روپ
سنگھرتا شیوجی آہوں۔ جیوتی میں روی بھوپ
تار اگن میں ہوں سسشی۔ دایو ماہیں مریچ
چتر وید میں سام ہوں۔ اندر ہوں سُر بیچ
من اندری میں چیتنا۔ پر تو جو تشکل منشریہ
وسو دِن ماہیں اگن ہوں۔ پگوں میں سُمیر
کال سرپ کا جان مو۔ اُتّم نہ پایا دار ے
سکل وستو میں میں رہوں میرا ہی وستار

آگے جاکے پھر فرماتے ہیں کہ اے ارجن:۔

چشم ظاہر سے نہیں تو دیکھ سکتا ہے مجھے ہ
اس لئے دیتا ہوں چشم معرفت ارجن تجھے

مری دید گر تجھکو منظور ہے۔ تیری آنکھ کا کب یہ مقدور ہے۔
میں دیتا ہوں تجھ کو خدائی بصر۔ میرے اس شہی یوگ پر کر نظر

پرمیشور یا پرماتما ظاہر کی نظر یا ان سر یلی آنکھوں سے ہرگز ہرگز نہیں دیکھا جا سکتا۔ وہ تو بھائی! معرفت کی آنکھ سے ہی نظر آتے ہیں جب تک انسان کے من کی میل اور رنگ و دویش بالکل دور ہو کر اُسے گیان نیتر نہیں حاصل ہو جاتا۔ اور یہ انسان یا حیوان سنساری موہ مایا کے بندھنوں سے آزاد ہو کر مَیں مَیری کو نہیں تیاگ دیتا۔ اپنی آتما کو بالکل شدھ نہیں کر لیتا۔ تب تک اُسے وہ آتمک شکتی یا پرماتما کی طاقت کا ظہور جلوہ گر نہیں ہو سکتا۔ وہ اصل اندر کو پراپت نہیں کر سکتا۔ جیسے ایک جگہ وچن آیا ہے۔

دوھے:- ۱۔ جیوں تِل ماہیں تیل ہے جیوں چقماک میں آگ!
تیرا پریتم تجھ میں بسے۔ جاگ سکے تو جاگ!!

۲۔ جیوں نینن میں پتلی تیوں مالک گھٹ ماہیں!
مورکھ لوگ نہ جانہی باہر ڈھونڈن جاہیں!!

۳۔ کوئی دوڑے دوارکا۔ کوئی کاشی جاہیں!
کوئی متھرا کو چلیں۔ صاحب گھٹ ہی ماہیں!!

۴۔ صاحب تیری صاحبی گھٹ گھٹ رہی سمائے!
جیوں مہندی کے پات میں۔ لالی لکھی نہ جائے!!

۵۔ ہر جگہ موجود ہے پر وہ نظر آتا نہیں!
یوگ سادھن کے بنا۔ کوئی اُسے پاتا نہیں!!

۲ جسطرح اگنی کا شعلہ سنگ میں موجود ہے
اس طرح پرماتما بھی ہر رنگ میں موجود ہے

۳ گرچہ دلبر ساتھ ہے۔ بن جستجو ملتا نہیں
دودھ سے مکھن جو چاہو۔ تو بلونا چاہیے !!

بس یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسے دنیاوی پدارتھوں کے حاصل کرنیکے لئے محنت کی ضرورت ہے یکھتی کی ضرورت ہے۔ بغیر شردھا کے ہم کوئی بھی کام نہیں کر سکتے۔ اس طرح پرماتما کی اُنش آتما کی صحیح پرکھ کرنیکے لئے بھی بہت بہت یوگ سادھن کی ضرورت

آتما کا نواس استھان

دودھا ہیں جیوں ہے گھرت چھپا لالی مہندی مانہیں
تیوں جگ میں پربھو چھپا۔ اس بن خالی نا ہیں
پربھو مجھ میں بسے جیوں پھولوں میں واس
کستوری کا ہرن جیوں پھیر پھیر ڈھونڈے گھاس

بس اے انسان! تو اپنی پرکھ کر اور اپنا اصل روپ یعنی آتما کی پہچان کر تجھے اُس خالق پروردگار نے یہ خاکی پتلا بنا کر اس جہان میں اسی واسطے بھیجا ہے کہ تو بہر مکھیں سے اپنے آپکو باہر نکال من کو اپنے وش میں رکھ کر آتما کو نرمل اور شدھ بنا دے۔ پھر دیکھ تیرے اندر کیا شکتی ظہور میں آتی ہے۔ دراصل تیرے اندر ہی پرماتما کی دیا شکتی یعنی آتما موجود ہے۔ وہ نرالی جوت ہر وقت اپنا پرکاش دکھا رہی ہے۔ مگر تو اس سنسار میں خواہ مخواہ ادھر اُدھر بھٹکتا۔ در بدر ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ پھر اپنی آتما کو بار بار گربھ جونی کے بھیانک بندھن میں ڈالتا رہتا ہے۔ چنانچہ ایک کوی نے کہا ہے ع

کاریگر نے گھر اچھا . نام رکھا اس کا بندہ ۔ بھیتر اسکے گند بھرا ہے ۔ باہر پھیر دیا رندہ
ہوہ مایا کا جال جو ہیں وہ شٹش پھیلا یا ایسا پھندا ۔ جیو آتما بند ہے اسمیں بھرم کا ڈالا
ہری بھجن کرے تو بندہ ہے یہ ۔ نہیں تو گند ہے یہ کا گندا ۔

یہ جسم جو ہے پانچ بھوتک شریر جو کہ آکاش ۔ وایو ۔ اگنی ۔ جل اور پرتھوی سے بنا ہوا ہے ۔ اس کے اندر ہردے میں جیو اور آتما کا نواس ایک کنول کا پھول جو جیسا رنگ بنا ہے ۔ اور اس قدرتی نظام کے ماتحت اُس پرماتما کی شکتی یعنی آتما سے یہ سارے شریر کے انگ حرکت میں آتے رہتے ہیں جس وقت انسان پرمارتھ کا ساتھ ہے بیٹھا ہی وہ سندروں سے ویکت ہو کر ایشور بھجن میں اپنے چت کو اکاگر کرتا ہے تو کنول کھلتا ہے ۔ غرضیکہ اُسے اپنے پرلوک کی فکر ہو جاتی ہے اور سدھارنے کا خیال پیدا ہوتا ہے یعنی جاگرت اوستھا میں تو یہ کنول کھلا رہتا ہے ۔ اور اسکے برعکس اگر کوئی انسان دن رات اپنے خیالات سنساری وشیوں میں لگاتا ہوا پاپ کی کمائی اکٹھی کرنے میں ہی وقت بیت کر رہا ہے ۔ اُسے اگر اندریوں کے رس اور بھوگ کے کوئی چنتا ہی نہیں ہے تو اس کے کنول کا منہ بند رہتا ہے ۔ خیال رہے کہ یوگی جن کا دھیان جاگرت اور سوپن اوستھا میں یکطرح ہی رہتا ہے ۔ انہیں ہر وقت پرماتما کی ہی دھن لگی رہتی ہے ۔ ان کا کنول ہر سمے کھلا رہتا ہے اس میں جب تک جیو کا واس ہے وہ شبد اس کا پالن کرتا ہے ۔

اب جیو اس سنسار میں آکر مایا کے بندھن میں آجاتا ہے ۔ وشیوں میں آسکت یا بیت ہو جاتا ہے اندریوں کو من کیا تو وشیوں میں لگائے رہتا ہے ۔ اُس وقت کنول کا منہ نیچے کو ہو جاتا ہے اور وہ آہستہ آہستہ کرموں کے انوسار ادھر نیچے چلا جاتا ہے ۔ ادھر ہردے کے نیچے ناف میں بھی اسی رنگ کا ایک کنول ہے جو کہ گربھ کا ہوتا ہے آخر جیو اپنی اصلی جگہ کو چھوڑ کر اسمیں نواس کر لیتا ہے جیسے بیان کیا جا چکا ہے اب انگا جیو کے وہ خیالات ہیں پاپ کرموں کے ایسی طرح کی کمزوری کر دی ۔ گویا کہ اُسے آتما سے بالکل ہی دور کر دیا ۔ اس خاطر جیو آتما بار بار جنم مرن کے چکر میں پڑ جاتا ہے ۔

لیکن جب جیو اندریوں اور من کو قابو میں رکھتا ہے ۔

بدھی سے کام لیکر اپنی طاقت کو پہچانتا ہے وشیوں سے رہت ہو کر آتم
چنتن کرتا ہے۔ تو پھر اس حالت میں کنول کی گتی یا رخ اوپر کو ہوتا
ہے اور اسی طرح ابھیاس کے ذریعہ سے ہی جیو آہستہ آہستہ اوپر کی طرف
چلنے لگتا ہے۔ اب اوپر دیکھئے! گیتا میں شری بھگوان کرشن نے فرمایا ہے
"اے ارجن"

پانچ چور ہیں بھیتر تیرے ۔ کام کرودھ موہ لوبھ لٹیرے
پانچ پانچ کے ساتھی جان ۔ ہاتھ پاؤں جو اندریہ مان
پانچ ترے یہ شتر دکھائی ۔ شبھ کرم نہ دیں من جائی
ان کو تیاگ کھڑا من ہوئی ۔ جیسے کنچن آگ بلوئی
پران آپان کرو پھر ایک ۔ رکھو سواس کو مستک ٹیک
یاں تے بدھی استھر ہوئی ۔ مٹے کلپناں من کی دوئی

(مطلب) یہ کہ انسان جس وقت سنساری پدارتھوں کے کل وشیوں
سے۔ جو کہ دراصل (اس کے) بندھن کا کارن ہیں، اپنے
آپ کو آزاد کر کے اپنے من کو ایشور چنتن میں لگاتا ہوا بدھی کو استھر
کر لیتا ہے۔ اس وقت وہ جیو ایک امرت رس پان کرتا ہے ۔
اور اوپر کی منزلوں کو طے کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح منزلیں
طے کرتے کرتے اپنے اصلی دیش تک پہنچ جاتا ہے۔ اور اصل میں
وصل کر جاتا ہے جو کہ اس کا واستوِک نواس استھان تھا۔ مگر
اپنے کرموں (انوسار) وہ پنڈ دیش میں جا پڑا ہوا تھا

جیسے کہ مہان پرش کتھن کرتے ہیں۔ کہ جیو جب ماتا کے گربھ میں ہوتا ہے۔ تو اس کو پچھلے جنموں کی تمام خبر ہوتی ہے۔ اور باہر آنے پر کیوں بھول جاتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جب یہ جیو گربھ یونی میں ہوتا ہے تو اس کا سر نیچے ہوتا ہے۔ اور وہ اتم سرتی بھی نیچے ہی برہمانڈ میں رہتی ہے۔ اسی کے ساتھ آتما کا پورن تعلق رہتا ہے۔ اسی واسطے یہ سب کچھ جانتا ہے۔ اور جب باہر آ کر سر اوپر اور ٹانگیں نیچے ہو جاتی ہیں۔ تو سرتی برہمانڈ کو چھوڑ پنڈ لوک میں آجاتی ہے۔ اس واسطے اسکی جیوا پادھی ہو جاتی ہے۔ اور تمام باتیں بھول جاتا ہے۔ اب پھر پورن گورو کے ملاپ اور مدد سے ہی یہ جیو اپنی اصلی سرت کو اوپر لے جانے کی کوشش کرتا ہے پھر پورن گورو اس جیو سے مکتی انوسار دھیرے دھیرے کمائی کرواتے ہوئے دوبارہ برہمانڈ دیش میں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ جہاں کہ وہ پہنچ کر اصل میں وصل کر جاتا ہے۔ اور آنند سے شانت ہو جاتا ہے گو یہ منزل کٹھن ضرور ہے مشکل بھی ہے سینکڑوں میں سے کوئی ایک شبھ کرموں انوسار اس روحانی منزل پر عبور حاصل کر پاتا ہے لیکن پھر بھی پرمارتھ سے ہی سب کام ہوتے ہیں۔ اور مانشیہ ہی سب کچھ کر پاتا ہے اس لئے انسان کو چاہئے۔ کہ پرمارتھ کے کام میں وہ دیر ہرگز نہ کرے۔ اور اپنے گورو کے بتائے ہوئے راستہ مطابق ان کی دی ہوئی آگیا انوسار یہ تمام کام کرتا جاوے ممکن ہے کہ

گذشتہ اچھے سنسکار بھی اس کی مدد کریں۔ اور وہ ایک جنم میں یا
دوسرے جنم میں نہیں تو تیسرے یا چوتھے جنم میں اپنی اس نیک کمائی
دراد ھوری منزل کو پورا کرتے کرتے آہستہ آہستہ مکتی حاصل کرے
جیسے کہ ایک درزی یا معمار جو کام کر کے دن بھر کی محنت اور مشقت
کے بعد رات کو سو جاتا ہے۔ اور پھر دوسرے دن اس ادھورے
یا بقایا کام کو ہی پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔
غرضیکہ اسی طرح وہ آہستہ آہستہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا
ہے۔ بس! یہ روحانی منزل بھی انسان درجہ بدرجہ نیک کمائی
کرتا ہوا اور یوگ کماتا ہوا دھیرے دھیرے اس کٹھن منزل کی
سیڑھیاں طے کر پاتا ہے۔ بشرطیکہ اسے پورن گورو اور اس روحانی
منزل کے تمام بھیدوں کے جاننے والے پورن ستگورو کی شرن
نصیب ہو اور پھر یہ جیو ان کے بتلائے ہوئے سادھن سے ہی
اپنے کام میں سپھلتا حاصل کر سکتا ہے۔ اور اپنے نج دھام میں جا کر
واس کر لیتا ہے لہٰذا اپنا یہ لوک اور پرلوک دونوں کا سدھار کر کے کئی ایک
دکھی جیووں کو بھی اپنے ساتھ لے جانے کا پرستارتھ کرتا ہے
وگرنہ دوسری صورت میں جیسے پہلے بیان کر آئے ہیں۔ کہ
اگر جیو آتما اپنے برے کرموں کے انوسار آخری وقت انسانی
جسم کے نو چھیدوں میں سے نکلے گا یعنی اس کی روح شریر چھوڑتے
وقت کسی اندری میں سے نکلے گی تو اوشیہ ہی آواگون کے چکر

میں پڑکر اپنے کرموں انوسار بار بار چولا دھارن کرے گی۔ لہذا دسواں دوار ہی اس کے لئے مکت ہونے کا ایک کھلا ہوا دروازہ ہے۔ آخر یہ سب کاروائی ہمارے کرموں پر ہی منحصر ہے۔ جو انسان کے اپنے اختیار میں ہے۔ اچھے بیج ڈالنے پر اچھا پھل ہی ملتا ہے۔ جیسے عام کہاوت ہے۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ یا جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے۔" مہاپرش اس ماتشیہ کو اس طرح نصیحت کرتے ہیں۔

۱۔ آیا تھا تو اس جگہ نیکی کمانے کے لئے
یا کہ بھاری بوجھ بدیوں کا اٹھانے کیلئے
۲۔ پھنس کر پاپوں میں بھلایا نام اس جگدیش کا۔
آیا ھری کو سمرنے یا کہ بھلانے کیلئے
۳۔ یاد رکھنا موت کو اور پاپ سے بچنا ہمیش
کرو بھگتی اس پربھو کی موکش پانے کیلئے
۴۔ بھولنا لے موت اور یاد رکھا اس کی زندگی
پینے امرت آیا تھا یا زہر کھانے کے لئے

پربھو پریمیوں! آپ لوگ وششٹ میں پڑھتے ہیں۔ گورو وششٹ جی نے بھگوان رام جی کو صاف صاف لفظوں میں تبلایا ہے۔ کہ انسان اگر صرف کرموں پر ہی بیٹھا رہے۔ کہ جو کرے گا۔ وہ ہی کرے گا۔ وہ اپنا ادم چھوڑ کر کیول بھگوان کے آسرے پر

ہی بیٹھ جاوے۔ اور کوئی پرشارتھ نہ کرے۔ تو وہ نہایت ہی مورکھ ہے۔ نادان
ہے۔ اپنے پاؤں پر کلہاڑا مار رہا ہے۔ جو کہ اس مانشیہ چولے کو پاکر بھی اس
سے پورا پورا لابھ نہیں اُٹھاتا۔

ارے بھائی! اگر تو روٹی پکا کر اپنے سامنے رکھ لیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ روٹی
میرے منہ میں چلی جاوے۔ یا صرف روٹی روٹی کہہ کر ہی تیرے پیٹ کی اگنی
یا بھوک ختم ہو جاوے۔ تو ہرگز نہیں۔ اس کے لئے تو ہاتھ کو حرکت میں لانا
ہوگا۔ اور روٹی کو منہ میں ڈال کر دانتوں سے چبانا ہوگا۔ تب جا کر یہ جزو بدن
بن سکے گی۔ جیسے کہ ایک کوی نے کہا ہے:۔ ۵

(۱) اُٹھ! اُٹھ اور نیند سے ہوشیار ہو سونے والے۔
ورنہ پچھتاتے ہیں۔ پھر وقت کو کھونے والے

(۲) پھیلا کر پاؤں جو یہاں سوتا ہے۔
وہ سر پر رکھ کے ہاتھ پھر روتا ہے

(۳) چلتے ہاتھوں ہیں کما لے کچھ او غافل۔
کیوں عمر عزیز مفت کھوتا ہے

(۴) دنیا میں ہم آئے تھے کچھ کام کریں۔
فکر پرلوک کا کچھ سرانجام کریں

(۵) مگر نہ ادھر ہی کچھ دھیان دیا۔
کرنا تو تھا نفع۔ مگر نقصان کیا۔

لہٰذا قدرت نے تو مکت ہونے کے تمام سادھن دے رکھے ہیں اس

اے انسان۔ تیرے اپنے اختیار میں ہے۔ کہ تو اگر چاہتا ہے۔ کہ میں بار بار اس گربھ یونی کا شکار نہ ہوں یا اپنی آتما کو چوراسی لاکھ یونیوں سے چھٹکارا دلانا چاہتا ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے اِس دُکھ روپی سنسار سمندر سے پار اترنا چاہتا ہے۔ تو ایسی نیک کمائی کر۔ ایشور کا بھجن کر۔ آتم چنتن کر۔ اپنے جنم کی سار کو پہچان میں لا۔ تب جا کر یہ سنکلپ پورا ہو سکے گا۔

مگر بھائی! تو تو اپنے من کے آدھین ہو کر بدھی سے کام نہ لیتا ہوا اپنی آتما کو اتنا زبردست دبا چکا ہے۔ اور تیرے اندر پانچ بھاری چور تیری کمائی کو ختم کئے جا رہے ہیں۔ اور تو من کے اشارے پر ہی ان سنساری خوشیوں میں دن رات غلطان ہے تجھے مہاپرشوں کی بانیاں یا وچن بالکل بھول چکے ہیں۔ اور تو اپنے اصل مقصد کی کھوج نہیں کرتا۔ اس میں تیرا بھی کوئی قصور نہیں۔ کچھ تو تیرے گذشتہ سنسکار دبے ہوئے ہیں۔ دوسرے تجھے ابھی تک کوئی رہبر نہیں ملا۔ اور نہ ہی اُن کی شرن پراپت ہوئی ہے۔ جو کہ تیرے من کی میل کو اچھی طرح دور کر کے تجھے اِس سنسار میں وچرنے کے ساتھ ہی اِس کٹھن منزل تک پہونچنے کا بھی مکمل سادھن بخشیں اور تجھے ایسا آسان اور سہل راستہ اپنے سینے کے علم سے بتلا سکیں۔ جس سے تو اِس سنسار میں رہتا ہوا بھی تمام کاروبار کو کرتا ہوا بھی اپنی سُرت کو اُس کے نج دیش تک لے جانے کا راستہ اختیار کر سکے۔ لہٰذا یہ تمام باتیں پورن ستگور کے ملاپ سے ہی حاصل ہونگی۔ اے انسان! یاد رکھ تجھے کُل دُنیا کے پدارتھ بھی اگر حاصل ہو چکے ہیں

اور کیول البشو دھ کی پراپتی کا سادھن میسر نہیں ہوا تو وہ سکار ہے ان نام پدارتھوں پر کیوں کہ یہی پدارتھ ہیں۔ پھر تجھے اس گرہ یونی کا سنسکار بنا دیں گے۔ اس لئے تجھے لازم ہے کہ تو سچیت ہو غفلت سے اُٹھ کر کسی ایسے مہاپُرش کی کھوج کر۔ اُن کی خدمت کر کے یا سیوا کر کے اُن سے ایسا سادھن حاصل کر اور اُس روحانی منزل تک پہنچنے کے لئے وہ سچا نام روپی آسرا لے پھر تجھے آہستہ آہستہ کمائی کرنے کے بعد آتم گیان کی پراپتی ہوگی اپنے آپ کی اصل پہچان ہوگی۔ تو خود بھی شکھ روپ بنے گا۔ اپنا لوک بھی سنوار لیگا۔ اور پھر تیرا پرلوک سُدھر جائیگا جیسے بزرگوں کا کتھن ہے ؎

کوئی دم میں دم جب یہ جاتا رہیگا۔ بتا دل! تیرا کس سے ناطہ رہے گا؟
تو اس نازو نعمت پہ پھولا پھرے ہے۔ یہی تجھ کو آخر رُلاتا رہے گا
تو ہے مسافر یہ دُنیا سرا ہے۔ تو کب تک یہاں دل لگاتا رہیگا
ہوئے بھلائی تو کر لے اے غافل۔ یہاں کون پھر پھر کے آتا رہے گا
کہا اپنے مَن کا تو ہرگز نہ کیجیو۔ یہی تجھ کو یہاں پہ پھنساتا رہیگا

سبھی نت نت یہی بھاشن جو کرتے
کہ جو تو کرے گا سو پاتا رہے گا

من کا حال

گذشتہ بیان میں یہ بات بالکل ظاہر ہو چکی ہے۔ کہ یہ جیو آتما۔ پرماتما سے بچھڑ کر اپنے کرموں انوسار ہی ٹھوکریں کھا رہا ہے یا بار بار ٹیڑھی یونیوں کا شکار بن رہا ہے اور اس تمام کوتک کا بانی مبانی من ہی ہے۔ پرنتو پریمیوں! انسانی شریر یا لڑ ایک بڑا بھاری تھیٹر ہال ہے۔ یہ جتنے بھی نتیہ کرم کرتا ہے۔ وہ سب ایک ڈرامہ کی شکل سمجھیں۔ گویا کہ یہ شریر ایک ناٹک کھیل رہا ہے۔

اب ایکٹروں کا حال سنئے۔ اس شریر روپی منڈوے میں کرموں کے ناٹک کو کھیلنے کے لئے دو بڑے ایکٹر جن کو ہیرو کا خطاب دیا جاتا ہے۔ یہ ایکٹر و ایکٹریس ہمارا جیو اور آتما ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ بالکل نتھی ہیں۔ وہ سنگ سنگ ہیں مگر ان کے درمیان نٹ جس کا کام ہی ہر وقت مٹکنا ہے۔ پھدکتا ہے۔ ناچتا اور کودتا ہے وہ ہمارا من ہی ہے۔ اسی من کے ذریعہ سے ہی یہ سارا کھیل تماشہ کھیلا جا رہا ہے۔ اور نٹنی جو کہ ہر وقت نٹ کے ساتھ ہی رہتی ہے۔ اس کے زیر سایہ اور ادھین ہوتی ہے۔ جدھر وہ نچاتا ہے۔ ناچتی ہے۔ وہ کون ہے۔ وہ نٹنی بھی ہماری بدھی ہے اس کا اپنا کوئی بس نہیں چلتا۔ جدھر کو وہ نٹ روپی من کھینچتا ہے۔ ادھر ہی کو اس بدھی روپی نٹنی نے جانا ہوتا ہے جیسے کہ

کیتنا ہیں کہتے ہیں۔

بابا بس نر ناوگ ہیں۔ ناچے نٹ مرکٹ کی نیائیں

جس طرح اس تماشہ میں جو لطف اور مزا آپ لوگوں کو بیرونی طور پر نٹ اور نٹنی کے ایکٹنگ یا پارٹ میں آتا ہے آپ اُن دونوں کے ناچنے کودنے اور اُچھلنے میں بلبلوں ہنستے ہیں۔ خوش ہوتے ہیں۔ اور اصل ایکٹر اور ایکٹرس کو تھوڑی دیر کے لئے بالکل ہی بھول جاتے ہیں کہ در اصل بڑا پارٹ کس نے کرنا تھا۔ وہ ہیرو ہیروئن جس کی بنیاد پر یہ تمام کھیل تماشہ کھیلا جاتا تھا انہیں بھول کر آپ اس نٹ اور نٹنی کے عارضی کو مک پارٹ میں ہی غلطان اور محو ہو جاتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح بھائی! یہ من روپی نٹ اپنی نٹنی روپی بدھی کو ساتھ لے کر انسان کے شریر کو اِدھر اُدھر بھٹکاتا ہے۔ نچاتا ہے اور پھراتا ہے۔ انسان اپنے اصلی ہیرو ایکٹر جیو آتما کو بالکل ہی بھول جاتا ہے۔ وہ اپنے مقصد یعنی اصل کھیل کو تو بھلا بیٹھتا ہے لیکن آخر جب نٹ اور نٹنی پھر اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور آپ لوگوں کے دل بہلا کر اسی اصل ڈرامہ کے ساتھ اپنا ناطہ قائم کر کے یعنی اصل ہیرو ایکٹر کے ساتھ شامل ہوتے ہوئے تماشہ کو صحیح صورت میں ظاہر کر دیتے ہیں۔ تو آپ کو وہ تمام گذشتہ کہانی یاد آجاتی ہے کہ یہ جو کچھ ہم نے دیکھا ہے اور ہوا یہ تو کھیل کی ایک برانچ لائن

یعنی کو ڈرامہ کی کھیل تھا۔ ہم نے تو ویسے ہی اس کو اصل کھیل سمجھتے ہوئے اپنا لیا۔ در اصل اصلی کھیل تو اب شروع ہوتا ہے۔ جونہی آپ کی توجہ ادھر آتی ہے۔ پھر اتنے میں ہی ڈراپ سین کا پردہ پھینک دیا جاتا ہے۔ اور گھنٹی بج جاتی ہے۔ ہال میں شور غل ہونے لگتا ہے آہا ہا! ایشور کے بندو! کیا بیان کروں۔ خوب گہری سوچ سے دیکھو۔ انسان جب اصل ایکشر جیو آتما کو بھلا کر صرف نٹ روپی من کے تماشہ میں ہی غرق ہو جاتا ہے۔ بدھی روپی نٹنی تو پہلے ہی اس کی اردھنگی بن چکی ہے۔ من کا کام تو ہر وقت بھٹکنا ہی ہے۔ اس کا مزاج ہی نہایت چنچل ہے۔ لہذا یہ شریر بھی اس کے ساتھ ہی شامل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تمام اندریاں بدھی کے آدھین ہیں۔ اور بدھی من کے آدھین ہیں۔ جیسے نیچے بتلایا گیا ہے۔ دوہا ــــ

اندریوں کے وش من بھیا۔ من کے وش بھئی بدھ

کہو دھیان کیسے لگے ایسو جان ورودھ

اسی طرح بھگوان کرشن بھی گیتا میں فرماتے ہیں کہ اے ارجن! انسان کی جتنی بھی اندریاں ہیں وہ سب بدھی کے ماتحت ہیں اور اسی کا حکم بجا لاتی ہیں۔ اور من کو بدھی کے اوپر تین کی حکومت ہے۔ اور من کے پانچ بڑے بھاری دگ کا کام، کرودھ، لوبھ، موہ، اہنکار ہیں۔ گویا کہ من اپنے آپ جو کہ ان کا

سپہ سالار ہے۔ ہر وقت اپنے ساتھیوں کی مدد سے اِس شریر
روپی مکان یا مندر سے پر قابو پا چکا ہے۔ یعنی کہ انسان کی رُوح
یا جیو آتما بے بس ہو کر من کے اشاروں پہ کی بُدھی دوارا اندریوں
سے جو کرم ہوتے رہتے ہیں۔ ان سب کا پربھاؤ اپنے اوپر لیتی
جاتی ہے۔ مطلب صاف ظاہر ہے۔ کہ اس شریر میں پانچ چور
جن کا سردار من ہی ہے۔ لہٰذا وہ اپنے نیچ پاپ کرموں سے اِس شریر
کو کیچڑ سے لت پت کر رہا ہے۔ اَب اُس نے اپنے اثر سے اپنے
ماتحت جیو آتما کو تو اوشیہ ہی گندہ کرنا ہے۔ سو کر لیا۔ اب ذرا پچھلے
ڈراما کی طرف توجہ دیں۔ کہ آخری وقت جب تمام کھیل تماشہ ختم ہونے
لگتا ہے۔ یعنی انسان اپنی زندگی میں بُرے کرموں کے بوجھ تلے اتنا دب جاتا ہے اُس
کے اندر ماتو ہر قسم کی میل اکٹھی ہو جاتی ہے۔ یا اُس کے پاپ کرم بہت
حد تک بڑھ جاتے ہیں۔ تو قدرت کی طرف سے گھنٹی بجتی ہے۔ یعنی بلاوا
آجاتا ہے۔ اور یہ اُس وقت یا انت سمے پچھتاپ کرتا ہے۔ کہ اوہو!
میں نے کیا سمجھ رکھا تھا۔ یہ تو سب وہ مایا کا جال میں نے اپنے بندھن
کے لئے ہی اکٹھا کر دیا۔ اور اپنی آتما کو صاف کرنے کا یا اُسے آواگون کے
چکر سے نجات دلانے کے اصل مقصد کو بے کر دیا جو کھیل میں یہاں کھیلنے
آیا تھا۔ وہ تو بالکل ہی بھول بیٹھا۔ اس طرح سے تو میرا لوک اور پرلوک
دونوں بگڑ گئے۔ میرا کہیں بھی ٹھکانا نہ رہا۔ اور میں نے ایسے ہی تمام
وقت ضائع کر دیا۔ اپنے من متی کئے گئے تمام کرموں پر جو کہ اس ...

بندھن کا کارن بن گئے۔ بار بار نظر پڑتا ہے کہ یہ تو صرف تھوڑے سمے کے لئے ہی مزا دیتے رہے مگر مہاپرش فرماتے ہیں اب رونے دھونے سے کیا بنے گا جیسے کہ ؎

اچھے دن پاچھے گئے ہر سے کیو نہ ہیت۔
اب پچھتائے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

لہٰذا اسی طرح سسکتا ہوا نیچا انی نرکوں کو چلا جاتا ہے۔ اب دوسری صورت میں جب کچھ اچھے سنسکار گذشتہ جنم کے اُودے ہوتے ہیں اور کسی جیو کو اسی طرح آخری عمر میں اگر کچھ ہوش آجاتی ہے۔ اُس کے من کی کھیل دور ہونے لگتی ہے۔ یعنی آخری عمر میں اگر کچھ مہاپرشوں کا ست سنگ مل جاوے۔ تو بھی غنیمت ورنہ ادھورا ہی بجائے موکش کا راستہ کھولنے کے اور اپنی آتما کو شانت کرنیکے بلکہ الٹا اپنی آتما کو مزید کرموں کے بندھن میں جکڑ کر بارچو اسی لاکھ یونیوں کے چکر میں جا گرتا ہے اور اپنا لوک اور پرلوک دونوں بگاڑ لیتا ہے۔ مہاپرشوں کا کتھن ہے۔

دوہا

رتھ شریر یہ رہتا ہے آتما سدا سوار
بدھی ہے شبھ سارتھی من کی باگیں چار
اندریہ سب گھوڑے بنے بیٹھتے ہے وِشے اپار
من بدھی کو بس کرے پائے سکھ اپار

تب صاف ظاہر ہے کہ بُرے کرموں کا جال جو کہ بندھن کا باعث بنتے ہیں۔ وہ سب جیو آتما اپنے من کے بس میں ہو کر رہے اکٹھے۔ آخران تمام

بندھنوں کا باعث من ہی تو ہوا۔ لہٰذا اگر انسان اِس سارے ڈرامہ کو اچھی طرح سے اپنے اندر وچار کرے۔ کوئی ایسا سادھن تلاش کرے جس کے ذریعہ سے اُسے اپنے من کو قابو پانے کی یکتی پراپت ہو سکے تو شاید یہ بھولا بھٹکا انسان صحیح راستہ پر چل کر لوک اور پرلوک دونوں کو سُدھار سکے۔ دوھا :-

یہ رتھ بنا شریر کا۔ تِس پر جیو اسوار
جن ایسا کر جانیاں۔ گیانن کے سردار

پرم سنت کبیر صاحب بھی فرماتے ہیں :-

۵ مالا پھیرت جُگ بھیا۔ پھرا نہ من کا پھیر
کر کا منکا ڈار کے۔ من کا منکا پھیر
من کے متے نہ چالیئے۔ من لگا یدوت
نے ڈوبے دریاؤ میں۔ جلئے ہاتھ سے چھوٹ
من تنگ مانے نہیں۔ جب لگ خطا نہ کھائے
جیسے ودھوا استری گرھ ہوئے پچھتائے
کبیرا من تو ایک ہے۔ چاہے جدھر لگائے
چاہے گورو کی بھگتی کرے۔ چاہے وشے کمائے

سُو اے انسان! اگر تو چاہتا ہے۔ کہ میں اِس دنیا میں تمام قسم کے دُکھوں سے رہائی حاصل کر لوں۔ اپنی آتما کو مکمل طور پر ان تمام جسمانی کے بندھنوں سے آزاد کرا لوں۔ تو تو اپنے من کو وش میں کر۔ جبتک

تیرا یہ چنچل من تیرے قابو میں نہیں آئے گا۔ تب تک یہ نٹ ہر وقت تجھے ادھر اُدھر پھراتا رہے گا۔ سنبھل جا۔ بدھی کو من کے چنگل یعنی پھندے سے آزاد کرا لے۔ اور وشیوں کے راستہ کو چھوڑ کر اچھی اندریوں اور من سے شبھ کرم کرنا شروع کر دے۔ جب تک تو من کے سبھاؤ کو الٹا نہیں کرے گا تب تلک تیری بدھی بھی ساتھی نہیں بن سکتی۔ مثال دیکھو ایک مچھلی ہے۔ ہر وقت پانی میں ادھر اُدھر کلبلی پھرتی ہے۔ باوجود ہر وقت پانی میں رہنے کے اُس کی پیاس نہیں بجھتی۔ جب بھی اسنے پانی پینا ہوتا ہے۔ تو وہ بالکل اُوندھی ہو کر یعنی اپنے آپ کو الٹ کر کے ہی پانی پی لیتی ہے۔ پھر وہ تسکین میں آجاتی ہے۔ اسی طرح اے انسان تیرا من تیرے بس میں نہیں ہے وہ ہر وقت تیرے ساتھ دشمنائی کرتا رہتا ہے۔ کیونکہ آخر اندریوں کے بھوگ ہی اُس کے میٹھے دوست ہیں۔ اور یہی بھوگ یا وشے تیری آتما کے دشمن ہیں۔ دوھا

کبیر امن تو ایک ہی بھاویں تیتے لگا
بھاویں رب نوں یاد کر بھاویں وشنے لگا

بس اگر تو وشیوں میں پھنس گیا۔ تو اپنا لوک اور پرلوک دونوں بگاڑ لے گا۔ اور اگر مچھلی کی طرح من کو الٹا کر دے گا۔ سنساری وشیوں سے اسکا منہ موڑ کر ایشور بھگتی کا خزانہ جمع کرنا شروع کر دے گا۔ تو ضروری بات ہے۔ اس دنیا سے نیک نامی حاصل کر کے جائے گا۔ کبیر جی فرماتے ہیں۔

ه

کبیرا یہ من لالچی۔ سمجھے نہیں گنوار
بھجن کرن کو آلسی۔ بھوجن کو ہوشیار

پھر فرماتے ہیں۔

کبیرا من نرمل بھیو جیسے گنگا نیر!
پاچھے پاچھے ہری پھرے کہت کبیر کبیر!!

ان سنساری بھوگوں کو ایسے تیاگ دے اور من کو ان گندی واشناؤں سے اس طرح پاک وصاف کر دے پھر دیکھ تیری آتما کی جوت کس طرح چمک اُٹھتی ہے۔ دوہا

الکھ کتھا من کی بڑی کہیں کبیر سمجھائے!
جو کوئی من کو پرکھ دے تا کو کال نہ کھائے!!

اے انسان! من کی تمام کاروائی اچھی طرح سے اپنے شریر میں دیکھ کہ یہ تیرے جسم کو ہر وقت گھن کی طرح چاٹ رہا ہے۔ تیری آتما کے اصلی گنوں کو بالکل ہی دبا کر ایک دن کھوکھلا کر دے گا۔ یہ اکیلا ہی تیرا دشمن نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو پانچ بڑے بھاری چوروں کا سردار ہے۔ کام۔ کرودھ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار۔ یہ پانچ ساتھی اس کے زیر کمان تیرے اندر ہر وقت چمٹے ہوئے ہیں۔ اور تیری بدھی بھی آتما کا ساتھ بالکل چھوڑ بیٹھی ہے۔ اب اکیلی روح یا آتما کیا کرے۔ اُس پر من نے اپنے سبھاوک بُرے کرموں کی میل اسقدر چڑھا دی ہے۔ اتھوا یہ اتنی گندی بن چکی ہے۔ جس سے اُس کا آئندہ وہار بھی گندہ بن رہا ہے۔ چونکہ من خود گندہ ہے۔ اس لئے اُس

نے اپنے اثر سے تیرے سارے شریر اور آتما کو بھی گندہ کر دیا ہے۔ ست فرماتے ہیں۔

دوہا فریدا من کو مار میدان کر ٹوٹے ٹبے ڈھاہ
اگے مول نہ آسی آ ونح بیں سندی بھاہ

جیسے کسی کا سبھاؤ ہوتا ہے۔ یا جو کچھ وہ تاثیر رکھتا ہے ضروری بات ہے کہ وہ اپنا اثر دوسرے پر ویساہی کرے۔

اور سنیئے یونان کے اندر ایک مصور کو تصویریں بنانیکا بڑا شوق تھا اور خاص انداز میں تصویریں تیار کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اُس نے ایک ننھے معصوم بچے کی تصویر تیار کی۔ تصویر میں بچے کو پرماتماں کی اُستتی کرتے نہایت معصومیت اور جذبات کو زندگی دی ہوئی تھی۔ تصویر بہت مقبول ہوئی۔ خوب ہاتھوں ہاتھ فروخت ہونے لگی جس کے طفیل اُس مصور کو بہت روپیہ ہاتھ لگا۔ کچھ سال ایسے ہی گذرتے گئے۔ آخر مصور کو پھر شوق چرایا۔ کہ اب مزید تصویر لیکن دوسرے رُخ کی تیار کرے۔ یعنی کسی نیچتا اور بدصورتی کا نمونہ پیش کیا جاوے۔ اِس مقصد کے لئے اُسے بدصورت اور نہایت بُرے اخلاق کے آدمی کی ضرورت تھی۔ لہٰذا وہ جیل خانہ میں گیا۔ کیونکہ اکثر بھونڈے اور نیچ لوگ اپنے دُراچار سے ہی جیل کی بند سلاخوں کے پیچھے مقید ہوتے ہیں۔ سو ایک قیدی اپنے مطلب کا نظر آیا۔ اُس نے اُسے اپنے سامنے کھڑا کیا۔ اور اسکی تصویر بنانے لگا۔ قیدی نے مصور کو پوچھا کہ آخر بھائی! کس کے لئے

اتنا ڈرامہ ہو رہا ہے۔ مجھے صاف صاف کہو۔ تمھیں تو تصویر کسی اچھے خوبصورت آدمی کی بنانی چاہیے تھی۔ مجھ میں کیا وشیشتا رہ گئی ہے مصوّر نے کہا۔ کہ میں بچے خوبصورتی اور بھولے پن کی تصویر تیار کر چکا ہوں پبلک نے خوب سراہنا کی ہے۔ اب دوسرا رُخ بھی پیش کرنا چاہتا ہوں۔ قیدی کی خواہش پر اُسے وہ پہلی تصویر بچہ کی دکھلائی گئی۔ مصور کیا دیکھتا ہے۔ کہ قیدی کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھارا بہہ رہی ہے اس سے کارن پوچھا۔ تو قیدی نے بتلایا۔ کہ یہ بچہ کی تصویر میری ہی بچپن کی ہے۔ میں اپنا بھولا بھولا پن اور اب کا نیچ پن دیکھ کر۔ رو رہا ہوں آج میں تیری نظروں میں سب سے زیادہ بدصورت اور گندہ شخص ہوں۔ یہ میری حالت کیوں ہوئی۔ میری سادگی اور بھولا پن کہاں چلا گیا میری پہلی خوبصورتی اب بدصورتی میں کیوں تبدیل ہو گئی؟ اس کا کارن یہ کہ میں نے بچپن کے بعد لڑکپن میں بُری سنگت اختیار کر لی۔ آخر بدمعاشوں کی منڈی میں سردار بن گیا۔ میرا کریکٹر خراب ہو گیا۔ جیل کی کوٹھڑی میں پڑا اپنے من کو پھٹکار کر رہا ہوں۔ کہ معمولی دِشوؤں میں پھنس کر میں نے اپنے من کو قابو نہ کیا۔ بلکہ اِسی کے بس ہو کر تمام بُرے کرم کرتا رہا۔ آخر دُراچاری بن کر آج کال کوٹھڑی میں پڑا کراہ رہا ہوں۔

شعر

جب آنکھ کھلے دل کی تقدیر نظر آئے
مٹ جانے پر بھی اُنکی تصویر نظر آئے

سو اس مثال سے جیوؤں کے لئے خاص زمین ہے۔ کہ اپنے آچار کو

سندھ کریں۔ ہمیشہ اپنے من میں اچھی بھاؤنائیں پیدا کریں۔

پس اے انسان! تو میلا پھیرٹرنا سُنے کیا دیکھنا چاہتا ہے۔ اپنے قیمتی وقت کو مفت میں ضائع نہ کر۔ بلکہ اپنے شریر روپی منڈپ میں ہی اِس قدرتی اور انوکھے ڈرامے کو پرکھ۔ اور وچار کر کہ تجھے ایشور نے یہ جامہ کس غرض کے لئے دیا ہے؟ اپنے من کو ہر وقت کنٹرول کرنے کے ہی سادھن کرتا جا۔ مہاپرشوں کے ست سنگ میں جا کر اُن کے منوہر وچنوں کو گرہن کر۔ اپنے من کی میل کو دھونا شروع کر دے۔ یاد رکھ! یہ وقت قیمتی ہے۔ تیرا ایک ایک سوانس بہت بھاری قیمت رکھتا ہے۔ جیسے کہ سنت فرماتے ہیں۔ ؎

کہتا ہوں کہے جات ہوں۔ کہا بجاؤں ڈھول
شوالسا خالی جات ہے تین لوک کا مول
اِک اِک سوالس امولک تیرا لاکھوں میں ہتھ نہ آوے
اب تو چیتو مورکھ بندے پھر کھا غم گنوا دے

آگے پھر فرماتے ہیں ؎

چودی ہزار دوزانہ خرچ نفع مول نہ کھیوے
جس پرانی لوں اتنا گھاٹا اوہ بندہ کیوں جیوے

ہمارے پراچین اتہاس ہمیں بار بار چتاؤنی دیتے ہیں۔ کہ اے انسان! تو اب بھی سمجھ جا۔ اپنی من متی باتوں کا تیاگ کر۔ اس قیمتی وقت کو ہرگز ضائع نہ کر۔ کیونکہ یہ جنم تیرا ہرگز پھر نہیں

ملنے کا۔ اگر تُو نے اب بھی اِس جنم کی قدر نہ کی تو یاد رکھ اسی مَن کے طفیل ہی تجھے چوراسی لاکھ کا چکر کاٹنا پڑے گا۔ ۵

رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ پس جانے کے بعد
عقل آتی ہے بشر کو ٹھوکریں کھانے کے بعد

کوئی بات نہیں اب بھی سنبھل جا۔ اور پچھلے گناہوں سے توبہ کر کے آئندہ کے لئے ہوشیار ہو جا۔ اچھے کرموں کا خزانہ بھرنا شروع کر دے۔ اپنے مَن کو مایا کے بندھن سے آزاد کر کے بھگوان کی اصلی چیز بھگتی کو اپنا لے۔ چاہے بھوگوں میں پڑ کر اپنے لوک اور پرلوک کو بگاڑ دے یا چاہے تو ان وشیوں کے بکھیرے اور نہایت دُکھدائیک بندھن کے راستے کو تیاگ کر اپنے شریر روپی رتھ کا منہ فوراً موڑ دے۔ اور بدھی کو مَن سے آزاد کرائے پھر بدھی استھر کر کے آتم چنتن کرتا ہوا۔ صحیح سُکھ اور شانتی حاصل کر لے اے انسان! کیا تو صرف اِن پیاروں کو دیکھ کر یا انھیں حاصل کرنے کی اچھیا پوری کر کے سکھی ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ذرا اپنے پرانے اتہاسوں کو دیکھ! تیرے بزرگ کیا کیا سامان، دھن دولت چھوڑ کر نہیں چلے گئے۔ آخر تو بھی اپنے مَن متی کرم اگر کرتا گیا تو ضروری بات ہے کہ خالی ہاتھ جیسے آیا تھا بلکہ اور بھی چوراسی کے بندھن کو خرید کر چلا جاوے گا۔

پربھو پریمیو! یہ من بڑا ظالم ہے۔ سب سے پہلے اسی کو ہی وش کرنے کا اُپائے کرنا چاہئیے۔ تب ہی انسان اپنا دھیان دوسری تمام باتوں کی طرف دے سکے گا۔ آخر یہ ہی تو تمام وکاروں کی جڑ بنیاد ہے۔ بھائی! جب مکان تیار کرنے لگتے ہو۔ تو اس کی بنیاد کو پختہ کرنے میں کتنی محنت کرتے ہو۔ آپ کو پتہ ہوتا ہے کہ اگر بنیاد ہی کچی رہ گئی تو آخر مکان روپی شریر بھی تو ادھورا ہی رہ جاوے گا۔ فوراً ہی گر جاوے گا۔ اور آتما جو اس شریر میں براجمان ہے اُسے کس قدر دُکھ ہوگا۔ انسان تمام باتوں کو سوچ کر آخر فیصلہ کرے گا۔ کہ واقعی اس بنیاد کو ہی پہلے درست اور پکا کرنا ضروری ہے۔ جو کہ یہ تمام سادھن اور یکتیاں اس ظالم اور چنچل من کو وش میں کرنے کے لئے مددگار ثابت ہوں اور میرے آیندہ جیون کو سدھارنے۔ لوک اور پرلوک دونوں میں شریر خیر دی اور موہنہ اُجلا کرنے کا معاون بن سکیں وہ تو بھائی مہاپرشوں کا ست سنگ ان کا آتم گیان اور وید شاستر اور گرنتھوں کا مطالعہ ہی ہے۔ مگر نہیں! مجھے تو ان سنساری دھندوں سے ہی فرصت نہیں۔ مجھے تو صرف ہائے روٹی۔ ہائے روٹی کی دھن لگی ہوئی ہے۔ مہاپرشوں کے ست سنگ میں جا کر ہی ایسا آسان اور بالکل سادھارن نقطہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اُن سے وہ گیان روپی ہتھیار مل سکتا ہے۔

جس سے انسان کے من کی جنم جنمانتر کی میل آہستہ آہستہ دور ہوتی جائے۔ اور جب انسان کا من اپنے قابو میں آجائے گا تو وہ بالکل اڈول ہو جائے گا اور سنسار کے دکھ سکھ اس پر بالکل کوئی اثر انداز نہ ہوں گے۔ اور ایسے انسان تو ایک نئی دنیا میں داخل ہو کر جہاں خود شتیل بن جائے گا وہاں دوسروں کو بھی اپنے اس تجربہ سے فیض پہنچا کر پرشارتھ دوارا اپنی آتما کو شدھ کرنا شروع کر دے گا۔ مگر سب باتیں آخر من کو قابو کرنے سے ہی ہوں گی۔ دوہا

کنبھے بدھا جل رہے۔ جل بن کنبھ نہ ہوئے
گیان کا بدھا من رہے۔ گورو بن گیان نہ ہوئے

اس سے صاف ظاہر ہے کہ کنبھ یعنی گھڑے میں پانی رکھا ہوا بنا ہے جاتا ہے۔ اس کے بنا کنبھ ہرگز نہیں بن سکتا۔ اس طرح گورو کے بنا کے بھی ہرگز ہرگز سپلپت نہیں سکتا ہے۔ گیان

ایک مہان پرش نے اپنی پستک میں من کو قابو کرنے کا یہ سادھن لکھا ہے۔ جو کہ اس طرح سے ہے کہ اچھیا یعنی خواہش سے اتپن ہوئی تمام کاماؤں کو تیاگ کر من سے اندریوں کے سموہ کو دھیرے دھیرے دھارن وتی بدھی کی سہائتا سے من آتما میں استھر کر کے شبدوں کی اور سے ویراگ اتپن

کرے یعنی تیاگ کرے اور کبھی بھی وشے کا چنتن نہ کرے بلکہ جدھر جدھر
کو یہ چنچل من چلے سنکلپ وکلپ یعنی برتیاں پھرنے اٹھنے لگیں تو فوراً ہی
انہیں روک کر آتما میں ہی استھر کر دیا جائے تو اس طرح سے ابھیاس کے ذریعہ
یہ من وش میں ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے لئے بھائی! کچھ وقت درکار ہوگا۔ اور
بلا ست سنگ کی پراپتی کے یہ ہونا کٹھن ہے ... ست سنگ ایسا ہووے۔ جہاں
اصل وستو یعنی سچائی اور جھوٹ کا نرنا ہو سکے ہیں۔ یہ دھیرے دھیرے من کی
میل اترتی ہے۔ ایک مہاتما کا بیت ذیل میں درج ہے۔ ٹیک :-

من کے ہارے ہار ہے من کے جیتے جیت ــ من جیتے جگ جیت ـ

دکھیا من ہے۔ دکھیا کایا۔ چھوٹ گیا ہے اپنا پرایا۔ دنیا کیا ہے مایا مایا۔ مایا کے سب میت
لیکن مایا کس کی میت۔ بابا سُن لو میرا گیت من کے ہارے ہار ہے من کے جیتے جیت

۲۔ دنیا والے لوبھ کے بندے۔ تن کے اُجلے من کے گندے۔ جھوٹی دنیا جھوٹے بندے
سب کی جھوٹی پریت۔ کوئی نہ ہاں سنگی ساتھی سن لو میرا گیت۔ من کے ......

۳۔ مایا ہی سے پیار ہے سارا۔ جھوٹا یہ سنسار ہے سارا۔ کھوٹا کاروبار ہے سارا۔ سب کی جھوٹی پریت
دل والا کوئی کھرا نہیں بابا سن لو میرا گیت۔ من کے ہارے ....

۴۔ جھوٹی ساری دنیا داری۔ مطلب کے سب نر اور ناری۔ من کی دنیا سب سے نیاری۔ من کی کر لو جیت
من کے جیتے پریتم پایا۔ بابا سن لو میرا گیت۔ من کے ہارے ہار ہے بابا من کے جیتے جیت۔

پس! یہ تو فیصلہ شدہ امر ہے۔ کہ بھائی من کو آخر ہر حالت میں قابو پانے سے ہی
آتما کو صحیح شانتی کا راستہ مل سکتا ہے اس کی چوراسی کاٹنے والا یا انہی چوراسی پیدا
کرنے والا صرف ایک من ہی ہے۔ لہذا من کو قابو میں لانے اور اسے اپنے وش میں رکھنے
کے لئے مصالحہ کی ضرورت ہے ایسے طریقہ کی ضرورت ہے۔ جو کہ صرف ست سنگ ہی ہے
ست سنگ میں ہی انسان جا کر من کو قابو پانے کیلئے سادھن حاصل کر سکتا ہے اور مکمل شانتی ہو سکتی

من کو قابو کیسے کیا جاوے؟

من کو قابو کرنے یا جیتنے کا آسان طریقہ سب سے پہلے اپنی صحت کا خیال کرو۔ اپنی خوراک باقاعدہ اور بالکل سادھارن ہونی چاہیئے۔ یاد رکھو جس پرکار کے بھوجن۔ ساتوک۔ راجسک۔ اور تامسی استعمال کروگے قدرتی طور پر من بھی اُسی سانچے میں ڈھلنا شروع ہوگا اِس لئے پرمارتھی جیو کو خاص کر ساتوِک بھوجن کا ہی استعمال کرنا چاہیئے جس سے اُس کی بدھی بھی ساتوِک بنے۔

دوسرے یہ ضروری ہے کہ انسان کی دنیا مختصر ہو۔ جتنی اُسکی دنیا کا زیادہ پھیلاؤ ہوگا۔ اتنا ہی اُس کے ذہن میں اِنتشار بھی زیادہ ہوگا جب وہ اپنی توجہات کو ایک مرکز پر لانیکی کوشش کرے گا۔ اُس کے ذہن میں دوست۔ دشمن۔ روپیہ پیسہ۔ زمین۔ مکان وغیرہ تمام خیالات آئیں گے۔ اُس کی برتی کھن کھن ہوتی رہے گی۔ اسی طرح جو لوگ کسی قسم کا نشہ یا تامسی بھوجن کا سیون کرتے ہیں وہ بھی ہرگز ابھیاس نہیں کر سکتے۔ اُنہیں ہر وقت من انھیں فتنیوں میں ہی گھیر ماتا رہے گا۔ اِس لئے جو کچھ بھی پرشارتھ کرکے نصیب ہووے اُس کو پرماتما کا شکر کرکے اُس کی چیز اُسی کے ارپن کرتا ہوا۔ خود ایک سیوادار کی حیثیت میں ڈیوٹی سمجھ کر بڑی شانتی پوروک گرہن کرے۔ بابا فرید صاحب جی فرماتے ہیں

۵ رُکھی سوکھی کھائے کے ٹھنڈا پانی پی
نہ دیکھ پرائی چوپڑی نہ ترسائیو جی

پربھو پریمیوں! اگر ہم اِس چھوٹے سے نقطہ کو بھی سمجھ لیں تو ہماری آنکھیں کھُل سکتی ہیں۔ آخر ہر ایک چیز تو اُس پر مانتا ہی ہے۔ اور وہ ہر جگہ موجود ہے۔ اُس کا حکم بھی ہمارے سامنے ہی ہے۔ مگر یہ من ہمارا چونکہ اُس بُرے ساتھے کا گھرٹت ہے۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ موہ ہنکار اُس کے ساتھی ہیں۔ آخر یہ سب چوروں کا سردار ہے۔ ہر سمے ہمارے نقصان میں ہے۔ کیونکہ اُس نے ہر وقت اپنے سبھاوک دشمنائی ہی تو کرنی ہے۔ لیکن بھائی! مالک کا حکم تو یہی ہے کہ اے جیو! تو اپنے نفع کی کمائی کر۔ نہ کہ اُلٹا بندھن ہیں ہی بار بار جاتا ہے۔ مہاپرُش فرماتے ہیں! کہ ایک گیان وان پرُش نے اپنی تمام زندگی میں کل چار ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اور اتنے بڑے وسیع مطالعہ سے اُس نے صرف چار ہی باتیں نوٹ کیں جنھیں وہ دن بھر میں چار ہزار مرتبہ سمرن کیا کرتا۔ اُس گیانی سجن کے اپنے الفاظ یہ ہیں:-

"میں نے چار ہزار کتابیں پڑھی ہیں۔ ان چار ہزار کتابوں میں سے صرف چار باتیں انگی کارکی ہیں۔ اور ان چاروں باتوں کو دن بھر میں چار ہزار بار سمرن کر لیتا ہوں۔ اور وہ یہ ہیں۔

(۱) اے من! جو اُس کے دیئے ہوئے پر راضی نہیں ہے۔ تو دوسرا مالک تلاش کر۔ جو اس سے زیادہ دے۔

۱۰۔ اے من! جو کرم بُرے ہیں۔ اُن سے بچ۔ ورنہ اُس کے ملک سے باہر چلا جا۔

۱۱۔ اے من! جو پاپ کیا چاہے۔ تو ایسی جگہ تلاش کر جہاں ایشور نہ دیکھے ورنہ پاپ مت کر۔

۱۲۔ اے من! جو بندگی سائیں کی کرتا ہے۔ تو کر۔ ورنہ اُس کا دیا ہوا روٹی مت کھا۔"

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ سکندر کا باپ ارسطو جو کہ گھوڑا سواری کا شوقین بہت تھا اچھے سے اچھے سبک رفتار گھوڑے جنھیں عام طور پر دریائی گھوڑے بھی کہتے ہیں۔ ویسے بھی اُس زمانہ میں تمام لڑائیوں کا دارومدار نہایت چست و چالاک گھوڑوں پر ہی منحصر ہوتا تھا۔ آج کل کے ہوائی جہاز جو دیکھنے میں آتے ہیں۔ اُس زمانہ میں نہیں تھے بلکہ کل جنگ و جدل دستی ہی ہوا کرتے تھے۔ لہٰذا ارسطو بادشاہ بھی ہر وقت اپنی فوجوں میں نئے سے نئے سامان بھرتی کرنے و سبک رفتار گھوڑوں کو جمع کرنے کی جستجو میں رہتا تھا۔ آخر ایک وقت ایسا آیا۔ کہ کسی خاص ملک کا عرب سوداگر اُس کی خدمت میں ایک نہایت خوبصورت گھوڑا لیکر دربار میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے خوش ہو کر اُسے بہت سا انعام دیا۔ اور گھوڑے کو اصطبل میں بھجوا دیا۔ دوسرے دن اپنے شہ سواروں کو کہا کہ اس گھوڑے کو باہر لے جا کر اس کی پیمائش (Measurement) کی جاوے۔ کہ واقعی ہی اپنی شکل کے

مطابق یہ گُن بھی رکھتا ہے یا کہ نہیں۔ لہٰذا لڑائی کے میدان کے لئے اسے تیار کیا جاوے۔ جیسے کہ عام طور پر کئی پریڈ کر کے ہی سپہ سالار تیار ہوتے ہیں۔ سو دوسرے دن سپہ سالار حکم کے مطابق گھوڑے کو میدان میں لے گئے۔ مگر قدرت کو کیا منظور ہوا۔ کہ جس وقت بھی شاہ سوار جو بھی گھوڑے پر چڑھنے لگا گھوڑا ایک دم آپے سے باہر ہو گیا اور فوراً ہی شاہ سوار کو نیچے گرا کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگا۔ آخر پھر اُسے پکڑ کر باندھا گیا۔ بادشاہ کو پتہ چلا تو خیال کیا گیا۔ گھوڑا تیز مزے کا ہے۔ لہٰذا کوئی لبھے سے اچھا بالکل ناک اسوار ملے جو کہ اِس کو سدھ کر کے ہماری سواری لائق بنا دیوے۔ دیکھنے میں یہ جانور بالکل انوکھا تھا اور اِس کی چال ڈھال بھی عجیب تھی۔ اس لئے بادشاہ بھی اِسے چھوڑنے والا نہ تھا چنانچہ اسی دُھن میں اُس نے بیسیوں بہادر سردار باری باری مقرر کئے آخر تمام چوٹیں کھا کر مایوس ہوئے اور بادشاہ کے آگے نادم بھی ہوئے گھوڑا اُن سے یادر نکلا۔ کسی ایک کے بھی بس میں نہ آسکا۔ نتیجہ! بادشاہ بھی حیران اور پریشان ہوا۔ سوچنے لگا۔ کہ اتنی بڑی حکومت کا میں مالک۔ اور اِس معمولی جانور پر قابو پانے کے لئے کوئی بہادر نہیں نکلا۔ دنیا مجھ پر کیا کہے گی چنانچہ اُس کے لڑکے سکندر نے عرض کیا۔ کہ جہاں پناہ! میں خود اس کو سدھ کرنے کی کوشش کرتا ہوں یہ گھوڑا میرے حوالے کیا جاوے۔ اور

کچھ دنوں کی مہلت دی جائے۔ دیکھتا ہوں۔ یہ کیسے بھاگتا ہے۔ مگر
ارسطو کے پدری خون جگر نے جوش مارا۔ لڑکے کو منع کیا۔ کہ جہاں اتنے
بڑے بڑے یودھا اور بیر بھی ہار مان گئے۔ کہیں گھوڑے کو ٹھیک کرتے
کرتے اوہی گل نہ کھل بیٹھے۔ مگر سکندر کی زبردست خواہش۔ اور اسکی
وڈرتا نے باپ کو مجبور کر دیا۔ کہ وہ بخوشی اپنے لڑکے سکندر کو اس امر کی
اجازت دے دیں۔ آخر دوسرے دن تیاری کی گئی۔ مگر ساتھ ہی ارسطو
بادشاہ نے لڑکے کی حفاظت کیلئے بہت سے سپہ سالار بطور باڈی
گارڈ روانہ کر دئے۔ اور انھیں ہر طرح سے محتاط کیا۔ سکندر ہونہار
تھا۔ معاملہ فہم۔ دُور اندیش۔ اور نہایت ذہین تھا۔ لہذا اُس نے گھوڑے
کی چال ڈھال اور اُس کے اِدھر اُدھر بھڑکنے کی تمام وجوہات پر
گہری نگاہ ڈالی۔ اور خوب سوچ وچار کیا۔ اور تمام نتیجہ اپنے دماغ میں
بٹھالیا۔ گھوڑے کو بہت ہی کھلے میدان میں لے جاکر اُس کے کمربند
کو خوب اچھی طرح سے جکڑ لیا آنکھوں پر ایک پٹی بھی کس کر باندھ دی
اور باگوں کو نہایت پختگی اور مضبوطی کے ساتھ پکڑ کر جھٹ جھپک مارتے
ہی اوپر بیٹھ گیا۔ اور فوراً ہی گھوڑے کا منہ بالکل سورج کے سنمکھ
کر کے سرپٹ دوڑانا شروع کر دیا۔ بار بار اوپر سے ہنٹروں کی اُس
پر بچھاڑ کرتا ہے۔ اور باگوں کو ہرگز ڈھیلا نہیں چھوڑتا۔ گھوڑا اپنی
پرانی عادت کے مطابق ویسے ہی اِدھر اُدھر ہونے کی کوشش کرتا ہی
مگر سکندر نے تو پہلے ہی تمام پروگرام طے کر لیا تھا نتیجہ کیا ہوا

گھوڑا اپنے آپ کو بالکل بے بس پاکر آخر دوڑتا گیا۔ اوپر سے ہنٹروں کی برابر چوٹیں پڑ رہی ہیں۔ اُدھر سورج کی تیز کرنیں اُس کے جسم کو تربتر کر رہی ہیں۔ جس سے اُس کا تمام جوش ٹھنڈا ہوتا گیا۔ مگر سکندر ہے۔ کہ اوپر بیٹھے بیٹھے مجال کیا کہ گھوڑے کو ذرا کان تلک بھی پھیر کنے دے۔ گھوڑا بہتری کوشش کرتا ہے۔ اِدھر اُدھر منہ کرتا ہے۔ تو سکندر جھٹ لگام کو زور کیساتھ جھٹکا دے کر پھر سورج کے سامنے کی طرف ہی برابر کئے رکھتا ہے۔ کچھ وقت کی اسی طرح سرپٹ سیدھی سیدھی دوڑ کے بعد جب سکندر نے دیکھا۔ کہ یہ گھوڑا پسینہ سے تربتر ہو گیا ہے۔ اور اپنا بل ہار چکا ہے۔ لہٰذا پھر گھوڑے کو ڈھیلا چھوڑ کر سانس لینے دیا۔ اور نیچے اتر آیا۔ غرضیکہ متواتر سات دنوں تک یہی سلسلہ چلتا رہا۔ پہلے تو صرف سامنے ہی بھگانے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر آگے پیچھے دائیں بائیں آہستہ آہستہ پھر آنکھوں کی پٹی بھی کھول کر اسی طرح چاروں کونوں یعنی چاروں اطراف گھما کر دوڑانے کی مشق کر کے گھوڑے کو بالکل سدھ کر لیا عرصہ مہلت گذرنے کے بعد بادشاہ کو اطلاع ملی۔ وہ خود دیکھنے کے لیے اور اُس کی بہادری کی داد دینے کے لئے آئے اور تمام رعیت و خود بادشاہ بمعہ تمام بچھاڑ کھائے ہوئے سپہ سالار سکندر کا حوصلہ اور قابلیت کو دیکھ کر عش عش کر اُٹھے۔ ارسطو نے اپنے بیٹے کی پیٹھ کو تھپکی لگاتے ہوئے پوچھا۔ کہ یہ کیا تو نے کوئی جادو منتر

کر کے گھوڑے کو راہ راست پر لے آیا ہے۔ آخر کیا ماجرا ہے۔ جس سے تو نے اِس چنچل گھوڑے کو سادھ کر لیا ہے۔ سکندر کہتا ہے۔"

پتاجی! میں نے تو صرف گھوڑے کی چال ڈھال دیکھ کر ہی پرکھ لیا تھا کہ گھوڑا در اصل اپنے پرچھائے یعنی سائے سے ہی ڈرتا ہے وہ اپنے سایہ کو ایک بھوت سمجھ کر اِدھر اُدھر بھاگتا تھا۔ چونکہ اُسے اِس قسم کی عادت پڑ گئی تھی۔ اِسی خاطر وہ ہر کسی کو مارنے لگتا تھا۔ اور اپنی پیٹھ پر ٹکنے یا بیٹھنے نہیں دیتا تھا۔ سو میں نے اُس پر جو طریقہ اختیار کیا۔ اُسے بھی آپ دیکھیں۔ گھوڑے کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ باگوں کو کس کر کے اپنے قابو میں کیا۔ اور اُس کا منہ بالکل سورج کے سامنے کیا۔ تاکہ اِس کا سایہ جس کو یہ بھرم ہی سے بھوت سمجھ بیٹھا تھا۔ وہ اِس کے پیچھے ہی رہے۔ اور اُس کی پٹی کھل جانے پر بھی کوئی ڈر یا کھٹکے اس پرچھائے کا کوئی نہ ستائے۔ پھر میں اِدھر سے ہنٹروں کی بوچھاڑ پہلے کرتا رہا۔ کیونکہ اس کی عادت ہی کچھ اِس قسم کی سخت ہو چکی تھی۔ اِس لئے پیار دلاسے سے یہ ہاتھ آنے والا نہیں تھا۔ لہٰذا پہلے تھوڑے وقت پھر آہستہ آہستہ زیادہ دیر کی دوڑ کے بعد اِس گھوڑے کو اپنی عادت بدلنی پڑی۔ اِس کا ڈر بھی ختم ہو گیا۔ اب اُسے اِس قسم کی عادت ہو گئی ہے۔ پریکٹس ہو چکی ہے اب چاہے کدھر کو رخ کر کے اِسے چلائیں۔ اِس نے اپنی منزل کو برابر طے کرنا ہے"۔ اِس تمام ماجرے کو سن کر سامعین نے سکندر

کی عقل منادی کی زادی - اور ارسطو بادشاہ نے سکندر کو فوراً گدی نشین کرنے کا حکم دیا - کہ اب یہ لڑکا دنیا میں اپنا نام پیدا کرے گا - اور کُل عالم میں اپنی قابلیت اور بہادری کا ڈنکہ بجائے گا -

پریمی بھائیو! یہ اوپر کی مثال تو ایک سچا واقعہ ہے - چاہے آپ کہانی سمجھ لیں - لیکن ہم نے تو اس مثال و کہانی کی اصل چیز کو ڈھونڈھنا ہے - اور اپنے اِس مضمون کے ساتھ ناطہ قائم کرنا ہے آیئے! اب اِس کے اندرونی بھاؤ یا تمام کہانی کا سار ہمیں کیا نصیحت دیتا ہے - مانو! یہ من گھوڑا ہے - اور اس کی لگامیں اندریاں ہیں - اِس پر سکندر جیسا سارتھی ہماری بدھی سوار ہے - لہٰذا من! تو چنچل ہے - وِشیوں میں بار بار گراتا جاتا ہے - مگر جب بدھی کو ستھر کر لیتے ہیں - اور من روپی گھوڑے کو اپنے اِشٹ دیو کی پُورن تیج و سورج سمان مورتی کو بالکل سنکھ کر لیتے ہیں - یعنی من کی دھارا اُس سندر اور پوتر مورتی کی طرف اک ٹک سیدھی لگا دیتے ہیں - تو کیا مجال کہ گھوڑا ادھر اُدھر بھاگے - ذرا بھی ڈانواں ڈول اگر ہوئے - یا کسی قسم کا بھی کوئی بھی پھر نمودار ہوگا - تو فوراً ہی نام روپی ہنٹر بار بار یعنی یکے بعد دیگرے سوانس سوانس کے ذریعہ چلانا شروع کر دے اور دھارن وتی بدھی کی مدد سے آہستہ آہستہ اسی ابھیاس میں لگا دیں - چونکہ یہ من چنچل ہے - اور جنم جنماتروں کی میل اسے اس کی سبھاؤک عادت بنا چکی ہے - اِس لئے یہ جلد ہی قابو میں آنے والا

نہیں ہے۔ اس لئے گھڑی گھڑی ابھیاس کی ضرورت ہے۔ نتیجہ کرم کی اوشکتہ ہے۔ پھر کوئی مجال نہیں۔ کہ یہ بے قابو ہوا من جو کہ اِس جیو آتما کو بار بار چوراسی کے چکر میں ڈالتا ہے۔ پھینکتا ہے۔ اپنے وشیوں کے پنجہ کو نہ چھوڑے۔ اور وہ اپنے بل کو نہ ہارے۔ جیسے کہ اوپر مثال میں درج ہے۔ کہ گھوڑا کس طرح اپنے آپ کو ڈھیلا کر کے اپنے بل کو ہار کر۔ بالکل بے بس ہو کر سکندر کے ادھین ہو گیا تھا۔ اسی طرح پربھو پریمیوں! یہ چنچل من بھی بدھی کے بس میں ہو کر چوبیس گھنٹے ہی نیک کمائی کرنا شروع کر دیوے۔ تو وہ اپنی گذشتہ بری عادات کو تیاگ کر اچھے مارگ پر آجائے گا۔ جب من اور بدھی انسان کے ادھین ہو گئے۔ اور اندریاں تو خود بخود ہی اچھے کرم کرنا شروع کر دیں گی۔ جب کرم اچھے پیدا ہوتے گئے۔ تو ضروری بات ہے۔ کہ اچھے کرموں کا پربھاؤ گذشتہ برے سنچت کرموں پر اثر انداز ہو گا۔ اور اسی طرح دھیرے دھیرے من کی دھارا اور بھی انھیں شبھ کرموں کی طرف رخ کرتی رہے گی۔ کیونکہ انسان جیسے بھی کرم یا کام کرتا ہے۔ اس کا عکس اس کے من پر پڑتا ہے۔ گویا کہ یہ تمام باتیں لازم ملزوم ہیں۔ پربھو پریمیوں! دو ہی باتیں ہیں۔ جس سے یہ من قابو میں آسکتا ہے۔ بس اگر من قابو میں آگیا۔ تو پھر بیڑا ضرور ہی پار ہو سکتا ہے۔ وہ دو باتیں یا سوالات کیا ہیں۔

(۱) انسان پہلے مہاپرشوں کے ست سنگ میں باقاعدہ جائے۔ اور اور بُری صحبتوں سے بچے۔ اور اُن کے وچنوں کی پوری طرح سے پالنا شروع کرے۔

(۲) ان کی شرن میں جاکر مکمل سیوا کے بعد اُن سے وہ گیان حاصل کرے اور نام دھن پراپت کر کے نتیہ کرموں کے ابھیاس سے اپنے آپ کو اس گہری غار سے نکالنے کا یتن کرے۔ پھر دیکھے کہ آتما کیسی شُدھی اختیار کر کے کیا رنگ دکھلاتی ہے۔ مگر بھائی! یہ سب باتیں عمل سے ہی ہوں گی۔ خالی کتابوں کے پڑھ کر ہی۔ یا گرنتھوں کا مطالعہ کر کے ہی تو اگر چاہے کہ میں گھر بیٹھے ہی اپنے آپ ان وید شاستروں سے گیان حاصل کر لوں۔ تو یہ بالکل اسمبھو اور ناممکن ہے۔ جیسے کہا ہے "باتوں کے پکوان سے دھرایا کب ہوں نہ ہوئے" تجھے تو آخر اپنے آپ کو اس سنسار میں مکمل سکھی اور اپنی آتما کو پوری شانتی اور راحت حاصل کرنے کے لئے پورن ست ستگورو کی تلاش کرنی ہی ہوگی۔ جب تک تو ان کی شرن میں جاکر اُن سے وہ اصلی روشنی یا پرکاش حاصل نہیں کر پائے گا۔ تب تلک تیرا نکلیان ہونا مشکل ہے تجھے خیال ہونا چاہیے۔ کہ ست ستگورو کے پرتاپ سے تیرا جیون ایک عملی جیون بن جائے گا۔ وہ تو بھائی! اس سنسار میں سمے سمے پر ہم دکھیا جیووں کو سدھارنے کے لئے ہی پرگٹ ہوتے ہیں۔ اُن کی طرف سے تو کوئی ڈھیل نہیں ہے جو کچھ دیری ہے۔ تیری ہی وجہ سے ہے۔

دوھا
من شدھی ہت ہے یہی اُتم سادھن ایک
داج یوگ ستگورو شرن لتشچے راکھو ٹیک

ست سنگ کے لابھ

دوھا
ایک گھڑی آدھی گھڑی آدھی سے پُنی آدھ
تُلسی سنگت سادھ کی کٹے کوٹ اپرادھ

پریمیوں! ست سنگ کے لفظی معنے یعنی ارتھ کرو تو صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ست یعنی سچائی اور سنگ کے معنے اکٹھ یعنی مجموعہ۔ دوسرے ملاپ کے بھی لے سکتے ہیں۔ مطلب کیا ہوا۔ کہ ست سنگ ایک ایسی سبھا یا مٹینگ کا نام ہے جس میں سچائی کا اکٹھ ہو۔ سچی وستو سے ملاپ ہووے۔ اور جھوٹ کا نشان ہووے۔ یہاں پر آکر ایک پاپی آدمی بھی اپنے کئے ہوئے پاپ کرم۔ جو کہ نادانستہ طور پر وہ پہلے کر چکا ہوتا ہے۔ فوراً ہی اپنے آپ پر لعنت دیتا ہے۔ اور اپنے من کو دھکار کرتا ہے۔ آئندہ کے لئے یہاں سے پھر روشنی حاصل کر کے سدھار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے نیچ کرموں سے پرہیز کرنے لگتا ہے اور آہستہ آہستہ پھر اپنے آپ کو ایسے اچھے شبھ کاریوں میں ڈال دیتا ہے۔ جس کی زندہ مثالیں آپ اپنے گرنتھوں میں کئی بار پڑھ چکے ہیں کیا شری تلسی داس جی کا اتہاس آپ کو یاد ہے۔ وہ اپنی

استری کے ویوگ میں کتنے وباکل ہوئے۔ آخر معمولی چند منٹ ست سنگ سے ہی اُن کے من کو کیسی چوٹ آگئی۔ اور وہ کیا سے کیا بن گئے۔

دوہا۔ جتنا ہیت کٹمب سے اتنا ہری سے ہوئے
چلے جاؤ بیکنٹھ میں پلہ نہ پکڑے کوئے

اسی طرح رشی بالمیک جی جو کہ ایک ہیچ بالوڈاکو تھے۔ اپنے جیون کو نہایت بُرے کرموں سے بیتیت کر رہے تھے۔ آخر چند منٹ ست سنگ سے ہی مہاپُرش نے اُنھیں اُچیہ مارگ پر پہونچا دیا۔

چوپائی:۔ الٹا جاپ جپیا جگ جانا۔ بالمیک بھئے برہم سمانا

بس یہی دو منٹ ست سنگ کا اشارہ ہی تھا۔ مہاپرش اپنے سینہ کا راز کل گرنتھوں کا سار نکال لینے کے بعد ست سنگ دوارہ سنساری جیوؤں کو اگیانتا سے نکالکر روشنی کی جھلک دکھلاتے ہیں۔ غرضیکہ اسی طرح ہمارے سامنے پراچین اتہاس بھگوان کرشن جی کا ارجن کو ست سنگ روپی گیتا کا اپدیش اور بیسیوں اتہاس بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ ارجن کو دیکھیں کہ کس طرح موہ کے جال میں پھنس کر اور کٹمب کو اپنا سمجھتا ہوا جھوٹ کو اپناتا ہوا۔ سچی وستو یا سچائی سے پیٹھ کر بیٹھا تھا۔ مگر اُس مہان یوگی راج نے کس طرح اپنی یوگیتا سے اُس کے سنشے یا تمام بھرموں کا ناش تھوڑی سے ست سنگ میں ہی کر دیا جو کہ یہ گیتا کے اٹھارہ ادھیائے ہمارے لیے مکمل روشنی کا راستہ دکھلاتے ہیں۔ مگر ہم اگیانی

جیو ان اشاروں کو اپناتے نہیں ہیں۔ ان کی اندرونی بھاؤنا کو پرکھ میں نہیں لاتے۔ جس کی وجہ سے ہم سنساری جیو باوجود سکھ کے تمام سادھن کرنے کے بھی پھر دکھ ہی دکھ اٹھاتے ہیں۔ اور یہ ست سنگ یا میٹنگ ایک ایسی جماعت ہے۔ جس میں جاکر ان تمام اشاروں کا بھید کھل جاتا ہے۔ اس لئے ست سنگ سے انسان اپنے اندر کی کھوٹ کو پرکھ لیتا ہے۔ اور وہ ایک اچھا پارکھو بن جاتا ہے۔ تبھی تو ارجن نے بھی گیتا کا اوتم گیان پاکر اپنے اندر کے تمام بھرم جو تھے۔ ان کا ناش کیا۔ اس ست سنگ سے ارجن کے گیان نیتر کھل گئے اور وہ اپنے کرتویہ کا پالن کرتے ہوئے ہمارے لئے ایک زندہ مثال چھوڑ گئے۔

دوہا:- گیتا کا اُتم گیان دیا ارجن کے سنشے ناش کئے۔
کوروؤں کی چھاتی دھڑکا دی اس کالی کملیا والے نے

ست سنگ میں جاکر انسان کے من کی میل اس طرح اترتی جاتی ہے۔ جیسے کہ ایک آدمی میلے کچیلے کپڑوں کو پتھر پر مار مار کر بالکل سفید دودھ موافق کر دیتا ہے۔ مہاپرش بھی سنساری جیوؤں کو اپنے منوہر وچنوں سے ایسی نصیحت کرتے ہیں۔ سچائی کا درشن کر دیتے ہیں۔ جیسے ایک کمہار مٹی کو خوب کوٹ کوٹ کر ایک گھڑا تیار کر کے پھر اسے بھٹی میں پکاتا ہے۔ آخر وہ گھڑا بعد میں خود شیتل اور ٹھنڈا بن جاتا ہے وہاں دوسروں کے لئے بھی

سُکھ دائیک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک اگیانی جیو موہ مایا کے جال میں لت پت ہوا انسان بھی ست سنگ میں آکر اپنے آپ کو ان بندھنوں سے آزاد کرا لیتا ہے۔ جو کہ اُسے بار بار جنم مرن کے چکر میں ڈال رہے ہیں۔ وہاں پر تو بھائی! ایک ایک چیز کا نرناں یا نچوڑ ہوتا ہے۔ اور آخر انسان کو اپنی غلطی کا احساس ہونے لگتا ہے۔

پر بھو پریمیوں! آپ روزانہ دیکھتے ہیں کہ ایک لوہار معمولی لوہے کو بار بار آگ میں تپا کر ایک بڑے وَدان کی چوٹوں سے کیسے باریک بنا لیتا ہے۔ آخر وہ اِس طرح کی محنت سے اُسے ایک قیمتی اوزار کی شکل دے کر نہایت کار آمد بنا دیتا ہے۔ ٹھیک اِسی طرح لوہار کی دوکان بھی ایک ست سنگ کا مندر سمجھیں اس میں شُدھ آتما روپی کاریگر اور ان کے وچن روپی وَدان کی چوٹیں اور ایسے ہی لوہار کی بھٹی کی مانند اُن مہا پرشوں کی پریکھشا یا امتحان سمجھیں۔ بار بار وچنوں کی چوٹوں سے انسان کے من روپی گندے اور نکمے لوہے کی تمام میل اور کھوٹ نکل کر بالکل نرمل اور سوچھ بن جاتا ہے آخر خود کا سدھار کرتے کرتے وہ جیو دوسرے کئی جیووں کا بھی کلیان کرنے لگتا ہے۔ سنت فرماتے ہیں۔

دوھا

(۱) کتھا کیرتن جگ وشے بھو ساگر کی ناؤ
کہے کبیر جگ ترن کو۔ ناہیں اور اپاؤ

ایک دوہا اور ہے: —

لوہا ناؤ کے سنگ سے جل میں ترے دن رات
سنتن کے ست سنگ سے پاپی جن تر جات

مہا پرشوں کے فیصلے اٹل ہیں۔ کہ جس طرح سے گندے ندی نالے گنگا میں جا کر گنگا جل جو کہ ایک امرت شمار کیا جاتا ہے۔ یعنی گنگا کے پوتر جل کی سنگت سے اپنے گندے روپ کو ایک سوچھ جل میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ اور پارس منی کا پتھر لوہے کو سونا بنا دیتا ہے۔ لوہا لکڑی کے ساتھ سنگ کر کے دریا میں تیرنے لگتا ہے۔ اسی طرح اے انسان! تو اگر نہایت کھوٹے کرم کر کے بہت نیچ لوگوں میں چلا گیا ہے۔ تو کوئی بات نہیں۔ ایک دفعہ تن من سے پورن سنت ستگورو کی سنگت میں آجا۔ پھر دیکھ کہ وہ تجھے پر بھوگتی کا رنگ کیسے چڑھا دیتے ہیں۔ تیرے اندر ایک ایسا انقلاب آجائے گا۔ تیرے من میں ایسا پری ورتن ہو سکتا ہے۔ کہ تیرا اکل و ہار بالکل ہی تبدیل ہو کر تو نیک کمائی کرنے اور کرانے میں لگ جائے گا لیکن بھائی! ایک دفعہ ست سنگ میں آ کر اُن اپدیشوں کو سننا شروع کر دے۔ ست سنگ میں جا کر تو اپنے آپ ہی ماننے لگے گا۔ کہ جو کچھ سنا تھا۔ واقعی ہی میں نے اُسے سچ پایا۔ اور ویسا ہی میں عمل میں لا رہا ہوں۔

پر بھو پریمیوں! ابھی پیچھے یونان کے مصور کی کہانی لکھی جا چکی ہے۔ کہ اُس قیدی نے بُری سنگت سے کس طرح اپنے آپ کو

پھنسا دیا تھا۔ اب اور سنئے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک راج ہنس کہیں کوّے سے دوستی کر بیٹھا۔ کوّا مترتا کے بھاؤ سے راج ہنس کو اپنے گھر لے آیا۔ بھلا نرمل جل میں رہنے والا اور موتی چگنے والا راج ہنس کا کوّے کے گندے گھر میں کس طرح سے دل لگ سکتا تھا۔ آخر راج ہنس جلدی اکتا کر کوّے کو کہنے لگا چلو دوست ایسی تمہیں اپنے گھر کی بھی سیر کرا لاؤں۔ تو ایسی جگہ کو وہاں جا کر بالکل ہی بھول جائے گا۔ لہذا راج ہنس کوّے کو ہمراہ لے کر اپنے ہاں آیا۔ راجہ کا ایک سندر باغ تھا جس میں بہت سندر اور سوگندھ بہت پھلواڑیاں جا بجا لگی ہوئیں تھیں۔ تالاب میں نرمل جل لہریں مار رہا تھا۔ غرضیکہ نظارہ بہت ہی قابل دید تھا۔ راج ہنس اور کوّا دونوں ایک درخت پر بیٹھ گئے۔ اور باغ کا نظارہ دیکھنے لگے۔ اُدھر راجہ بھی سیر کرنے کو نکلا۔ اور اُسی درخت کے نیچے آکر لیٹ گیا۔ سورج کی کرنیں راجہ کے منہ پر پڑ رہی تھیں۔ راج ہنس نے راجہ کو دھوپ کی تپش سے بچانے کے لئے اپنے جہاز نما پنکھ پھیلا دیئے۔ اور راجہ کے اوپر چھتر سا بنا دیا۔ جس سے دھوپ میں ایک سایہ سا بن گیا۔ اور راجہ کو شانتی ہو گئی۔ راجہ چونکہ گرمی سے گھبرایا ہوا تھا۔ لہذا ٹھنڈک پہونچنے پر سو گیا۔ اور کچھ دیر بعد کوّے نے جو کہ چنچل طبیعت کا ہوتا ہے۔ دیکھا کہ راج ہنس نے مجھے اپنا متر ظاہر کیا تھا۔

مگر جب کہ میں اس کے گھر آیا ہوں۔ ایک سچے دوست کا فرض تو یہی کہ وہ مترتا کے بھاؤ کو اپناتا ہوا کچھ میری طرف بھی رخ کرے۔ مگر یہ تو کوئی دھیان تک ہی نہیں دیتا اسے کیول راجہ کا ہی خیال ہے۔ اُس کی سیوا میں لگا ہوا ہے" بس ایسے خیالات اُس کے من میں آئے اور اپنے چنچل سوبھاؤ کے مطابق اس نے راج ہنس سے اُس ساری کاروائی کا بدلہ لینے کی ٹھانی۔ سو جھٹ ہی راجہ کے اوپر اس نے بیٹھ کر دی۔ اور اُڑ کر چلا گیا۔ راجہ جھنجلا کر اُٹھا۔ اوپر نگاہ کرکے فوراً اُسی راج ہنس کو ہی اس خطا کا نشانہ سمجھتے ہوئے گولی چلا دی۔ راج ہنس گولی کے لگتے ہی پھڑ پھڑاتا ہوا راجہ کے چرنوں پر آگرا اور مرتے مرتے یہی الفاظ کہے:-

"اے راجن تیرے اوپر بیٹھ کرنے والا میں کوا نہیں۔ بلکہ میں الٹا اس تو نرمل جل میں رہتا ہوں موتی چگنے والا راج ہنس ہوں۔ مگر اس نیچ کوے کی سنگت ہی سے میرا یہ حال ہوا۔"

دوہا۔ وہ بن میں بھی رہنا بھلا۔ بن پشوؤں کے پاس!
مورکھ کے سنگ سورگ میں اچھا نہیں نواس!!
ہوئے سو سنگت نیچ سے دکھ کسنگ کے تھان!
گندھی اور لوہار کی دیکھو بیٹھ دکان!!
کبیر اسنگت سادھ کی جیوں گندھی کا باس:
جو کچھ گندھی دے نہیں تو بھی واس سُباس!!

بڑی سنگت میں بیٹھ گئے ہانکنے والو! اس کہانی سے سبق سیکھو سینما تھیٹر میں جا کر روپیہ پیسہ کو برباد کر کے وہاں سے کیا سبق حاصل کرتے ہو۔ سوائے اس کے کہ اپنے آچار کو گندا کر لئے اور من کو اور بھی ملین بنانے کا آسرا ڈھونڈتے ہو۔ سو جیسے درشیہ کو دیکھو گے ضروری ہے آپ کا چال چلن ویسا ہی بن جائے گا۔ جیسی سنگت اختیار کرو گے۔ وہی سنسکار آپ کے اوپر اپنا سایہ ڈالتے رہیں گے۔ اس لئے ہوش کرو! اور مہاپرشوں کی سنگت میں آؤ۔ اپنے جیون کا اصل لابھ اٹھاؤ! خیال رہے کہ یہ مانشیہ چولا صرف اسی واسطے تو دیا گیا ہے کہ اس قیمتی وقت کو ہرگز ضائع مت کرو۔ سنت فرماتے ہیں:-

دوہا۔ (۱) گیان گھٹے نر موڑھ کی سنگت!
دھیان گھٹے چت نے بھرمایو!
(۲) روپ گھٹے پر نار کی سنگت!
بدھی گھٹے بہو بھوجن کھایو!!
(۳) پریم گھٹے نت ہی کچھ مانگت!
مان گھٹے نت پر گھر جایو!!
(۴) لال دیال کہے سن موڑکھ!
پاپ گھٹے پربھو کے گن گایو!!

اس لئے اے انسان! مہاپرشوں نے تو ایک ایک چیز کا

فیصلہ کر کے ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ ہم روزانہ ان گنہ گاریں ان چیزوں کو اپنے اوپر آزماتے ہوئے بھی جان بوجھ کر پھر آنکھیں بند کر کے وہی بڑے کرم کرتے جاتے ہیں۔ اور نتیجہ سے بالکل بے خبر اور غافل اپنے آپ کو مزید بندھن میں ڈال دیتے ہیں۔ یاد رکھو! اگر ایک دفعہ بھی کوئی پاپ کر کے اپنے آپ کو سچا ظاہر کرنے کی کوشش کرو گے۔ یا ایک دفعہ بھی آپ جھوٹ بولو گے۔ تو اسی جھوٹ کو سچ ظاہر کرنے کے لئے آپ کو انیک پرکار کے اور جھوٹ بولنے پڑیں گے آپ تو چاہتے ہیں۔ کہ سرخروئی ہو جاوے۔ مگر نہیں۔ دنیا کے اندر اس پرماتما کے گھر میں پورا پورا انصاف ہے۔ اپنی غلطی کو فوراً مان کر آئندہ کے لئے سچائی کے مارگ کی طرف قدم بڑھانا شروع کر دو۔ جیسے کہ تیسری پادشاہی گورو امرداس جی مہاراج نے وچن فرمائے تھے کہ ترقی پسند بشر کو اونچائی کی منزل پر پہنچنے کے لئے دو باتیں ضروری نوٹ کرنی چاہئیں۔

بھلا جی۔ اور بھلا جی یعنی پہلے تو غلطی کو مان لیا۔ پھر آئندہ کے لئے توبہ کرتے ہوئے نیکی کا استر اختیار کر لیا۔ لہٰذا کہاوت ہے۔ گذشتہ را صلواۃ۔ آئندہ را احتیاط پچھلے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے اور نیکی کے راستہ کی پیراپتی سوائے مہاپرشوں کی سنگت اور شدھ آتما کے ملاپ کے بغیر ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ایک چھوٹی سی مثال میں اور دیتا ہوں

جیسے کہ ایک شیشی خالی پڑی ہے دوسری شیشی میں ایک نہایت قیمتی
اور خوشبودار عطر پڑا ہوا ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں۔ کہ ان
دونوں میں سے کس شیشی کی زیادہ قدر و قیمت ہے۔ کس کو پسند
کیا جاوے گا۔ ضروری بات ہے کہ وہ عطر والی شیشی ہی اپنی خوشبو
کی وجہ سے آپکی توجہ اپنی طرف کھینچ لے گی۔ آپ کا رجحان اسی طرف ہو جاوے
گا۔ کہنے کا مطلب یہ کہ اُس قیمتی عطر کی سنگت کے ساتھ یعنی جس
وقت اُس شیشی میں عطر کا ملاپ ہو گیا۔ اُس شیشی کی قدر اور قیمت
بہت زیادہ ہو گئی۔ بلکہ اگر آپ عطر کو نکال بھی لیتے ہیں۔ شیشی کو
خالی کر دیویں گے۔ تو بھی اُس خوشبو کا اثر دیر تک اُس شیشی
کے ساتھ ہی لگا رہے گا۔ یعنی اُس سنگت کا اثر شیشی پر برابر موجود
رہے گا۔ اب آپ کو یہ ماننا پڑے گا۔ کہ سنگ کا رنگ ضروری
چڑھتا ہے۔

دوسری طرف آپ ایک کوئلہ فروش کی دوکان پر سفید کپڑے پہن کر
جاتے ہیں۔ مگر وہاں پر تو بھائی کوئلہ کی دھوڑ مٹی گرد خوب اڑ رہی ہے
وہ ضروری طور پر آپ کے کپڑوں کو گندا کر دے گا۔ چاہے آپ
انہیں کتنا ہی محفوظ کیوں نہ رکھیں اسکا اثر تو ضرور ہی ہوگا۔ وہاں کا
تو وایومنڈل ہی سارا گندا بن چکا ہے۔ اس لئے آپ پر ضروری
اثر انداز ہوگا۔ صرف کپڑے سفید ہی گندے نہیں ہوں گے۔ بلکہ
ہاتھ منہ اور بھی خراب ہو جاوے گا۔ اسی طرح بھائی اپتری سنگت

میں جا کر انسان اُسی کا پکش یعنی پربھاؤ پڑنا ضروری امر ہے۔ آپ لاکھ چاہیں کہ اپنے آپ کو گندی چیزوں سے پرہیز میں رکھیں۔ مگر وہاں کی سوسائٹی میں رہتے رہتے آپ کو اسی رنگت میں مجبور اً رنگنا ہی ہوگا۔ بلکہ زبردستی ہی رنگے جاویں گے۔ آپ کے سامنے تصویر کے دونوں پہلو موجود ہیں۔ جدھر چاہو اس شریر کو لے جاؤ۔ شریر گندا ہوا تو ضروری بات ہے۔ کہ من اور بدھی بھی خراب ہو جاوے گی۔ آخر من کا اثر جیو آتما پر ضروری طور پر پڑے گا۔ نتیجہ کیا! آپ کے تمام کرم بھی پھر اسی سانچے میں ڈھلنے شروع ہونگے اور جہاں دنیا کے لوگ آپ سے نفرت کرنے لگیں گے۔ وہاں پرلوک کے لئے تو آپ نے اتنے زہریلے کانٹے بو دیئے۔ جن کا اثر تمہاری آتما کو بار بار جنم مرن کی گندی راہوں میں بالکل اوندھے منہ پھینکنے کے معاون بن جائیں گے۔ اور آپ اس انسانی چولے میں بجائے کچھ سدھار کرنے کے الٹا نقصان کر کے چلے گئے مہاپرشوں کا کتھن ہے۔

۱- آیوں تو لال خریدنے نوں وِنج کوڑیاں والے پا بیٹھوں۔
تینوں علم کستوری خریدنے وا ڈھیری ہنگ اجوائن دی لا بیٹھوں۔
نفع کھٹنے وِچ سنسار آیوں۔ الٹا مول وی اپنے گنوا بیٹھوں۔
منش جنم ہی تینوں کی سار مہترو سرا خاک دے وچ رُلا بیٹھوں۔

سوچ سمجھیوں! آپ بھی اچھی طرح سوچ وچار کر کے یہ فیصلہ کریں گے۔ کہ واقعی ست سنگ میں آپ اپنی کایا پلٹ سکتے ہیں۔ اس جنم کا پورا پورا لابھ اُٹھا سکتے ہیں۔ مہاپرشوں کے ملاپ کے بغیر چاہے آپ ایشور بھگتی بھی کیوں نہ کرنا شروع کر دیں۔ تو بھی جب تلک آپ کو ایک ایک شبد یا بانی کا ارتھ اصل روپ میں یا صحیح طور پر پتہ نہیں چلے گا۔ آپ کو مکمل گیان اور صحیح روشنی ہرگز نہیں مل سکتی۔ انسان کا من تو پہلے ہی بالکل اسی سانچے میں ڈھلا ہوا ہے۔ جو کہ ہر وقت اُسے اِدھر اُدھر بھرماتا رہتا ہے۔ اُسے کبھی

بھی سُکھ اور چین نہیں ہے۔ جب کہ وہ ست سنگ میں جانا شروع کرتا ہے۔ تو انسان کی آنکھیں کھلنے لگتی ہیں۔ مہاپرشوں کے اشارے اور وچن جن کے ارتھ یہ کلجگی جیو صحیح معنوں میں نہیں سمجھ سکتے۔ جب تک وہ کسی وِدوان اور گیاتا منی شدھ آتما کی شرن میں جاکر اُن کے ست سنگ روپی وچنوں کی رگڑ سے اپنے من کی میل کو نہیں دھو لیتا۔ تب تلک وہ اِس جنم کی اصل سادھ ہرگز نہیں جان سکتا۔ اور دیکھو! ایک کاغذ کا بناوٹی گُلاب کا پھول ہے۔ دیکھنے میں بالکل اصل معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس میں خوشبو بالکل نہیں ہے۔ دوسری طرف گلاب کا سچا اور اصلی پھول لے لو۔ اِس کی بھینی بھینی خوشبو سے آپ معطر ہو رہے ہیں۔ قدرتی طور پر آپ کا من اُس کی طرف ہی جھکتا ہے۔ اور اُسے بار بار آپ سونگھتے ہیں۔ اس کی مستقل خوشبو کو آپ زیادہ سے زیادہ اپنے اندر کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں اس عمل سے اپنے آپ کو خوب آنند میں پاتے ہیں۔ اور اِس بناوٹی پھول کو تو صرف آنکھوں نے دیکھ کر ہی رکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح ذرا اور آگے چلیں۔ اچھا آپ کو اپنی طرف کھینچنے والی اصل چیز کیا ہے؟ وہ گلاب کا سچا پھول اور اس کی بھینی بھینی خوشبو! اب اِس خوشبو کے ملاپ سے ہی پھول کی دیہہ خوبصورت اور دلکش بن چکی ہے۔ آپ نے دیہہ اور خوشبو دونوں کے سنگ سے اپنے آپ کو آنندت کیا۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ شدھ آتما والا شریر گویا مہاپرش اپنے اندر کی نہایت قیمتی خوشبو روپی وچن ہمارے ہردے کو فوراً ہی اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ ہماری توجہ کی دھارا اُن ہی کی طرف ہونے لگتی ہے۔ اُن کے درشنوں سے ہمارا اتن من اپنے آپ ہی معطر ہو تا جاتا ہے۔ آپ مانو گے کہ ایسی اچھی سنگت سے کتنا لابھ ملتا ہے۔ دوہا

گنگا میں مل میلن جل ترت ہوت سب گنگ
پالش بھانس ہی مہری تلت ایک ہی سنگ
سنگت ہی گن اُپجے سنگت ہی گن جائیے

بالش بھاس اور مصری اپکو پھا دکھائی دے ۔

ایشور پرمیشوں! ست سنگ کی مہماں اپرم پار ہے اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ اس سنسار یا مات لوک کے سوائے سورگ اور برہم لوک کے تمام قسم کے سکھ بھی اس کے مقابلہ میں کوئی ہستی نہیں رکھتے۔ گویا کہ ترازو کے پلڑے میں ایک طرف سورگ دھام کے کل سکھوں کا بھوگ اور دوسری طرف ست سنگ روپی وچنوں کا سنگر کا رکھ دیویں ۔ تو دونوں کا مقابلہ کرنے کے بعد آپ اس نتیجہ پر پہونچ گئے کہ ست سنگ والا پلڑا بھاری ہے ۔

جیسے گوسوامی تلسی داس جی نے رامائن میں فرمایا ہے ۔ ــــ٥

تات سورگ اپورگ سکھ دھریے تلا اک انگ
تلے نہ تاہی سکل مل جو سکھ لو ست سنگ

کرشن بھگوان نے صاف صاف فرمایا ہے۔ جو پرانی سکھوں کے بھوگ سکھ میں بھوگ رہا ہے۔ وہ پھر بھی کسی وقت مجھے بھول سکتا ہے ۔ مگر میرے پریمی بھگت جن مجھے ہر وقت ست سنگ میں ہی یاد کرتے رہتے ہیں ۔ اور میں اُن کے ہردے میں نواس کرتا ہوں۔ سو رے انسان! تجھے کیا کچھ درکار ہے۔ تجھے تو مکمل شانتی اور سکھ مہاپرشوں کے ست سنگ کے سوائے کہیں بھی نہیں ملے گا۔ تو لاکھ روپیہ دھن دولت ۔ مکان ۔ زیور ۔ اتیادی انیک پرکار کے سامان اکٹھے بیشک کرلے چونکہ تیری اصل سرت یعنی من کی دھار ابھی تو ادھر ہی جائے گی ۔ اب یہ سب چیزیں تو آخر ناش وان ہیں، لوک کے بھی ساتھی کسی حد تک بے شک بن جائیں گے ۔ مگر پرلوک کے لئے تو ست سنگ روپی وچنوں کا آدھار ہی جرا کلیان کر سکتے ہیں ۔ ان ناشوان پدارتھوں کے چھوٹ جانے پر تیرے دل کو تھامنے کے لئے سوائے ست سنگ کے اور کوئی سادھن ہی نہیں ہے ۔ سنت فرماتے ہیں ۔ ــ٥

جگت موہ پانی اگر کشٹ آن اپار ۔ جو ست سنگ کر سو ہی سہج کت ہو جائی

پیارے بھگتو! ممکن ہے کہ آپ کے ہردے میں بھی ایسی ترنگ امنگ اُٹھ رہی ہو۔ کہ وہ کیا جادو اثر فلاسفی ہے۔ جس سے آپ نے بھی اپنے آپ کو رنگنے کی کوشش کریں۔ لہٰذا چند ایک ست سنگ بھی اسی انگ میں دے کر اس پر سنگ کو مکمل کیا جاتا ہے۔

نوٹ:۔ صرف پانچ ہی ست سنگ جو آگے بیان کئے جا رہے ہیں۔ یہ اُن مہاپرشوں کے اندرونی بھاؤں یا وچاروں کا اختصار کر کے سلیس عبارت میں قلمبند ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ صرف ان ہی پانچوں ست سنگ روپی چھپر کا آدھار یا اوٹ لے کر ہی اس کتاب کی منزل کو کھڑا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ گویا کہ بالکل آسان اور سہل طریقوں سے مہاپرشوں کے وہ اشارے نمودار ہو رہے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ پانچ ست سنگ ایک شیشہ ہیں۔ اور یہ ساری پستک اُن کا عکس ہے۔

میرے پریتم

کھچا نقشہ میرے دل پر تیری صفائی کا
بسی تصویر آنکھوں میں ہے جلوہ الٰہی کا
کسی کو تاج بخشا ہے۔ کسی کو تخت شاہی کا
گدائی مجھکو دی۔ جسمیں ڈیا دعویٰ خدائی کا
تصور کھینچکر بیٹھا ہوں۔ تیری خود نمائی کا
دکھا جلوہ میرے ستگورو۔ تو یہ انتہائی کا

(داسن داس)

پہلے دن کا ست سنگ

روح کا سچا دھن

دُنیا کے پیارو! اس سنسار میں جتنی بھی چیزیں ہیں۔ اُن کا سمبندھ جھوٹا ہے۔ اُن کا ناطہ صرف شریر تک تعلق رکھتا ہے۔ آخر کا یا تو ٹوٹا یا سمبندھ سمجھنا غلطی ہے۔ یہ رشتہ یا تعلق ہمیشہ کے لئے نہیں ہے۔ اور یہ تھوڑے سمے کے لئے ہی ہے۔ شریر کے ناطے بھی تھوڑے ہی ٹائم کے لیے ہیں۔ اے انسان! تو شریر نہیں ہے۔ بلکہ تو روح ہے۔ روح کا سچا ناطہ ستگورو کے شبد سے ہے۔ روح کے شریر تیاگنے سے سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ رشتے تو پہلے ہی شریر سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب شریر ختم ہو جائے گا۔ تو روح کی کیا حالت ہوگی؟ اے مالک! کیا تو نے کبھی اس بات کو بھی سوچا ہے۔ یا نہیں؟ تو نے اس سنسار میں آکر جو کچھ بھی کرم کئے۔ سب شریر کے لیے ہی کئے۔ کبھی روح کے کلیان کے لئے بھی کوئی کرم کیا۔ یا اُس کی بہتری کی بھی کبھی سوچی۔ کہ اس کا ستھر کیا ہوگا؟ جب وقت تیری روح اس شریر کو چھوڑ کر یہاں سے چلنے لگے گی۔ تو اُس وقت وہ کونسی وستو اپنے ساتھ لے کر جائے گی؟ اے انسان! اس جنم میں تو نے اس روح کو چوراسی لاکھ کے چکر سے چھٹکارا دلانے کے لئے بھی کوئی نیک کرم کئے؟

اِن سب سوالوں کا جواب مہاپُرش اس طرح فرماتے ہیں۔ کہ اے جیو! اپنی اصلی چیز یا نج وستو کو پہچان۔ در اصل تیری اپنی کونسی چیز ہے۔ جس کا واسطہ میں تجھ سے سمبندھ ہے۔ مگر تو تو اگیانتا میں ہی یہ سب ساری سامان اپنے سمجھ بیٹھا ہے۔ جیسے یہ میری مایا ہے۔ یہ دھن ہے

میں اِن سب چیزوں کا مالک ہوں۔ مگر اے جیو! تو بھرم میں ہے۔ اور تیرے
یہ سب خیالات بالکل غلط ہیں یہ تیری بھول ہے۔ اور تو اپنے آپ کو ٹھگے ہی
لے جارہا ہے۔ یاد رکھ! تجھے اس دھوکے میں ہرگز نہیں جانا چاہیئے۔ اے انسان
تجھے یہ نہیں سمجھنا چاہیے۔ کہ میں ایک امیر آدمی ہوں۔ یا میں دھنوان ہوں۔
اور لاکھوں کروڑوں کی جائداد کا مالک ہوں۔ مگر خیال رکھ! کہ یہ شریر چھوٹنے
کے بعد تمام چیزیں بھی تو ختم ہو جائینگی۔ کیونکہ ان کا سمبندھ یا تعلق شریر سے
ہی تو تھا۔ اب سوائے ست گورو کے شبد یا سچا نام ہی تیری روح کا اصل ساتھی
ہے۔ یا تیری آتما کا اصل سہائیک صرف ستگورو کا شبد ہی ہے۔ کیونکہ
یہی سچا دھن ہی تیرا کلیان کرے گا۔ جو کہ اِس لوک اور پرلوک میں تیری
سہائتا کا باعث بنے گا۔ اور یہی تیرا اصل دھن ہے۔ جیسے بزرگوں کا
واک ہے۔

”گورو کا شبد تیرا سنگ سہائی“

تیرے شریر چھوڑنے کے بعد یہ کوئی نہیں سُنے گا۔ کہ یہ ایک بڑا آدمی
تھا۔ لاکھوں روپے کا مالک تھا۔ اولاد والا تھا۔ یہ باتیں اُس بھگوان
کے دربار میں کوئی نہیں سنے گا۔

جس کے پاس گورو شبد روپی ٹکٹ نہیں ہوتا۔ اُس جیو کو دُکھ
اور تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔ ٹکٹ دینے والا بتائے گا۔ کہ کون سے
رستے سے جانا ہے۔ کونسا رستہ صاف اور ستھرا ہے۔
گورو کا شبد جیو کا آخیر کا ٹکٹ ہے۔ اور آخیر تک اُس کا ساتھ
دے گا۔ اور اُس کی سہائتا کرے گا۔
گورو کا شبد اور گورو کا ناطہ ہی اس کا اپنا ہے۔ وہ اِس انسان کو
انتر دھیان ہونے کے لیے نصیحت کرتے ہیں۔ اگر تو سچا سکھ سچی خوشی

حاصل کرنی چاہتا ہے تو اپنی سُرت کو۔ اپنے دھیان یا توجہ کی دھار کو اپنے اندر لے جا۔ اور اس چیز کو اپنے اندر سے حاصل کر۔ وہ چیز تیرے اندر موجود ہے جن سنساری پدارتھوں کو تو اپنا سمجھ بیٹھا ہے۔ اور اگیانتا کے اندر جن چیزوں سے تو سُکھ یا شانتی ڈھونڈ رہا ہے۔ ان میں سُکھ کا نام بھی نہیں ہے بلکہ وہ تو دُکھ روپ ہیں۔ اِس لئے مہاپُرش اس جیو کو نصیحت کرتے ہیں۔ کہ تُو اپنی سُرت کو اپنے اندر لے جا۔ اور اندر لے جا کر اُس بھگوان کے درشن کر۔ اُس مالک کو اپنے اندر سے ڈھونڈ۔ وہ تجھے باہر سنساری چیزوں میں جنگلوں یا بیابانوں میں نہیں ملے گا۔ اِس لئے تو اُس بھگوان کے درشن کر کے اُس کی پہچان کر۔ اور اس کو ڈھونڈ کر سچا سکھ حاصل کر۔ جیسے مہاپُرشوں کا وچن ہے۔ دوہا۔

نہ سُکھ وِچ گرہست دے۔ نہ سُکھ چھڈ گیاں۔

سُکھ ہے وِچ وچار دے۔ سنتاں شرن پیہاں۔

اور اپنے آپ کو پہچان۔ جس چیز کے لئے تو مارا مارا سنسار میں پھرتا ہے وہ چیز دراصل تیرے اندر ہے۔ جیسے سنت فرماتے ہیں۔

"جو برہمنڈے سو ہی پنڈے۔ جو کھوجے سو پاوے"

اب وہ سچا نام روپی ٹکٹ حاصل کر کے کمائی کرنے لگتا ہے۔ اور اس کو کچھ گیان ہو جاتا ہے۔ تو اُس کو سچا سکھ اور شانتی حاصل ہوتی ہے۔ یہ اصل ٹکٹ جس کے پاس ہوتا ہے۔ اُس کو کوئی طاقت حتیٰ کہ یم کا ڈنڈ بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ اور وہ ہر قسم کے دکھوں سے رہت ہو جاتا ہے۔ اور کسی قسم کی سزا اُسے نہیں بھوگنی پڑتی۔ اے انسان! تو اپنے اصلی دھن کو بھول گیا ہے؟ اور پرائی یا دوسرے کی چیز پر مان کرتا ہے۔ واستو میں تو اس کا مالک نہیں ہے اس پر مان کرنا بھی تیری بھول ہے۔ دراصل اس کا مالک کوئی اور ہی ہے۔ اور

تو اپنی اصلی وستو سے بھلا بیٹھا ہے۔ اور پرائی چیز پر مان کرتا پھرتا ہے۔
جس کی بھی سزا ملتی ہے۔ جیسے کہ مثال بالفرض ایک استری اور پرش کا جوڑا ہی
اور دنیاوی یا سنساری رشتہ کے مطابق ان کا نزدیکی سمبندھ بھی ہے۔ اب
اس کی استری کی طرف جب کوئی بھی غیر انسان میلی نظر سے یا بُری نگاہ سے دیکھتا
ہے۔ تو اس کا مالک جو کہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ دل میں بُرا محسوس کرتا ہے۔ اور
اُس کا بدلہ لینے کی ہر ممکن طریقہ سے کوشش کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے۔ کہیں اس انسان
کی آنکھیں کیوں نہ باہر نکال لوں۔ جس نے میری استری کو بُری درشٹی سے دیکھا ہے
اسی طرح مثال کا ایک انگ ہے۔ اور سنت فرماتے ہیں کہ اے انسان!
دنیا کا مالک اور رچنا رچنے والا جس نے سرشٹی کو اور اُس کے سب سامانوں کو قائم
یا پیدا کیا ہے۔ وہ اس کا پتی ہے۔ اور یہ تمام مایا جس کی انیک پرکار کی شکلیں ہیں
یہ اُس کی استری کے سمان ہے۔ اوپر کی مثال کے مطابق جب یہ انسان ان
دنیاوی اور سنساری پدارتھوں پر بُری نظر یا میلی درشٹی رکھتا ہے۔ کیا بھاؤ!
کہ ان چیزوں سے پریم کرتا ہے۔ اُن کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اگیانتا
کارن اُن سے دل لگا بیٹھتا ہے۔ یا وہ پریم جوڑ لیتا ہے۔ اس کی سزا اُسے
وہ مایا پتی روپی بھگوان دیتا ہے۔ جو اُسے اوشیہ ہی بھوگنی پڑتی ہے۔ اسلئے
انسانی فرض تو یہی ہے۔ کہ اس مالک کی سزا سے بچنے کے لئے یا پورا سی لاکھ
یونی سے چھٹکارا پانے کی خاطر انسان کو چاہیے۔ کہ وہ چیتن رہے۔ اور اپنا
دل کہیں دنیا یا دنیا کے پدارتھوں میں نہ پھنسا بیٹھے۔ اس لئے سنت اس
جیو کو بار بار نصیحت کرتے ہیں۔ کہ اے جیو! غیر کی چیز یا وستو کو اپنا مت سمجھ۔ اور
اُس کا خیال ہی دل سے بھلا دے۔ تاکہ تجھے سنسار میں دُکھ نہ بھوگنا پڑے۔
جیو کی اپنی وستو گورو کا شبد ہی ہے۔ جو کہ آخیر تک سہائی ہوتا ہے۔ جس
کا روح سے ناطہ ہے۔ اور دنیاوی سامان کا رشتہ شریر سے ہے۔ گورو کے شبد
کا رشتہ روح سے ہے۔ اس لیے اے انسان! تو اپنی نج وستو کو پہچان

پرمارتھی جیو کو سنساری آدمی کی ریس یا نقل نہیں کرنی چاہیے۔ جیسے اِستاری
آدمی اپنے آپ سے غافل ہیں۔ اُس پرماتما کے اصلی گیان سے بہت دور ہیں۔ اس
لئے پرمارتھی اور سنساری کا مقابلہ نہیں! بلکہ انسان کو اپنا آپ پہچاننا
چاہیے۔ سنساری آدمی کے پاس مایا ہے۔ اور وہ دھن وان یا مایادھاری ہونے
کے کارن وہ مایا کے ادھین ہو چکا ہے۔ اور اسی مایا نے اُسے بھرمانا شروع
کر دیا ہے۔ اور وہ دن بدن بھرم رہا ہے۔ اور اسی طرح! وہ بھگوان سے کوسوں
دوری پر چلا گیا ہے۔ مایا جھوٹی ہے۔ اور اس کا انسان سے جھوٹا ناطہ ہے۔ جیو
کا سچا ناطہ تو شبد سے ہی ہے۔ سنساری لوگوں کی سنگت میں مایا کا
لوبھ پیدا ہوتا ہے۔ گورو کے درشن۔ ست سنگ کرنے سے گورو بھگتی اور گورو
کے چرنوں کا پریم پیدا ہوتا ہے۔ دنیاداروں کی سنگت کرنے میں مایا کا
پریم بڑھے گا۔ مانش تن اتم وستو ہے۔ یہ چوراسی لاکھ یونیوں سے سریشٹ
ہے۔ اور سب سے بڑی کمائی یا بھگتی روپی دھن یہ اِسی مانش چولے کے ذریعہ
ہی آدمی اکٹھا کر سکتا ہے۔ اور یہ مانش چولا بڑے بھاگوں سے بڑی اونچی کمائی
یا بڑے اونچے سنسکاروں سے پراپت ہوتا ہے۔ جیو کو چاہیے کہ اپنی پہچان
کرے تھا اپنے سروپ کیوں! اوپر کے ست سنگ روپی منوہر دِرشٹوں سے
کیا اشارہ یا نقطہ حاصل ہوا۔ روح یا انسانی شریر دونوں کے ملاپ سے
انسان بنا۔ اور ان دونوں چیزوں کا انسان مرکب ہے۔ روح اور شریر
دو چیزیں ہوئیں۔ شریر کا دھن سنساری یا دنیاوی سامان۔ جس کا
سمبندھ یا واسطہ صرف شریر تک ہی محدود ہے۔ اور شریر چھوٹنے کے بعد
سب رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور روح کا رشتہ ستگورو کے شبد سے
ہے۔ اور ست گورو پرماتما روپ ہیں۔ کیا بھاؤ کہ اس بھگوان کی نرنکار
طاقت نے اپنی موج اور مرضی انوسار بھولے بھٹکے جیووں کا یا بھولی بھٹکی
روحوں کو سیدھے رستے پر لگانے کے لئے یا ان کا کلیان کرنے کی خاطر ہی مانش

شریر دھارن کرکے ستگورو کے روپ میں سنسار میں پرگٹ ہو جاتی ہے۔ یہ انسان واستو میں جیو! یا روح ہے شریر نہیں ہے۔ بلکہ روح نے شریر دھارن کیا ہے۔ اس لئے سنت فرماتے ہیں۔ اے جیو! تو اپنے آپ کو پہچان۔ اور اس کے بعد اپنی نج وستو کا فکر کر۔ اور اپنی اصل چیز کی خبر لے۔ ارتھات! اپنی چیز اپنی نج وستو یا اپنا روحانی دھن کو اکٹھا کرنا شروع کرکے اپنے آپ کو پہچان اور اپنی حقیقت سے واقف ہو۔ اپنے روحانی سادھن کے انوسار اپنی سار وستو کو پرکھنے اور اپنانے کی کوشش کرتا کہ اس دنیا سے اُجلا مکھ ہو کر کے تو جائے تیرا لوک اور پرلوک دونوں سکھی ہوں گے۔

دوسرے دن کا ست سنگ
انسان پرماتما کا روپ ہے

جگہ جگہ شاستروں میں لکھا ہے کہ انسان کو ایشور انش یعنی ایشور کا حصہ یا انش بھی کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ انسان میں وہ تمام طاقتیں یا شکتیاں موجود ہیں جو کہ ایشور میں ہوتی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ انسانی جسم گوشت اور پوست کے ڈھانچہ کی شکل میں جو موجود ہے۔ وہ انسان کو عام حالات میں ان شکتیوں کا احساس کرنے نہیں دیتا۔ اس کی آتمک شکتی یعنی روحانی قوت جسم میں بکھری ہوئی ہے۔ اُس کی تمام طاقت اندریوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ ہر وقت منتشر رہتی ہے۔ مثال کے طور پر آنکھوں کے ذریعہ یہ شکتی برے اور بدزیب چیزوں کو دیکھنے میں مصروف رہتی ہے۔۔۔

کانوں کے ذریعہ یہ شکتی گیت سننے یا اپنی تعریف اور برائی سننے میں مصروف ہے گویا کہ من راگ اور دویش میں پھنس جاتا ہے۔ منہ کے ذریعہ اچھی یا بری باتیں کہتے زبان کے ذریعہ ذائقہ لینے اور ناک کے ذریعہ سونگھنے میں یہی روحانی قوت مصروف رہتی ہے۔ اس طرح انسان کی وہ اصل پرماتماں کی شکتی ان تمام وشیوں میں دن رات مصروف کار ہے۔ یہ تمام شکتیاں چونکہ من کے اشارے پر چلتی ہیں۔ یہاں تک کہ من بعض اوقات دماغ پر بھی قابو پا لیتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ کسی ست سنگ میں آتے ہیں۔ خوب بھجن اور پرمارتھ کی باتیں ہو رہی ہیں۔ اب کان تو آپ کے سن رہے ہیں۔ مگر اندر کی تار برقی جو کہ من کے ذریعہ دماغ پر حاوی ہو چکی ہوئی ہے۔ اس نا کنیکشن بجائے اس ست سنگ میں لگنے کے یعنی سُرت اُس اصلی کام پر لگے اور کان پوری طاقت لے کر اپنا کام کریں۔ مگر بعض اوقات وہ طاقت کھینچ کر گھر کی چاردیواری یا کسی اور دھیان کے چکر میں لگ جاتی ہے۔ تو آپ دیکھتے ہیں کہ باوجود تمام اندریوں نے کرم بھی کیئے مگر اندرونی شکتی آپ کو کہاں سے کہاں لے گئی۔ اسی طرح رات کو آپ سوپن دیکھتے ہیں۔ اور پلنگ پر سوئے ہوئے بھی کہاں سے کہاں چلے جاتے ہیں۔ واستو میں یہ اُس پرماتما ہی کی خاص شکتی ہے جو کہ ہمارے جسم کے اندر روم روم میں پھیلی ہوئی ہے۔ ورنہ انسان جب مر جاتا ہے تو وہ تمام جسم مجمہ کل اندریاں تو یہاں پر ہی دھری رہ گئیں۔ اور اصل چیز جو لشارام جسے کہتے ہیں۔ وہ پرماتما کی شکتی آتما یا روح اندر سے پرواز کر گئی نتیجۃً وہ چیز تو اب مٹی ہی رہ گئی۔ یہ ثابت ہو گیا کہ انسان واستو میں پرماتما روپ ہے۔ اور جو کچھ بھی کرم یہ کرتا ہے وہ اس شریر۔ من۔ اور بانی سے ہی کرتا ہے۔ اب یہ آتما ہی کرم کرنے والی ہے۔ وہ مالک ہے اور شریر نوکر ہے۔

آتما سبتہ ہے نرلیپ ہے۔ لہٰذا اچھے یا برے جتنے بھی کرم ہوتے ہیں اس کا سمبندھ آتما سے ہی ہوتا ہے۔ یہ اجر ہے۔ امر ہے اس کا کوئی روپ

نہیں ہے۔ آتما پر کرموں کے پرمانوؤں کا اس طرح سے تعلق پیدا ہوتا ہے۔
پہلی حالت میں جب آتما آواگون سے آزاد ہو کر بالکل پوتر ہوتی ہے۔ اور پرماتم
پد کو پراپت کر لیتی ہے۔ اس حالت میں یہ پوتر اور شدھ آتما ہوتی ہے۔
دوسری دشا وہ ہے۔ جب وہ آواگون کے اندر پھرتی ہے۔ اور موہ مایا
کے جال کے اندر پھنسی رہتی ہے۔ اس حالت میں آتما کے ساتھ دو شریر رہتے ہیں
ایک ہاڑ ماس کا شریر دوسرا کارمن شریر یعنی کرموں کے پرمانوؤں کا شریر
جسے عام طور پر جیو بھی کہتے ہیں۔ یہ بہت سوکھشم ہوتا ہے گپت ہوتا ہے۔ جس وقت
انسان مر جاتا ہے۔ تو باہر کا شریر تو چتا میں جلا کر راکھ کر دیا جاتا ہے۔ مگر دوسرا
کرموں کا شریر (کارمن شریر) یعنی جیو تو آتما کے ساتھ ہی جاتا ہے۔ اب اس حالت
میں عام طور پر جیو۔ آتما کا بندھ پھر ایک ہی ہو جاتا ہے۔ اور آتما کو ایک یونی
سے دوسری یونی میں کرموں انوسار جانا ہی ہوتا ہے کیونکہ آواگون کا چکر تو
اُس آتما کے ساتھ ہمیشہ کے لیے قائم ہو گیا۔ جب کہ جیو نے کرم ہی ایسے کر دیے
جہاں تک اوپر کے باہری شریر کا تعلق تھا۔ وہ بھوگ کر ختم ہو گیا۔ مگر جیو آتما
کا سمبندھ ساتھ ساتھ ہی آتا جاتا ہے۔ اور اسی طرح بار بار چولا بدلنا پڑتا
ہے۔ لہٰذا آتما کو اس انسانی جامے میں ہی کئے گئے کرموں پر آئندہ
پھل بھوگنا پڑتا ہے۔ یہ کرتا بھی ہے۔ اور بھوگتا بھی ہے۔ مگر تمام دوسری
نباتاتی اور حیوانانی جونیوں میں اسے صرف بھوگنا ہی ہے۔ اب انسان
میں پرماتما کی شکتی تو ہر وقت موجود ہے۔ مگر اُس کے من کے سنکلپ اور وکلپ
نے ایسی دیوار کھڑی کر دی ہے۔ جس سے وہ آتمک شکتی دب جاتی ہے
اور جیو موہ مایا کے جال میں گرفتار ہو کر کرم کرنے شروع کر دیتا ہے۔ اب
انسان کے اپنے اختیار میں ہے۔ چاہے بُرے کرم کر کے جیو کو اور نیچے گربھ
جونی میں گراتا جاوے۔ اور آتما کو مزید بندھن میں ڈالتا جاوے۔ یا اچھے
پرمارتھی کرم کرے کرے تا اوپر کی طرف اس آواگون کے چکر سے باہر نکلنے کا

پرتین کرے۔ اور اپنے سروپ پرماتما روپ کو اختیار کر لے۔ یعنی وہ نرالی جوت جس کی یہ انش تھی۔ آخر اس میں جا کر سما جاوے مگر اس کے لئے بڑی زبردست سادھناں کی ضرورت ہے۔ تیاگ کی اوشکتا ہے۔ بہر حال انسان ہی یہ سب کام کر سکتا ہے۔ چونکہ لاکھوں کروڑوں میں سے ایک اس منزل تک پہونچتا ہے۔ لیکن پھر بھی انسان کرم کرتا جاوے۔ اور نام روپی خزانہ اکٹھا کرتا جاوے۔ تو اوشیہ ہی ایک جنم نہیں تو دوسرے جنم بلکہ تیسرے یا چوتھے جنم کرموں انوسار یہ پرانی اُس منزل تک پہونچ سکتا ہے۔ جیسے آخر مکتی یا موکش کہتے ہیں لیکن اصل سادھن اس کے لئے یہ ہے۔ جب یہ آخر ہر حالت میں اصل ہونے پر ہی ایسی پدوی مل سکتی ہے۔ :-

شعر :- من تو شدم۔ تو من شدی۔ من تن شدم تو جان شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں۔ من دیگرم تو دیگری

ارتھ :- میں تو ہوا۔ تو میں ہوا۔ من تن ہوا۔ تو جان ہوا
تو پھر نہ کوئی کہہ سکے۔ میں اور ہوں تو اور ہے

تیسرے دن کا ست سنگ

مکتی یا موکش

انسانی چولے میں جیو آتما چوراسی لاکھ کا چکر خود آپ ہی بنا رہا ہے۔ جیسے مکڑی جالا تنتی ہوئی آپ ہی اپنی جان اس میں ختم کردیتی ہے۔ اسی طرح یہ جیو آتما بھی اپنے خواہشات۔ اندریوں کے بھوگ ولاس اور پھر من کے سنکلپ۔ وکلپ کے جال کو اپنے اردگرد لپیٹتا رہتا ہے۔ آخر جب اس کو اس دُنیاں سے تمام چیزوں کو چھوڑ کر جانا پڑتا ہے۔ جب اس کی تمام خواہشات مرتے وقت ادھوری ہی یہاں پڑی رہ جاتی ہیں۔ اور ترشنا روپی ڈاکن اُسے واپس اسی دُنیاں میں لانے کا باعث بن جاتی ہے۔ مگر گذشتہ انسانی چولے میں اُس نے جو برے کرم کرکے اپنے لئے بیج بو دیا تھا۔ آخر وہ پودے کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ لہٰذا اُسے وہ کرم پھل چکھنے کے لئے بجائے مانشیہ تن چولے کے تریگ جونی میں آنا پڑتا ہے کرموں کا چکر اس پرکار سے چل رہا ہے۔ دیکھو! ایک بڑھ کا درخت ہے۔ کتنا وشال روپ میں کھڑا ہے۔ مگر اس کا بیج جب دھرتی میں بو دیتے ہیں۔ مٹی۔ پانی۔ گرمی۔ ہوا کے سنجوگ سے اس چھوٹے بیج میں سے ہی ایک وشال پودا پھر پودے سے درخت بن کر انیک پرکار کی شاخوں اور پتوں کو نکالنے لگتا ہے۔ اب آپ سوچیں کہ یہ اتنا بڑا درکش کہاں سے آگیا۔ یاد رکھو اس درخت کے ٹہنے ٹہنیاں اور پتے سب کچھ سوکھشم روپ میں اس چھوٹے سے بیج میں ہی موجود تھے۔ مگر ہم کو نظر نہیں آتے۔ اسی پرکار سوکھشم کرموں کے پرمانوں کا شریر جیو آتما کو بھٹکاتے۔ دُکھ سکھ دینے کی شکتی رکھتا ہے۔

جیسے جیسے اس بیج پر گرمی۔ پانی۔ ہوا۔ اور مٹی کا سنجوگ ہوتا گیا۔ پھر پودا باہر نکل نکل کر اپنا رنگ دکھلاتا گیا۔ اسی طرح کرموں کا خزانہ سوکھشم پرمانوں کے روپ میں آتما کے ارد گرد جمع ہوتا رہتا ہے۔ جو اپنے وقت پر رنگ دکھلاتا ہے۔ اور اسی چکر میں آتما بھرمتی رہتی ہے۔ جس طرح ایک چاول کے دانے کو آپ زمین میں بوتے ہیں۔ تو ہرگز نہیں اُگے گا۔ دوسری طرف آپ منجی یا دھان کے دانے کو بو دیتے ہیں۔ دونوں کی زمین ایک ہے۔ پانی ایک ہے۔ ہوا ایک ہے۔ چاول تو وہاں پر ختم ہو جاوے گا۔ مگر منجی کا دانہ پھوٹ کر پودا کی شکل کے بعد آخر کئی دانے پیدا کر دے گا۔ آخر اس ایک دانے میں سے کئی بیج پیدا ہو گئے۔ اسی طرح آتما کو بالکل چاول کے دانے برابر نرلیپ سمجھیں۔ مگر جب یہ آتما جیو کے کرموں کے پربھاؤ سے موہ مایا کا جال اپنے اوپر لپیٹ کر چھپ جاتی ہے۔ تو آخر اس منجی کے دانہ جیسے اُسنے بھی تو کئی بیج پیدا کرنے ہیں۔ یہی بیج کا چکر ختم ہونے کو تبھی آسکتا ہے۔ جب کہ ہم منجی کے چھلکا کو بالکل اتار کر چاول کو ننگا نہیں کر لیتے۔ یعنی چاول کے اوپر کی تمام میل روپی چھلکا نہیں اتار لیتے۔ تب ہی پھر وہ بار بار پیدا نہیں ہو سکے گا۔ اسی طرح جب تک یہ آتما بھی تمام قسم کے راگ دویش کے مل سے نرلیپ ہو کر بالکل سوکھشم روپ اختیار نہیں کر لیتی۔ انھوا جب نیا بُرا کرم کوئی نہیں کرتی بلکہ اچھے کرم کرتے ہوئے۔ اپنے اوپر سے تمام میل کا چھلکا اتارتی جاتی ہے۔ موہ مایا کے بندھن کو توڑتی جاتی ہے۔ آخر جیسے چاول بالکل نرلیپ ہو گیا۔ تو یہ آتما بھی نرلیپ ہو سکتی ہے۔ بس یہی مکتی اور موکش کی منزل ہے۔ اور بار بار جنم مرن کے بندھن میں سے نکل کر آخر آتما اور پرماتما دونوں ایک روپ ہو جاتے ہیں۔ جیسے جوت کے ساتھ جوت مل جاتی ہے۔ سورج کی کرنیں سورج کے ساتھ ہی واپس چلی جاتی ہیں۔ دریا ... جل ... ہے ... جوتی سنگ جوت سمانا

مٹ گئے گون پایا لب رام - نانک پربھ کے سد قربان
مطابق کیا۔ جس طرح جل کے ساتھ جل ملکر بالکل ایک روپ بن جاتا ہے
ٹھیک اسی طرح یہ جیو آتما بھی جو کہ وہ اصل ایشور کی انش ہے۔ تمام قسم
کے سنساری اور مایا وی پدارتھوں اتھوا مل سے بالکل شدھ اور
پوتر ہو کر اپنے مالک سے جا ملتی ہے۔ لہٰذا انسان کو سب سے اوتم
درجہ اسی واسطے ہی دیا گیا ہے۔ کہ جیسے بیج بوئے گا۔ ویسے ہی پھل کاٹے
گا۔ پس اے انسان! تو اپنی آتما کو اس بندھن سے نکال کر آزاد کرکے
اور اپنے موجودہ کریہ مان کرموں کو شبھ مارگ پر چلاتے چلاتے ان کے زور سے
اپنے پہلے سنچت کرم جو کہ گذشتہ مانشیہ جنم میں پاپوں کی کمائی ہی کی بدولت
تجھے اس جنم میں بھی دکھی حالت میں بھوگنے پڑ رہے ہیں۔ فوراً ہی تجھے لازم ہے۔
کہ ان سنچت کرموں کو نیک کمائی کے زور سے ختم کرنا شروع کردے۔ اور
آخر وہ ختم ہو سکتے ہیں۔ پھر اپنے روزانہ کرت اور نکاچت کرموں کو
صرف پرمارتھ پر ہی چلاتا رہے تو ضروری بات ہے۔ تو وہ آتما
شدھ ہو کر پرماتما روپ بن سکتی ہے۔ اسی کو موکش یعنی مکتی کہتے ہیں

سو بندے نالوں رکھ چنگیرا جیہڑا الگ پئے بن لائیوں
ڈھیماں کھائے پھل کٹواتے نے فرق نہ کردا اچھائیوں
اچھا کھاویں۔ اچھا پہریں تے رب دا نام نہ گائیوں
اگے گوال ہویاں۔ جیوندیاں توں کہیڑے کم آئیوں

چوتھے دن کا ست سنگ

چیتاونی یا وچار

اے انسان! تم کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ تو کس کی ملکیت ہے جس طرح ایک کسان اپنی فصل کو محنت کر کے پیدا کرتا ہے۔ پھر اس کا جب بھی دل چاہتا ہے وہ اُس فصل کو کاٹ لیتا ہے۔ اسی طرح تو بھی اُس ایشور کی کھیتی ہے اپنے آپکو سمجھ اور دل میں اس بات کا ابھیمان یا گھمنڈ اتھوا اہنکار مت کر کہ میں بہت بڑا ہوں دھنوان ہوں۔ مگر اُس پیدا کرنے والے کو ہر وقت یاد رکھ۔ نہ معلوم تجھ پر اسکی کب نظر پڑ جاوے۔ اور وہ تجھے فصل کی طرح کاٹ لیوے۔ یعنی تیری موت آجائے اُس وقت تمہیں بہت دُکھ ہوگا۔ وہ بھی اس لیئے جب تجھ کو پہلے اسکی یاد نہیں تھی۔ تو نے اُس مالک کو اپنے دل سے بالکل ہی بھلا کر سنساری پدارتھوں میں ہی اپنا دل اور من لگا بیٹھا تھا۔ اے انسان! یاد رکھ دنیا میں ہر چیز کا جوڑا جوڑا موجود ہے۔ اسی طرح دکھ سکھ زندگی اور موت بھی ہے۔ لہٰذا تو ہر وقت سکھ ہی سکھ تو اگر چاہتا ہے۔ آخر دکھ بھی تو بھائی کسی وقت آنا ضروری ہے۔ اُس وقت پھر تو روتا ہے۔ اور کئی دفعہ ایشور سے وشواس بھی ہٹا لیتا ہے غصہ کر لیتا ہے۔ مگر سکھ کے وقت تو اُسے بالکل ہی بھلا بیٹھتا ہے۔ اسی طرح موت کے وقت تو بھگوان کو یاد کرتا ہے۔ مگر جیتے وقت تو اس کی یاد دل میں نہ رکھی۔ یہ تیری بہت بھول ہے۔ اے نادان! یہ دنیا آخر ہے کیا۔ تھوڑے دنوں کے لبعد سب نے باری باری چلے جانا ہے۔ اور پھر ان سنساری چیزوں اور اپنے رشتہ داروں اور اپنی اہلیہ (استری یا عورت) نے بھی تو تیرا

ساتھ ہرگز نہیں دیتا ہے۔ جیسے کسی نے کہا ہے

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
ساماں سو برس کا ہے۔ پل کی خبر نہیں

لہٰذا ہر وقت تو اپنی موت کو مت بھول کیونکہ معلوم نہیں! کس وقت تیرا کال آ جاوے اور سوائے پربھو کے سچے نام کے تیرا کوئی سہائی نہیں ہوگا۔ تو منہ سے تو ہر وقت ایشور کو بلاتا ہے۔ کہ اے بھگوان تو نے وعدہ کیا تھا۔ کہ میں آؤں گا۔ مگر اس بات کو بھول جاتا ہے۔ کہ جب تلک اپنے من کو صاف نہیں کرے گا۔ یہ پانچ چور کام کرودھ لوبھ موہ اور اہنکار جو کہ ہر وقت تیرے من کے ساتھی ہیں۔ دن رات تو ان ہی کے بس میں ہو کر ان ہی کے ادھین اِدھر اُدھر مارا مارا پھرتا رہتا ہے۔ خواہشات کا جال ہر وقت اپنے اوپر چڑھا تا رہتا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب بھی ایک بڑے آدمی مہمان یا کسی افسر کو بھی آپ گھر بلاتے ہیں۔ دلی سے بلاتے ہیں۔ تو بھی اس کے لئے باقاعدہ طور پر گھر کی صفائی اُس کے آدرمان کیلئے سندر جگہ اور پوتر استھان تیار کرتے ہیں۔ تاکہ آپ کے آنے والے کا آپ پر اچھا پربھاؤ پڑے۔ وہ اپنے دل میں آپ کے بارے میں اچھے خیالات لے کر جائے۔ تو اے انسان! جب تو تمام باتیں جانتا بھی ہے۔ اور بالکل ٹھیک سمجھتا ہے۔ مگر افسوس اے نادان! اتنے بڑے اُس پربھو پورن پرماتما کو یا تمام سرشٹی کی رچنا کرنے والے اُس بھگوان کو جب بلاتا ہے۔ ابھیاس میں بیٹھتا ہے۔ وہ کہتا ہے اے بھگوان آؤ۔ اپنے وعدہ کی یاد کرو۔ یہ یاد رکھو! وہ بھگوان تو پورا پورا انصاف رکھتا ہے۔ تیرے دل یا من سے جب تلک تمام خواہشات کی میل ان سنساری پدارتھوں کا موہ دور نہیں ہوگا۔ وہ بھگوان تیرے ہردے میں واس نہیں کرے گا۔ بس تجھے لازم ہے۔ کہ جس طرح گھر کی صفائی کرنے میں تم نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ تاکہ تیرا مہمان خوش ہو کر آوے اور جاتی دفعہ تجھ پر اشیرباد دے کر جائے۔ اسی طرح ہائے یہ مہمان

بھی جس کو تو گھڑی گھڑی بلاتا ہے۔ جب تک اپنے من کی پورے طور پر صفائی نہیں کر پائے گا۔ ان پانچوں چوروں کو بالکل دور نہیں کر دیتا۔ تب تک اس کا آنا بھی اسنبھو یا کٹھن ہے۔ بہت ہی مشکل ہے۔ یاد رکھ کر ایک میان میں دو تلواریں ایک وقت میں ہرگز نہیں سما سکتیں۔ بلکہ ایک میان میں تو صرف ایک ہی تلوار کی جگہ ہے۔ ٹھیک اسی طرح کال کے نزدیک لے جانے والی ناشوان چیزوں کو دل سے ختم کر کے اس پربھو کا سچا نام دھن اٹھا کرتا رہے اور اسی کا ہی سمرن کرتا رہے۔ معلوم نہیں کہ کس وقت تیرا بلاوا آجاوے۔ تو تیری آتما اپنے مالک کی نزدیکی حاصل کرے۔ اور پھر چوراسی لاکھ کے چکر میں بھی دوبارہ نہیں جانا پڑے۔ سو مہاپرشوں کی آگیا انوسار اے انسان! تجھے لازم ہے۔ کہ ان مہاپرشوں کی ہدایتوں سے صرف اپنا من نکال کر ایسا سادھن اختیار کر جس سے زندگی اور موت کے اصل مقصد کو سمجھ سکے۔ اے مانشیہ! جب تیری آنکھیں کھل جائیں گی۔ تو پھر اس جیون کا پورا پورا احساس کرے گا۔ اور اس ذریعہ ہیرے کی قدر جان لے گا۔ تجھ کو یہ چولا تو بھگوان نے صرف بندھن کاٹنے کے لئے ہی دیا تھا۔ نہ کہ مزید اپنے اوپر چوراسی خرید لینے کے لئے تو یہاں آیا۔ اب بھی ہوش کر۔ اور مہاپرشوں کی شرن میں جا کر ان کے اصلی سروپ کو پہچان۔ ان کی سیوا اپدیش کر تجھے وہ گیان بخش دے گا۔ یاد وہ گیان تیرا نصیب ہوگا۔ جس سے یہ تیری تمام آئیا تھا یا بھرم دور ہو کر بندھن کا راستہ بالکل صاف ہو جائے گا۔

دوہا

مہا پرشوں سے کوئی بڑا نہیں ہی تو گورو کہیں!
بقوں لوک کے وہ دھنی شری گورو آگے ادھین!!
جوگی جنگم سیوڑا سنیاسی درویش!
بنا پریم پہنچے نہیں۔ ذریعہ ستگورو اپدیش!!

پس اے انسان! جب تو اپنے من کی صفائی کر کے پورن ستگورو

کی بھوج ھار وک بھاؤ سے کرنے لگے گا۔ تو شفرور ہی تجھے ستگورو مہاراج جی کا ملاپ ہوگا۔ اور ان کی شرن نصیب ہو جائے گی۔

دوھا:۔

من کو سودھ بدھی کو دیر ڈھ کر چیت سے دھیان لگاؤ
ممتا گورو کے چرن میں راکھو بگڑی اپنی بناؤ

پانچویں دن کا ست سنگ

زندگی اور موت

جس طرح اس سنسار میں ہر اک چیز کا جوڑا اجوڑا موجود ہے۔ جیسے سکھ کے بعد دکھ دن کے بعد رات گرمی کے بعد سردی۔ غمی کے بعد خوشی دھوپ کے بعد چھاؤں۔ لہذا اسی طرح زندگی اور موت بھی لازم ملزوم ہیں۔ جیسے ایک کسان بڑی محنت کر کے بیج ڈال کر پودا تیار کرتا ہے۔ فصل پک جاتی ہے۔ وہ فصل جب خوب پک کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ اور ہوا کے جھونکوں سے ادھر اُدھر خوب جھومتی ہے۔ پھولتی ہے۔ خوشی مناتی ہے۔ مگر دیکھ اسے پیدا کرنے والا ہی کسان جس پر اُس نے تن۔ من۔ دھن خرچ کر کے دن اور رات پیار کیا تھا۔ یکدم ہی وہی کسان اُس جھومتی فصل کو کاٹ کر زمین پر پھینک دیتا ہے۔ اسی طرح اے انسان! تو کیا اس زندگی کو ہمیشہ کے لئے قائم سمجھتا ہے۔ دھن۔ دولت اینادی تیرے تمام کتنی ساتھی کبھی سب تیرے عارضی سمبندھی ہے۔ لیکن کسی نے تیرا ساتھ ہرگز نہیں دینا۔ تو دو چار مکان روپیہ پیسہ اکٹھا کر کے خوشی میں پھولا نہیں سماتا۔ کام کرودھ۔ لوبھ۔ موہ

ہنکار یہ سب تیرے اندر موجود ہیں۔ اصل میں تو یہی تیری اس زندگی کو موت
میں تبدیل کرنے کے معاون ہیں۔ تو زندگی کو در اصل اس حد تلک ہی تصور
کرتا ہے۔ کہ جب شریر میں سے سوانس باہر آتے جاتے ہیں۔ ان سوانسوں
کا آنا جانا ہی بند ہو گیا۔ تو موت ہو گئی۔ مگر نہیں! یہ تیری بھول ہے۔ اے
انسان! او پیارو ان مہا پرش کہتے ہیں۔ کہ یہ خیال تو تمہاری آنکھوں سے
تعلق رکھتا ہے۔ ورنہ اصل چیز تو کچھ اور ہی ہے۔ جیسے مثال کے طور پر ایک
پریوار میں کوئی آدمی شریر چھوڑ جاتا ہے۔ تو اس کے بعد اس کا بیٹا پوتا آخر
پڑپوتا ہی اس کا نام لیوا ہو گا۔ یہی زیادہ سے زیادہ چوتھی پیڑھی تلک ہی اس
کا نام چلے گا۔ وہ بھی کبھی کوئی خاص بات دھیان میں آئی۔ یا اس کا کوئی اچھا
کرم سامنے آ گیا۔ ورنہ ہرگز نہیں۔ اس کے بعد تو آئندہ پشت بالکل ہی اسے
ملیا میٹ کر دے گی۔ کوئی نام تک بھی یاد نہیں کرے گا۔ جب نام ختم ہو گیا۔ تو موت
ہو گئی۔ اب آخر زندگی کس کا نام ہے؟ جواب یہ ہے کہ زندگی اگر خالی
سوانسوں کے آنے جانے کا نام ہی ہوتا۔ تو سوانس تو بھائی لوہار کی کھال
بھی لیتی ہے۔ سنت فرماتے ہیں:-
جا گھٹ پریم نہ سنچرے۔ سو گھر جان مسان ؛ جیسے کھال لوہار کی سانس لیت بن پران
بھاؤ کیا! ہو اتو اس میں سے بھی اندر باہر نکلتی رہتی ہے۔ تو پھر اس بیدل وس
اس زندگی میں کیا فرق ہوا۔ جس زندگی کے بعد نام ہی صفحہ ہستی سے مٹ گیا
زندگی نام تو بھائی اس کا ہے۔ جب کہ نام ہمیشہ کے لیے قائم رہے۔ تیرا نام
ہر وقت زندہ رہے تیری آتما بار بار چولے دھارن کرتی ہے۔ بار بار موت
کا شکار ہوتی ہے۔ کیا پھر یہ نیارا ھن تو آپ ہی پیدا کرنے کا موجب نہ بنا
دوھا:- مرنا بھلا ہے اُس کا جو اپنے لیے جیے
جیتا ہے جو مر چکا انسان کے لیے
اس لیے اے انسان! تو اپنی زندگی کو ہمیشہ کے لیے قائم رکھنے کا

کر۔ جو کہ تجھے پورن ستگورو جی کے ملاپ سے ہی اُن کی سنگت سے روشنی میسر ہوگی۔ وہ تجھے نام روپی ایسی ٹکٹ بخشش دیں گے۔ جو کہ آخر او پر کی منزل تک لے جاوے گی۔ تیری آتما کو نج دھام تک پہنچانے کا ساتھ دے گی۔ کیونکہ وہ جہاں پرش سنت ستگورو جی پرماتما کی خاص طاقت اور شکتی لے کر ہی اس سنسار میں بھولے بھٹکے اور نادان جیو دل کو بھوساگر سے چوراسی لاکھ کے بندھن اور آواگون کے چکر سے باہر نکالنے کے لیے پوری پوری منظوری لے کر اس سنسار میں بار بار پرگٹ ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کی یہاں سے حاصل کردہ ٹکٹ تجھے اس دنیا میں تمام تکلیفوں سے نجات دلاتی ہوئی آخر اپنے ساتھ پرلوک لے جائیگی۔ اگر تیرے پاس منظور شدہ ٹکٹ نہ ہوئی۔ تو یاد رکھ! تجھے دھرم راج کی کچہری سے پھر چوراسی کے چکر میں پھینکا جائے گا۔ یعنی تجھے بار بار مرنا ہوگا۔ سنت مثال دے کر اس جیو کو سمجھاتے ہیں۔ کہ ایک آدمی اگر ہردوار جانا چاہتا ہے اس نے اسٹیشن دہلی سے ہردوار کا ٹکٹ خرید لیا۔ اور بالکل بے کھٹکے گاڑی پر سوار ہو کر صبح سویرے ہی ہردوار پہونچ جاوے گا۔ لیکن اگر وہ کوئی جعلی یا غلط ٹکٹ لے کر منزل مقصود پر جانا چاہے۔ جو کہ دونوں اسٹیشنوں کے مالکان سے مساوی تعلق نہ رکھتی ہو۔ تو ضروری بات ہے۔ کہ وہ مسافر جرم وار تصور ہوگا اور دونوں جگہ سے سزا کا مستوجب ہے گا۔ ٹھیک اسی طرح جب دونوں اسٹیشن دہلی اور ہردوار کے مابین چلنے والی گاڑی کے مالکان ایک ہیں۔ چاہے درمیان میں کوئی برانچ لائن بھی آجاوے۔ مگر آخری تعلق تو اوپر سے ایک ہوتا ہی اسی طرح جیو! نام روپی ٹکٹ جب حکم حضوری سے منظور شدہ ان کی برانچ ست گورو کے دربار سے حاصل کر لیتا ہے۔ تو وہاں پر اُس مالک کی پکی مہر ثبت ہوئی ہوتی ہے۔ اور وہ جیو اس جگہ اچھی کمائی کرتا کرتا سیدھے اپنے قیام کو چلا جاتا ہے۔ اُسے لوک پرلوک کے دونوں جگہ کسی جگہ دُکھ کا سامنا نہیں کرنا پڑتا اب اس کا نام زندگی سمجھ بیٹھ کر ... ہوتا ہے

ہاں اگر اِدھر اُدھر کی نقلی ٹکٹیں یعنی اپنی من مت سے اُپاسنا کے جاپ کر کے اگر انسان چاہے۔ کہ میں مکتی حاصل کروں۔ یا یہ جعلی ٹکٹ کا استعمال کرتا ہوا اس بھوساگر سے پار اتر جاؤں۔ یہ بالکل ناممکن بات ہے۔ کیونکہ جس دوکان میں جس قسم کا سودا ہوتا ہے۔ وہاں پر تو بھائی وہی چیز مل سکے گی۔ یا دوکان جو کچھ رکھتی ہے۔ اپنے گاہک کو وہی کچھ دے گی۔ خیال رہے کہ دیوی دیوتے تو صرف سنسارک سکھوں کے بھوگ بخشتے ہیں۔ ان کی اپاسنا کا پھل صرف روپیہ دھن۔ دولت زمین۔ سنتان۔ استری وغیرہ ہی حاصل کرنا ہوتا ہے۔ سو اگر یہ چیزیں حاصل کریں۔ تو مزید بندھن میں پڑ گیا۔ ادھیو آشا۔ ترشنا کا شکار ہو کر موہ مایا کے جال میں جکڑا گیا۔ کیونکہ اس کی سُرت پھر ان ہی چیزوں کے پیار میں پھنس جاوے گی۔ آخر شریر چھوٹ تو جانا ہی ہے۔ کیونکہ یہ ناشوان ہیں تو انسان آخر بھی ابھیاس یہ ان تیاگے وقت ساتھ لیتا گیا۔ اس کا نتیجہ بالکل لازم ہے۔ کہ اس کی آتما بار بار بندھن میں آئے گی۔ اے انسان! تیری وہ اپاسنا بھی ادھوری ہی رہ گئی جو کہ موت کا باعث بنی۔ بھگوان کرشن جی گیتا میں صاف فرماتے ہیں

شعر

پوجتے ہیں دیوتاؤں کو غرض مند آدمی
ایسے فعلوں کا ثمر ہوتا ہے لیکن عارضی

پس ہمیشہ کے لئے زندگی قائم رکھنے کا سادھن اگر تو چاہتا ہے۔ بار بار جنم مرن سے رہت ہونا چاہتا ہے۔ یا اپنی آتما کو اس چوراسی لاکھ کے چکر سے نجات دلا کر موکش پد کی پراپتی کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کیلئے حاضر حضور یعنی وقت کے سنت ستگورو کی شرن میں جا کر ان سے اصلی ٹکٹ موکش دھام کا حاصل کر لے۔ اور اپنے لوک اور پرلوک کو سدھارے۔ سنت کبیر جی فرماتے ہیں۔

دوہا۔ مرنا مرنا سب کوئی کہے۔ مر نہیں جانے کوئے
ایسی مرنی مر چلے۔ پھیر نہ مرنا ہوئے

اے انسان تیرے لئے بہتر یہی ہے کہ اگر تو چاہتا ہے۔ کہ بار بار مرنے

سے بچوں۔ تو ایک دفعہ ہی اپنے آپ کو مار دے۔ وہ کیسے؟ کہ اپنے دل سے اہنگ بھاؤ کو یعنی ہئوں میں کو بالکل نکال دے اور اپنے آپ کو پورن گورمکی شرن میں کھپنیٹ کر کے ان کے بتلائے راستہ پر چلنا شروع کر دے۔ سنت فرماتے ہیں۔

جب تک بندہ سمجھے من میں آپ وہ سب کچھ کرتا ہے
تب تک دِل میں چین نہ آئے۔ گرتا ہے اور مرتا ہے

ستگورو کی بخشش سے تجھے ایسا آسان اور سہل طریقہ یا سادھن حاصل ہوگا جس سے تو ہمیشہ۔ دُنیا میں سنساری کام کرتا ہوا بھی نام روپی خزانہ سے اپنے آپ کو مالا مال کرتا جائے گا۔ اس اصلی ٹکٹ کے حاصل کر لینے سے تجھے کوئی بھی کام کرنے میں کسی قسم کی اُلجھن نہیں پڑے گی اور آخر یہ ماملتا کی انش آتما کا تو نوکر ہی تو ہے۔ لیکن اشریر نوکر کے ساتھ تیری آتما مالک ہے جیسے مالک اگر صرف نوکر کے کھان پان کی فکر میں ہی لگ جاوے۔ اور نوکر بھی اپنے آپ کی فکر میں ہی لگا رہے۔ تو یہ گاڑی کب تلک چلے گی۔ بہت جلد اس کا فیل ہو جانا لازم ہے۔ اس لیئے اے انسان تو اپنے آپ کی پرکھ کر۔ تیرا شریر ایک نوکر ہے۔ مالک تیری آتما ہے۔ لہٰذا دونوں ہی اپنی کھان پان یعنی شریر نوکر کی خاطر تواضع میں لگے رہے۔ جو کہ آخر ناشوان ہے۔ پھر مالک کو تو ضروری دُکھ ہوگا۔ یہ سب چوراسی کا بندھن ہے۔ تو سوچ وچار کر اور آئیندہ کے لیئے زندہ رہنے کی کوشش کر۔

اوم شانتی۔ شانتی۔ ہری اوم

پرم پوجیہ پرمھوں! گذشتہ بیان میں جو یہ ست سنگ کے واکیہ قلم بند کئے گئے ہیں - یہ اُن مہاں پرشوں کے ہی اشارے ہیں۔ اس داس اور تچھ سیوک کو انہی دچنوں نے پگھلا دیا۔ اور پھر کیا ہوا دربار میں حاضر خدمت ہو کر اس مسکین کو اصل وستو جس کی تلاش میں مارا مارا پھرتا تھا - بھٹکتا تھا - اس کے ملاپ سے ایکدم تبدیلی ہو گئی - پھر ست اسی ابھیاس سے وہ گیان پراپت ہوا۔ اور وہ طاقت اور شکتی اس قلم میں آگئی - جو کہ اب تلک برابر چلتی جا رہی ہے ورنہ میری اتنی کہاں ہستی - میں تو اُن کے چرنوں کی خاک کا ایک ذرہ بھی نہیں ہوں - یہ سب کچھ لیلا اُن ہی کی ہے - یہ شریر بھی ان ہی کا نوکر ہے - کیونکہ میری آتما شریر کی مالک بھی اُن ہی کی انش ہے - سو وہ ہی مالک اپنے نوکر سے یہ تچھ سیوا لے رہے ہیں

بولو جے کارہ - بول میرے شری گورو مہاراج جی کی جے ہو۔

داسن داس
چمن لعل مولنگا دہلی

سکھشا

۱- پھولوں سے تم ہنسنا سیکھو بھنوروں سے تم گانا — برکشوں کی ڈالی سے سیکھو - پھل آتے جھک جانا
۲- سورج کی کرنوں سے سیکھو - جگنا اور جگانا — مہندی کے پتوں سے سیکھو - پس کر رنگ چڑھانا
۳- دودھ اور پانی سے سیکھو - ملکر پریم بڑھانا — سوئی اور دھاگے سے سیکھو بچھڑے بھائی ملانا
۴- پھولوں سے تم ہنسنا سیکھو بھنوروں سے تم گانا — برکشوں کی ڈالی سے سیکھو پھل آتے جھک جانا
۵- پروانوں سے سیکھ لو کیسے شمع پہ جان گنوانا — دالیو کے جھونکوں سے سیکھو آگے بڑھ کے جانا
۶- پھولوں سے تم ہنسنا سیکھو بھنوروں سے تم گانا — برکشوں کی ڈالی سے سیکھو پھل آتے جھک جانا

گورو کی ضرورت

گورو بن گیان نہ اُپجے ۔ گورو بن مٹے نہ بھید
گورو بن سنشے نہ مٹے ۔ کھلے نہ من کے بھید

اے انسان ! تجھے اشرف المخلوقات کا درجہ کیوں دیا گیا ہے ۔ تجھے کس وجہ سے ان تمام جرند پرند ادکتوں اور دوسری تمام تیچ جونیوں ۔ چرند پرند وغیرہ سے فضیلت حاصل ہے ۔ صرف اس لئے ! کہ تیری آتما جو کہ لاکھوں برسوں سے اپنے کرم انوسار ادھر اُدھر بھٹکتی ان ٹیڑھی جونیوں کا شکار بنتی رہی ۔ آخر پھر ایسے شبھ کرم اکتواتے کمائی اس شریر کے ذریعہ ہی کر کے اس آواگون سے خلاصی پا سکتی ہے ۔ اور ہمیشہ کے لئے موکش یا مکتی حاصل کر سکتی ہے ۔ اگر آپ کے تو نے پھر اس موقعہ کا پورا پورا فائدہ نہ اُٹھایا ۔ نیک کمائی کرنے سے غفلت کرتا رہا ۔ اور برے کرم کرتے کرتے آخر پھر اسی چکر میں چلا جائے گا ۔ جہاں سے بڑی مشکل کے بعد تیری آتما نکل کر اس منشیہ چولے میں آئی ہے ۔ تیری آتما پھر نہ جانے کس کس تیچ جونیوں میں پھی جائے اُسے کیا کیا اذیتیں ۔ دکھ اور کشٹ سہن کرنے پڑیں اے بھائی ! وہ تو پہلے ہی مالک سے بچھڑ کر بہت دکھی ہے ۔ جس طرح ایک بہت بھاری میلہ میں یکدم ٹھوکر لگ جانے سے ایک ۔ انجان بالک کی انگلی اپنے باپ کے ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے ۔ باپ تو دکھی ہو گا ہی ۔ اور اس کی ہر چند تلاش میں پوری جستجو کرے گا ۔ ادھر اُس انجان بالک کی دشا کیا ہو گی ؟ وہ ادھر اُدھر ٹھوکریں کھائے گا ۔ اس میلے کے

انیک پرکار کے اچھے دلدیدہ نظارے بھی اُسے ایک آنکھ نہیں بھا سکیں گے کسی قسم کی کوئی چیز بھی اُسے اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکے گی۔ تا وقتیکہ آخر اُسے اپنے گمشدہ باپ سے ملاپ نہیں ہو جائے گا۔ اُسے مکمل شانتی اور سکھ ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ بس اسی طرح اے انسان! تیری آتما بھی اپنے پورن پتا پرماتما سے بچھڑ کر انیک پرکار کی ٹھوکریں کھاتی اب پھر اس امتحانی منزل میں آپہونچی ہے۔ تیرا فرض یہی ہے۔ کہ تو اس کی شانتی کا اُپائے کر تو ایسا اچھا سادھن کر۔ اپنے آپ کو ایک پرارتھی سانچے میں ڈھالنا شروع کر دے۔ اس جنم میں ایسا نیک اور اچھا کرم کرنے کا یتن کر جس سے تیرا یہ لوک اور پرلوک دونوں سُدھر جاویں۔ اور تیرا نام ہمیشہ کے لیے اس جہان میں بھی زندہ رہے۔ اور اُدھر تیری آتما اپنے بچھڑے باپ پرماتما سے ملاپ کر کے مکمل سکھ اور شانتی حاصل کرے۔ مگر نہیں! تو تو اگیانتا کا شکار ہو کر اس سنسار میں جھوٹی اور ناشوان چیزوں کو بالکل ستیہ سمجھ کر ان سے ہی اپنا دلی موہ پیدا کر رہا ہوا اپنے اصل گھر کو بھول بیٹھا ہے۔ تجھے وہ اپنے کیے گئے تمام وعدے بالکل ہی بھول چکے ہیں۔ تو دن رات اپنی اندریوں کے وشیوں میں ہی پھنس کر اپنے آپ کو اسی موہ مایا کے جال میں مزید پھنساتا ہوا آئندہ کے لیے اپنی آتما کو پھر آواگون کے چکر میں ڈالنے اور اسی طرح انیک چوراسی لاکھ جونیوں کے بھیانک دکھوں اور کٹھن اندھکار میں ڈالنے کا ہی سامان پیدا کر رہا ہے۔ سو مہاپرش تجھے چیتاونی دیتے ہیں۔ وہ چونکہ دیاوان ہیں۔ اور تیرے گزشتہ تمام اعمال نامہ کو بھی جانتے ہیں۔ لہٰذا اے انسان! تیرا وہ وعدہ بھی تجھے اس طرح سے یاد کراتے ہیں۔ جب کہ تو اپنی ماتا کے گربھ میں بالکل الٹا لٹکا ہوا ہر وقت اُس مالک کو ہی یاد کیا کرتا تھا۔ پرارتھنا کرتا تھا۔ کہ مجھے اس کال کوٹھری سے جلد ہی باہر نکالو مجھے اس گربھ سے باہر ہی چھٹکارا دلاؤ! اس سے میرا اگر تجھے ......

ماتا کے مل موتر میں لت پت تھا۔ اور تیری خوراک بھی اسی دیا لو کے ہاتھ میں تھی آخر تجھ پر مہربانی اور تیری حالت پر رحم فرماتے ہوئے اس پربھو نے جب تجھے باہر نکالا۔ مگر باہر کی سنساری ہوا لے اپنے رشتہ داروں۔ سمبندھیوں کی ممتا نے اور ان تمام ناشوان پدارتھوں نے تجھے گمراہ کر دیا۔ تجھے وہ تمام باتیں اور کئے گئے وعدے سب بھول گئے۔ جو تم نے گربھ اوستھا میں اپنے ایشور سے کئے تھے۔ کہاں وہ ہر لمحہ پربھو کی یاد۔ اور اب کہاں دن رات انہی وشیوں کا شکار۔ کیا یہ تمام سادھن اے انسان! جو تو کر رہا ہے تیری آتما کے بندھنوں کا کارن نہیں ہیں۔؟ کیا بار بار اس بھیانک گربھ جونی میں جانے کا سادھن نہیں ہیں۔ ساودھان ہو! اٹھ جاگ۔ مہاپرش تجھے بار بار یہی نصیحت کرتے ہیں۔ کہ اپنے لئے مزید کانٹے ہرگز نہ بووے۔ بلکہ تجھے تو یہ انسانی چولا محض اس جنم مرن کے بار بار دکھوں سے خلاصی یا رہائی حاصل کرنے کا اس مالک نے بخشا تھا۔ مگر تجھے وہ وقت تو بالکل بھول گیا ہے۔ اور اپنی موت یا پھر وہی آنیوالی گھڑی کو اپنے دل میں یاد نہیں رکھا۔

سو مہاپرش۔ سنت ستگورو کے اوتار میں ہمیں بار بار اپنے فرض اور وہ تمام بھولی ہوئی کہانی آنے والے وقت کو بتلانے کے لئے محض ہم دکھیا جیوؤں کے کشٹ کرنے کی خاطر ہی اس سنسار میں پرگٹ ہوتے ہیں۔ اے انسان! تو کیا سے کیا بن گیا۔؟ اور اس مانشیہ چولا میں بھی اگر تجھے سنساری دکھوں نے گھیر رکھا ہے۔ اور تو دن رات مصیبتوں کا شکار بنا رہتا ہے۔ تو یہ بھی تیرے کچھ گذشتہ برے کرموں کا نتیجہ ہے۔ سو مہاپرشوں وسنت پرشوں کی شرن میں جب تو چلا جاتا ہے۔ تو تیرے من کی میل کچھ دور ہونے لگتی ہے تجھے ہوش آجاتی ہے۔ اُن کی کرپا سے تیرے گیان نیتر بھی کھلنے لگتے ہیں۔ تو پھر اُن سے علاج دریافت کرتا ہے۔ آخر اُن کا تو کام ہی یہی ہے۔ کہ بھولے بھٹکے ہوؤں کو راہ راست پر لا جاوے ... آپ ... سنساری کام

کرتے بھی ایسی سکھشا کا دینا۔ ایسا اُوتم گیان بخشنا جس سے انسان بالکل اندھیرے کوئیں میں سے نکل کر اپنے آپ کی پرکھ کر سکے۔

پانچھوں! جب انسان کو اپنے آپ کی سمجھ آجاتی ہے۔ تو پھر اس آواگون سے رہت ہونے کے سادھن بھی تلاش کرنا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میں نے بہت پاپ کرم کئے۔ جس کی وجہ سے اب جو بہت دُکھی ہوں۔ آخر سنساری تمام سکھ تو بھائی! مثلاً روپیہ۔ پیسہ۔ مکان۔ رشتے ناطے کل پدارتھ بھی اگر نصیب ہیں۔ تو وہ تو صرف شریر کے ساتھ ہی تعلق رکھتے ہیں۔ جو کہ بہت اوتم کرم کرنے پر ہی یہ سب سامان اچھے میسر ہوتے ہیں۔ ورنہ عام طور پر جگت کی حالت اس طرح سے ہے۔ بالفرض کسی کے پاس اگر دھن ہے۔ تو استری کا سکھ نہیں۔ اگر دونوں چیزیں ہیں تو پھر اولاد کی چنتا لگی ہوئی ہے۔ اگر یہ سب چیزیں بھی موجود ہیں۔ تو اسے کوئی بھیانک بیماری نے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔ غرضیکہ اس دُکھ روپی سنسار میں مکمل سکھی کوئی بھی نہیں ہے۔ اگر کوئی ہے بھی۔ تو صرف شدھ آتما ہی ہے۔ جنہیں ان تمام سنساری پدارتھوں سے بالکل کوئی سروکار نہیں ہے انھیں وچار بھاؤنا سے ہی نکل شانتی کا سکھ نصیب ہوتا ہے۔

نانک دُکھیا سب سنسار۔
سُکھیا سوئی جس نام آدھار۔

سو ایسی پوتر اور شدھ آتما ہر وقت ان دُکھیا جیووں کو اس بھوساگر سے نکلنے کا پریتن کرتی رہتی ہے۔ چونکہ اُن کا کام تو صرف یہی ہے۔ جیسے عام سنساری جیووں کا کام سوائے روٹی کپڑا وغیرہ کل پیٹ کے ہی سادھن ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان سنت ست پُرشوں کی ہر سمے آتمک اُنتی کے ہی تمام کاریہ ہوتے ہیں۔ جس وقت دُکھیا جیو ان کی شرن میں چلا جاتا ہے۔ وہ بہت رحم دلی کے ساتھ اُسے آئندہ کے لئے اپنا فرض سمجھا دیتے ہیں۔ چیتاونی دیتے ہیں۔ دیکھ بھائی! اب یہ کام تو پھر بھی کر سکتا ہے۔ مگر ساتھ ساتھ یہ سچی کمائی کو بھی اکٹھا

کرنا شروع کر دیں، جو کہ بالکل آسان ترکیب اور ایک سہل طریقہ ہے
کروائی جاتی ہے۔ جب یہ جیو سچے دل سے اس دھن کو اکٹھا کرنا شروع کر دیتا
ہے۔ تو پھر جلد ہی اُس کے دویہ نیتر کھل جاتے ہیں۔ اُسے وہ روشنی۔ وہ چمک
جو کہ در اصل اس کے اپنے اندر موجود ہے۔ وہ ایشوری اندرونی طاقت جو کہ
وہ کھو گیا تھا کے کارن پہلے بھلا بیٹھا تھا۔ آخر نمودار ہو جاتی ہے۔ اُس کا من
اپنے ادھین ہو جاتا ہے۔ جب من قابو میں آگیا۔ پھر بدھی تو پہلے ہی وش
ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس کے بعد پانچ چوروں کو فوراً کا مصالحہ اب کہاں سے
ملنا ہے۔ آخر وہ بھی دُم دبا کر بھاگ جاتے ہیں۔ نتیجہ کیا۔ کہ مہاپرشوں کی سنگت
سے اُسے وہ چیز ہاتھ میں آگئی۔ وہ اٹل نام روپی ہتھیار مل گیا۔ جس کے آسرے
سے اُس نے اس سنسار میں رہتے رہتے اپنی آتما کو اس بندھن سے آزاد
کرا لیا۔ لہٰذا پرلوک تو پھر مفت میں ہی سنور گیا۔

دوہا

گورو بن جگ میں جو رہے تاکے بڑے ابھاگ
رتن کا سنگ نہ کیجیے۔ کیجئے تاگا تیاگ
رام کرشن سے کو بڑا۔ تن ہوں تو گورو کین
تین لوک کے دھنی گورو آگے آدھین

اگر ہم پراچین اتہاس اپنے سامنے لاویں۔ تو پتہ چلتا ہے کہ بڑی بڑی
ہستیوں نے بھی تو اپنے وقت پر گورو کی سکھشا کو گرہن کیا تھا۔ اور ان
کی سیوا کر کے ان سے وہ گیان پراپت کیا۔ جس کو روحانی درشٹی سے آتمک
گیان کہتے ہیں۔ کیا بھگوان رام چندر جی مہاراج نے اپنے گورو شری وششٹ
منی جی سے وہ اندرونی بھید پا کر اپنے من کے شنکے دور نہ کئے۔ یوگ وششٹ
گرنتھ کے ایک ایک اشارے کو ہم اگر سمجھیں۔ تو کیا یہ سب پوتر جیون ہم دکھیا
جیووں کے لئے ایک صحیح موکش یا مکتی کا راستہ نہیں کھولتے۔
اسی طرح نارد منی جی کو بھی ایک ماہی گیر کو ہی اپنا گورو ماننا پڑا۔ جن کے ذریعے

بھی اُپدیش پر عمل کر کے انہوں نے اپنی پوراسی ختم کر دی - کیا بھگوان کرشن اور ارجن کے وہ اُوچیہ کوٹی کے واکیہ آپ شری بھاگوت گیتا میں نت روز نہیں پڑھتے - آخر ان کا یہ روحانی اُپدیش محض ارجن کے لیئے ہی تو نہیں تھا - بلکہ یہ تو ہمارے لیئے ایک صحیح اور مکمل موکش کا راستہ دکھلایا گیا ہے - کہ انسان خواہ مخواہ جھوٹی موہ مایا کے جال میں پھنس کر اگیانتا کا شکار بنتا ہوا دن و رات اس سنسار میں دکھ پا رہا ہے - آخر پھر ارجن نے ان کے اپدیش سے اپنے اندھکار کو ناش کیا - اور اپنے کرتویہ کو پالن کرتے ہوئے لوک اور پرلوک دونوں میں عزت حاصل کی -

گورو کی مہماں بہت ہے - مجھ سے کہی نہ جائے
تن من اگورو کو سونپ کے - چرن رہوں سمائے

پھر کچھ پر میشور گورو سنت ستگورو بھی بڑے دُرلبھ ہیں - ایسی پوتر شدھ آتما کا ملنا بھی اگر بہت اچھے بھاگ ہوں تو یا گذشتہ کچھ اچھے سنسکار جاگ اٹھے سے ہی انسان کو ان کی شرن پراپت ہوتی ہے - آپ کبھی ہردوار - رشی کیش - بنارس وغیرہ تیرتھوں میں جائیں آپ کو کئی مہاتما - یوگی - تپسوی - اور منی ملیں گے - وہ اپنے اپنے یوگ بل سے - ردھیاں - سدھیاں کرتے نظر آتے ہیں - کوئی لوہے کی میخیں لکڑی کے تختے پر لگائے اوپر آسن جمائے بیٹھا مالا پھیر رہا ہے - کوئی ٹھنڈے جل میں کھڑا ایک ٹانگ کا سہارا لیئے جاپ کرتا ہے - اسی طرح کوئی آگ کی دھونی رمائے اور سورج کی تیز تپش میں آسن جمائے رام رام کہہ رہا ہے - یہ سب اپنے اپنے سادھن ہیں - جس کسی کی جہاں تلک پہنچ ہوتی ہے وہ وہاں تلک ہی کمائی کر سکتا ہے - آخر آپ کو جس قسم کا سودا خریدنے کی خواہش ہوتی ہے - اُسی قسم کی دوکان پر آپ جاتے ہیں - مثال کے طور پر آپ کیا کپڑا لینے کی خواہش کر کے کسی لوہار کی دوکان پر کپڑا لینے گئے ؟ یا دودھ لینے کے لیئے کسی بزازی کی دوکان پر جاویں گے - نہیں ہرگز نہیں! اسی طرح

اے بشر! تجھے تو اپنی روح کا کلیان کرنا ہے۔ تیری آتما جو کہ دراصل پرماتما کی انش ہے۔ وہ اس سے عرصہ ہوا بچھڑ کر کے ادھر اُدھر بھٹک بھٹک کر اب تیرے اندر آئی ہے۔ اصل میں تیری وُہی مالک ہے۔ اور تو اس کا نوکر ہے۔ تُو نے اس کی خدمت کرنی ہے۔ تیری نیک کمائی سے ہی وہ آزاد ہو سکتی ہے مُکت ہو سکتی ہے۔ اور ساتھ ہی تیرا بھی اس لوک میں بھلا ہوگا۔ یاد رکھو اگر تیری آتما گندی ہے۔ تو تیرے ساتھ کوئی بھی نہ لگے گا۔ کیونکہ تو کرم ہی بُرے کرتا ہے لہٰذا اس صورت میں تو تیرا لوک اور پرلوک دونوں ہی بگڑ رہے ہیں۔ اب بتلاؤ۔ اے انسان! روح یا آتما کے علاج کے لئے تو کسی لائق ڈاکٹر یا وَید کی ضرورت پڑے گی۔ کیونکہ آخر یہ ایک بڑا بھاری روحانی روگ تیری عمر روپی شہتیر کو دن رات بالکل گھن کی طرح ختم کئے جا رہا ہے۔ ساتھ ہی ایک بیماری جگر و انتڑیوں کی اسی مریض کو لگ گئی ہے۔ جگر کی بیماری نے اس حد تک خرابی پیدا کر دی ہے۔ جو کہ اُس بیمار کے سارے شریر کو تپ دق جیسے بھیانک روگ میں تبدیل کئے جا رہی ہے۔ آخر تو خود ہی فیصلہ کرے گا کہ اس بیمار کو فوراً ہی پہلی فرصت میں اس بڑی بھیانک بیماری کے علاج میں ہی اپنی توجہ دینی ہوگی۔ مبادا کہیں یہ روگ اُسے جلد ہی ختم نہ کر دے۔ بس! اسی طرح بھائی! تو اچھی طرح سے اس بات کو نشچہ جان لے۔ کہ بڑی بیماری تو آتما کی ہے۔ اور باقی روپیہ پیسہ۔ دھن دولت و دیگر کُل سنساری پدارتھوں کے سامان تو سب چھوٹی چھوٹی بیماریاں ہیں۔ ان کا علاج بھی دیوی دیوتاؤں کی اُپاسنا کرنا۔ اور انہیں ردھی سدھی کرنے والے مہاتماؤں کے پاس ممکن ہوگا۔ مگر یاد رکھو! کہ جو بڑی بیماری کا علاج کرنا جانتے ہیں۔ وہ اچھی طرح سے سمجھتے ہیں۔ کہ یہ چھوٹی بیماری اپنے آپ ہی ختم ہو جائے گی۔ جب کہ بڑی بیماری آتما کا سدھار ہو گیا۔ تو اس دنیا کی بیماری یعنی ان تمام سنساری پدارتھوں کا چنتن خود بخود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔

اصل چیز تو آتما کو شدھ کرنا ہے مطلب اسی آتما کی بڑی بیماری کے ماہر معالج یعنی روحانی ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیئے جس کے ست سنگ روپی کے دچنوں کے انجکشن سے تیری یہ آتما کی بھیانک بیماری کے نہایت مہلک اور زہریلے جراثیم کام کرودھ - لوبھ - موہ - اہنکار نشٹ ہو جائیں - اور اُن کا سدھار من و شیوں سے رہت اور پاک و صاف بنکر بدھی کو سوچھ کر دے - اس کے بعد تیری آتما اپنے آپ ہی پوتر ہونے لگے گی - پھر جیسے جیسے تو کمائی کرے گا - ویسے ہی یہ ترقی کرتی کرتی نج دھام یعنی پرم پتا پرماتما کی گود میں جا نواس کرے گی - بھلے یہ سنساری بیماریوں کے ڈاکٹر یعنی دھن دولت دینے والے دیوی دیوتا کی پوجا کرنے سے روحانی لابھ نہیں ہو سکتا - بلکہ یہ تو آخر پھر بندھن کا باعث بن جائیں گے -

سنت ست گورو بار بار منش چولا دھارن کرکے اس جگ میں اسی خاطر اوتار دھارن کرتے ہیں کیونکہ ہم کلجگی جیو خود کیچڑ میں پھنسے ہوئے ہیں اور انہیں بھی تو بھائی اسی روپ میں آکر اپنے آپ کو تیری ظاہری نظروں میں کیچڑ میں ڈالنا ہوتا ہے -

بس مطلب صاف ہے کہ وہ نکالنے والی ہستی موجود ہے - اور ہم اگیانی جیو نکلنے والے ہیں - چونکہ اندرونی آتما اُن کی شدھ ہوتی ہے - پوتر ہوتی ہے - نیز اُن کا کنکشن بھی اوپر سے باقاعدہ طور پر قائم ہوتا ہے اس لیئے اے انسان تو اپنی آنکھوں سے ہرگز نہیں دیکھ سکتا - تجھے اِن کی ہر کارروائی اپنے من کی بھاونا انوسار اچھی نہیں لگتی - تیرا من کچھ اور ہی گھڑت کا ہے - انہوں نے تو اچھی کمائی کر واکر تجھے بالکل راہ راست پے آنا ہے - اس لیئے پہلے پہلے بیشک تجھے یہ کارروائی کچھ دکھ والی معلوم دے گی - مگر آخر اس کا پھل میٹھا ہے - یہ بالکل اٹل وشواس کرے جس طرح بزرگ فرماتے ہیں -

دوہا ۵ گورو بچن کڑوے لگے۔ جیسے کھاری آب
کڑوی اوشدھی بن پئے مٹے نہ تن کا تاپ

سوامی انسان! یہ تو بڑی پرانی بیماری ہے۔ تیرے اندر کی تمام کھوٹ نکال کر ہی، تیری آتما کو انہوں نے پارس جیسا بنا دینا ہے۔ اس لئے تو بے جھجک ہو کر وقت کے حضور شری ست ست گورو دیو جی مہاراج کی شرن میں چلا جا۔ اور پہلے اپنے من کی گھڑت کے لئے ان کے ست سنگ سن۔ پھر ان سے وہ نام روپی خزانہ۔ وہ اصل روحانی اپدیش۔ یا وہ گورو منتر کا جاپ حاصل کرے جس کے طفیل تو اس بھو ساگر سے پار اتر سکے۔ انہوں نے تو بخشش کا بھنڈار کھول رکھا ہے۔ جیسے بارش پتھروں پر بھی ہو جاتی ہے۔ اور زمین پر بھی مگر بھائی! زمین اچھی ہونے پر وہاں کھیتی خوب پھل دے گی۔ اور پتھر تو پتھر ہی رہ جائے گا۔ بارش نے برابر اپنا کام کرنا ہے۔ اسی طرح مہاپرشوں و ست پرشوں کی امرت ورشا تو برابر ہوتی جا رہی ہے۔ مگر قسمت والے ہی اس سے لابھ اٹھا سکتے ہیں۔ پریمیو! آپ کو یاد ہوگا کہ شری گورو نانک دیو جی کو بھی کئی اگیانی لوگ کراہی کہا کرتے تھے۔ کہ یہ بابا فقیر کیا کرتا ہے۔ ہر ایک چیز سے ویراگ اور تیاگ کی بھاونا ہی سکھلاتا ہے۔ مگر آخر بعد میں سب نے دیکھ لیا کہ کس کی فتح ہوئی۔ وہ سنت ستگورو اب لوگوں کی نظروں میں اوتار ثابت ہوئے۔ لہذا اسی طرح وقت پر بھائی جیسے بھگوان رام چندر جی نے اور بھگوان کرشن چندر جی کی شدھ اور پوتر آتما اس سنسار میں پرگٹ ہو کر کئی ایک جیووں کا سدھار کر گئی ہیں۔ ان کے اپدیش شریمد بھگوت گیتا یوگ وششٹ اور شری دربار صاحب کے اتہاس ہمارے سامنے ہیں۔ ہم سنسار میں ان کے اشاروں کو اگر اچھی طرح سے سمجھیں اور وہ اونچے آدرش خوب گہرے وچار سے پڑھیں۔ تو بالکل سپشٹ طور پر ہر ایک چیز کی روشنی

صاف نظر آتی ہے۔ بالآخر دنیا کی باتیں سچی ثابت ہوئیں۔ مگر ہم سنساری جیووں کا چونکہ من گندہ ہے اور ہم من کے وش میں ہو کر اپنے آپ کو بھول چکے ہیں آتما کو مزید گندہ کر کے وشیوں میں دن رات مصروف کار ہیں۔ اس لئے بغیر کسی بشیشٹھ اور پوتر آتما اور مہاتما ست ست گورو کے ملاپ سے اور ان کے سادھن لئے بنا ہرگز ہرگز اپنے آپ کی پرکھ نہیں کر سکتے اور نہ ہی سکھی ہو سکتے ہیں۔ جیسے سچ کہا ہے ؎

برکش پھلے نہ آپ کو۔ ندی نہ پیوے نیر
تر ور سرور سنت جن چوتھے برسے مینہ
مسکھر بھاوں سادھو کا بھاو جن جگن ناتھ
پارس اُس کیسا نہیں فرد انتر دو جان

پرمارتھ کے کارنے سنتن دھرا شریر
پرمارتھ کے کارنے چاروں دھاری دیہہ
سادھو سنگت ہری بھجن بن کچھ آوے ہاتھ
وہ لوہا کنچن کرے۔ یہ کرلیں آپ سمان

سنت دھنو ترویدم جیسے رنگی جان
آگ لگی سب بن میں جھڑ جھڑ پیتا نکار
سنتن کی سیوا کرے گلو جی کہے پربھو آپ
بہت جنم کے ملتے ہیں سنت سنگ سُکھ آئے

جیسا روگ وہ پاوتے تیسو اوشدھی دان
سنت نہ ہوتے جگت میں جل مرتا سنسار
سولی سے کانٹا بھیا دیکھ سنت پرتاپ
سرد۔ وید کے تتو کو پل میں دیت بتائے

پریمیو! انسانی جسم دو چیزوں کے ملاپ سے تیار ہوتا ہے۔ جڑ اور چیتن بیرونی حصہ جسم کا جڑ ہے۔ اور اندرونی حصہ آتما چیتن ہے۔ ہماری زندگی روپی شہتیر کو یہ پانچ بیماری چور دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں۔ دوسرے ان کا ساتھی ہمارا من ہے۔ تیسرے پھر ہمارے گذشتہ جنم کے کچھ سنسکار۔ اس۔ جن کے طفیل ہم لوگ سنسار میں بہت دکھی ہیں۔ ہماری زندگی ایک الجھن میں پڑی ہوئی ہے۔ ہمیں دن رات شانتی نہیں ملتی۔ حالانکہ اگر کچھ سنساری سکھ بھی نصیب ہو جاتے ہیں۔ پھر بھی وہ اصل آنند نہیں ملتا۔ وجہ یہ کہ ہمارے من کی دھارا یا ہمارے خیالات تو ان ہی سنساری وشیوں میں لگے ہیں

اب من تو پہلے ہی چنچل ہے۔ جیسے مانو اک من ایک سمندر ہے۔ سمندر میں ہر وقت پانی کی لہریں اٹھتی رہتی ہیں۔ اور ہلچل رہتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح من میں بھی ہر وقت ہلچل ہوتی رہتی ہے اور اس کی لہریں بھی ہمارے خیالات اور خواہشات ہی ہیں۔ اب من میں اٹھنے والی خواہشات ہمیشہ ہمیں دنیاوی لذتوں کی طرف ہی کھینچتی رہتی ہیں۔ پھر ہمارے یہ خیالات ضروری طور پر اس شریر کے ذریعہ کرم کر کے آئندہ کے لئے بیج الپیادا کل دیں گے۔ جو کہ اس آواگون میں ڈالنے کا باعث بن جائیں گے۔ چاہے ہم اچھے کرم کریں چاہے برے کرتے جاویں۔ جیسے کہ گذشتہ کرموں کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں لیکن خیال رہے ہمیں تو یہ انسانی چولا محض اس بندھن کو ختم کرنے یا اس چوراسی لاکھ یونیوں کے چکر سے اپنی آتما کو نجات دلانے کے لئے ہی یہ بھاگیہ سے ملی ہے۔ آخر ہم تو پھر اسی چکر میں آ جاویں گے۔ لہذا جس وقت انسان کے دل میں یہ خیال پیوست ہو جاتا ہے۔ اسے اپنے آپ کی پرکھ ہو جاتی ہے۔ کہ مجھے تو اپنی بیرونی یعنی شریر کے سکھوں کی چاہنا کو تیاگ کر اندرونی بڑی آتما کی بیماری کی طرف ہی توجہ دینا چاہئے۔

آتما اور پرماتما۔ الگ رہے بہو کال
ملے سہج میں آپ ہی ستگورو ملا دیال

مطلب یہ کہ انسانی شریر کی آتما جو کہ ایک عرصہ سے پرماتما سے بچھڑ کر انیک پرکار کے دکھ برداشت کر رہی ہے۔ جس وقت اس جیو کو پورن گورو کی شرن نصیب ہو جاتی ہے۔ اور وہ ان کے بتلائے ہوئے مارگ پر چلتا ہوا دھیرے دھیرے سچے نام کی کمائی کرنے لگتا ہے تو پھر اسے اپنے اندر کی جھلک دکھائی دینے لگتی ہے۔ دوہا ۵

کبیر اندھے نر اندھ ہیں گورو کو کہتے اور۔
ہری روٹھے۔ گورو ٹھور ہے۔ گورو روٹھے نہیں ٹھور

یہ بات تو بالکل بنیادی ہے۔ کہ من ایک وقت میں ایک کام کر سکتا ہے۔ ایک وقت میں ایک چیز سے تعلق رکھ سکتا ہے۔ یا جسم سے یا آتما سے۔ جب من کا جسم سے تعلق ہوتا ہے۔ یا جب اُس کا سمبندھ شریر سے ہوتا ہے تو اس وقت من آتما سے بے خبر اور بے رُخ ہوتا ہے۔ اور جب من کا الحاق جسم سے ٹوٹ جاتا ہے۔ یعنی جب من جسم سے ملحق نہیں رہتا۔ تو اس وقت فوراً اس کا الحاق یا تعلق آتما کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ اس سے اس کو اپنے جسم اور بیرونی دنیا کے لوازمات سے کوئی سروکار نہیں رہتا۔ نہ کوئی ہلچل۔ بےچینی چنتا یا کوئی اور یاد رہتی ہے۔ اس وقت آتما کے ساتھ جڑ جاتا ہے اور سدا رہنے والے سکھ کا آنند لیتا ہے۔ خیال رہے۔ کہ جسے سکھ دکھ کہا جاتا ہے۔ جیسے اُلفت و نفرت کہتے ہیں۔ جیسے سردی۔ گرمی کے نام سے پکارتے ہیں۔ یہ سب من کے ہی تو احساس ہیں۔ آتما کے نہیں۔ آتما تو ان سب لوازمات سے مبرا اور بے لوث ہے۔ ہاں!! اس طرح جب من آہستہ آہستہ آتما میں ٹھہر جاتا ہے۔ تب وہ اعلےٰ اور سچا سکھ کا احساس کرتا ہے۔ اور پھر سارے شریر کی اندریاں تو اپنے آپ ہی آتما کے ماتحت ہو کر کام کرنے لگ پڑتی ہیں ۵

من کے ہارے ہے من کے جیتے جیت

اب من کو جسم سے توڑنا اور پھر سے آتما سے جوڑنا۔ اس ابھیاس کا نام یوگ ہے مگر اکیلے انسان کا یہ کٹھن کام کر لینا نہایت ہی مشکل ہے۔ جیسے اُسترے کی تیز دھارا پر سیدھے ننگے پاؤں چلنا! بس اسے ہر حالت میں پورن گورو کی ضرورت پڑتی ہے۔ مرشد کامل درکار ہے۔ جو لوگ سکھلائے۔ اور اس مکتی جیسی کٹھن منزل پر پہنچنے کے لئے ایسے آسان ترین نقطوں سے آہستہ آہستہ کمائی کرتا جا سکے۔

پر بھو پر یہ بات۔ جس طرح کسی کی کتابیں پڑھنے سے آدمی پہلوان نہیں بن جاتا

جب تک کشتی کا ہنر کسی خلیفہ سے نہ سیکھے نیز سکول کی کتابیں بھی اگر لڑکا چاہے کہ میں خود بخود ہی گھر بیٹھ کر پڑھ لوں۔ اور بلا کسی ماسٹر یا ٹیچر کے امتحان میں پاس ہو جاؤں۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح مثال کے طور پر اگر کوئی دیرینہ بیماری کا مریض چاہے کہ حکمت کی بڑی کتاب دیکھکر خود بخود ہی نسخہ تجویز کرکے صحتیاب ہو جاؤں۔ یہ بات بھی ناممکن ہے۔ من منی نسخہ استعمال کرکے وہ بہت نقصان میں چلا جائیگا۔ اسے تو ہر حالت اس بیماری کے ماہر معالج وقت کے حکیم یا وئید کے پاس جانا پڑے گا جو کہ اسی کتاب میں سے ہی مریض کے مزاج کے موافق نسخہ تجویز کرکے مناسب انوپان بتلا دے۔ تب جا کر اس کو مکمل فائدہ حاصل ہوگا۔ بعینہ ہی میرے پیارے گورو! یہ بات بھی سمجھ جان لو کہ اس بھگتی مارگ پر چلنے کے لئے بھی کسی خاص رہبر کی ضرورت پڑتی ہے۔ اکیلا جیو من ہی کرم سے کئی دفعہ اس کٹھن منزل پر سے نیچے گر پڑتا ہے اب ایک دفعہ کا گرا ہوا پھر بھیانک ۸۴ کے چکر میں پڑے گا لہذا یہ کٹھن راستہ کبھی روحانی آچاریہ کے بغیر طے نہیں ہو سکتا ہے۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ بالکل ناممکن ہے جیسے عام طور پر جب ہر کام میں استاد یا ماہر فن کی ضرورت پڑتی ہے۔ کیا روحانیت میں گورو کی ضرورت نہیں ہے؟ مکمل گورو اور مرشد کامل بھی بڑی خوش نصیبی سے ملتا ہے۔ انتہائی درجہ کا خوش نصیب وہ شخص ہے جس کو پورن گورو کی شرن مل گئی ہے۔ ایسے گورو کے ملنے کے بعد پھر یہ منزل چنداں مشکل نہیں رہتی۔ پھر تو جیو کا بیڑا آدھا سمجھو ہی پار ہے۔ کیونکہ وہ سچا نام روپی ہتھیار اپنے شرن پڑے جیو کے ہاتھ دے دیتے ہیں جو کہ صرف آس کے تن سے ہی تعلق رکھتا ہے ازقسمت من کو قابو میں لانے کے لئے ہر حالت میں ہمیں گورو بھگتی کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ ہماری دونوں قسم کی اندرونی اور بیرونی بیماریوں کا صحیح

اور مکمل علاج ہو کر یہ بندھن ہمیشہ کے لئے ٹوٹ سکے۔ گورو نانک دیو جی مہاراج فرماتے ہیں ؎

جے سو چندا اُگوے ۔ سورج چڑھے ہزار
ایتے چانن ہوندیاں ۔ گورو بن گھور اندھار۔

مطلب یہ کہ سو چاند چمک رہے ہوں چاہے ہزار سورج ہی کیوں نہ دمک رہے ہوں۔ اس قدر روشنی کے ہوتے ہوئے جب تلک گورو کی سرشن نہیں ملتی۔ تب تلک اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ یعنی گورو کے بغیر اصلی روشنی یا پرکاش جیو کو ہرگز نہیں مل سکتا۔ سچ تو یہ ہے ؎ کہ روحانیت کے میدان میں گورو بناں گت نہیں۔ یعنی بلا گورو کے گتی نہیں ہوتی۔ گورو کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کامل گورو آسان ترین راستہ بتا دیتا ہے۔ اس کے بعد پھر گورو کی رہنمائی میں اپنی محنت ہوتی ہے ویراگ اور ابھیاس کے دونوں دروازوں پر عبوری حاصل کر کے جیو اپنی ایک عملی زندگی بنا لیتا ہے آخر پھر اس کی اصل بھگتی یا پوری کمائی سپھل ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ گذشتہ بیان ہو چکا ہے کہ جیو اگیانتا کارن دن درات سنساری دھندوں میں ہی مصروف کار ہے اور جب وقت اس کو کوئی پرمارتھی خیالات کا پریمی ست سنگ کی طرف اس کی رجوع دلاتا ہے تو وہ گمراہ انسان جواب دیتا ہے " کہ بھائی! مجھے ابھی ان سنساری کاموں سے فرصت نہیں ملتی۔ لہذا ان ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جاؤں۔ پھر اس بھگتی مارگ کی طرف بھی رجوع کر لوں گا۔" اس نادان جیو کو مہا پرش اس طرح فرماتے ہیں۔ ؎

نارائن جب انت میں یم پکڑیں گے باہنہ
اُن کو بھی ذرا کہہ دیجیو ہے ابھی تو فرصت نہ۔

پس! اے انسان! تجھے ہر وقت اپنی موت کو یاد رکھنا چاہئے ممکن ہے کہ تیرے یہ من متی کرم بھی پورے نہ ہو سکیں اور تو کال کا گراس بنکر اپنی آتما کو ہمیشہ کے لئے آواگون کے چکر میں پھر دوبارہ پھنسا دے۔ ؎

رات ونشے میں لپٹ رہنا۔ دن کو کھانا پینا
ایسے پرانی پشو ہیں جگ میں ڈھگ ڈھگ انکا جینا
ست گورو سوامی پائے ہیں نے سارا بھید سمجھایا
اب نہیں پڑوں کرم کے دھندے بھگتی سوا در رس پایا

پریمیو! عام طور پر اکثر کیا جاتا کارن جس وقت کوئی مصیبت کا سمے آجاتا ہے۔ سنساری لوگ بھگوان کو دوش دیتے ہیں۔ مگر بھائی! دوش تو اپنے کرموں کا ہے۔ دلیا کانٹے بو کر پھول حاصل کرنا چاہتی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ اگر سچے سکھ کی تلاش ہے تو اس کا کیول ایک ہی اپائے ہے کہ ہمیں اپنے دِلوں کو بدلنا ہوگا۔ جہاں دِلوں میں پاکیزگی اور پوترتا آئی۔ تو گورو بھگتی کا نور پایا۔ پس! پاپ کی تاریکی اپنے آپ ہی دور ہو جائیگی اور پھر ہر سمے سکھ اور آنند ہی محسوس ہوتا جائے گا۔ سنت کبیر جی فرماتے ہیں ؎

چکی چلدی دیکھکر دیا کبیرا روئے
دو پٹ بھیتر آئیکے ثابت رہا نہ کوئے
چکی چلدی دیکھکر دیا کبیرا کھل
راکھن ہارا راکھ لے۔ چلتے کلی محل

مطلب کیا۔ کہ سنساری لوگ بالکل دانوں کی طرح کال اور مایا میں پھنسے ہوئے پسے جا رہے ہیں۔ مگر وہ جیو جن کو اپنے آپ کی پرکھ ہو چکی ہے اور وہ سچے ستگورو کی شرن میں آ چکے ہیں۔ اس آواگون کے چکر سے بچ جاتے ہیں۔

نام کی مہماں

نینوں کی کر کوٹھڑی پتلی پلنگ بچھائے ║ پلکوں کی چک ڈار کے پیا کو لیو رجھائے
تینوں بند لگا کے آنہد سنو کھٹنگور ║ نانک سُن سمادھ میں نین سانجھ نین بھور

جس طرح پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ دنیا نام کا جاپ بیشک کرتی ہے۔ مگر بھائی! سچا نام تو وہ ہے۔ جو کہ بالکل آخری منزل تلک لے جانیکا ساتھی بنے۔ اس سنسار سے رخصت ہوتے وقت آخری دم تک بھی وہ جاپ باقاعدہ جاری رہے۔ تیسرے پھر ایسے سچے نام کے اچارنے کسی قسم کے سامان کی بھی ضرورت نہ ہووے۔ چوتھے یہ سنساری کاموں میں باقاعدہ طور پر کام کرتے ہی یہ سب جاپ بھی اپنے آپ ہوتا جاوے۔ اور اُس سچے نام کی کمائی کے لئے زبان تالک بھی نہ ہلانی پڑے۔ اے انسان! تجھے اس بات کا اچھی طرح سے علم رہنا چاہیئے۔ کہ یہ سوالنس جو بار بار آتے اور جاتے ہیں۔ اُس مالک کی دیاسے ہی آجا رہے ہیں۔ وگرنہ کیا بھروسہ ہے۔ کہ جو ایک سانس آرہا ہے۔ دوسرا پھر واپس بھی آئے گا۔ یا کہ نہیں۔ ؎

بھوساگر کے ترن کو۔ ترن ادستھا جان — نہ جانے کس سمے ہیں۔ دیہی تیں نکلیں پران

مطلب یہ کہ انسان اس دکھ روپی سنسار سمندر سے پار اُترنے کی ترن اوستھا جانے۔ یعنی اسی منشیہ چولے میں ہی آتما نیک کمائی کر کے اُتھوا سچے نام کا خزانہ اکٹھا کرتے ہوئے شانت سے ہو سکتی ہے۔ اس لئے اے بشر! تو اس سے کبھی ہرگز نہ وقت کھوئے۔ معلوم نہیں! کہ تیرے پران کب نکل جائیں۔ یاد رکھ! جیسے ایک کنوئیں میں دو بیل پانی نکالنے میں مصروف ہیں۔ اسی طرح یہ دن اور رات تیری زندگی کو ختم کر رہے ہیں۔ جیسے لکڑی کو چیرنے کے لئے ایک آرہ ہوتا ہے۔ اور دو آدمی آمنے سامنے بیٹھ کر باری باری کھینچتے جاتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح تیرے یہ سانس اندر اور باہر باری باری آجا رہے ہیں۔ سب تیری عمر کی لکڑی کو چیر رہے ہیں۔ آخر کوئی [illegible]

وقت ضرور ہی آتا ہے۔ جب کہ یہ روپی شہتیر گر کر زمین پر لیٹ جاوے گا۔ اس لئے **اے انسان!** ان سوا انسوں کی قدر کر۔ ان کو ایسے ہی بر خفامت کھو۔ جیسے پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ ایک دن و رات یعنی ۲۴ گھنٹوں میں انسان چوبیس ہزار سوانس اندر اور باہر نکالتا ہے۔ اور مہاپرش بار بار نصیحت کرتے ہیں۔ کہ اے بشر! یہ ایک ایک سانس بہت بھاری قیمت رکھتا ہے۔ اس لئے اے مانش! تو اپنے آپ کی پرکھ کر۔

پر بھو پریمیو! اگر آپ ذرا اپنے شریر کی بناوٹ پر دھیان دیں۔ گویا ہر ایک انگ یعنی اعضاء کو آپ کام لاتے ہیں۔ یعنی تمام اندریاں آپ کے کام ہر وقت آتی رہتی ہیں۔ لیکن کیا کبھی آپ نے ان **سوا انسوں** پر بھی نگاہ ڈالی ہے؟ کہ آخر یہ کس ارتھ بار بار آتے اور جاتے ہیں۔ ان کی سار بھید تو دہی استادھ آتما اور پوتر ہستیاں جان سکتی ہیں۔ جنھوں نے اس بھید کو اپنے سینہ بہ سینہ رکھکر ہم دکھیا جیوؤں پر اتی دیا کر کے اس بھید کو کھول دیا ہے۔ بلکہ وہ مہاپرش تو سو کشش کا راستہ دکھلا دیتے ہیں۔ اس لئے **اے انسان!** یہ سانس مفت میں ہی نہ ضائع کرتا جا۔ بلکہ ان کی قدر و قیمت رکھ!

سنت کبیر جی فرماتے ہیں

کہتا ہوں کہے جات ہوں۔ کہا بجاؤں ڈھول۔
اِک اِک سوانسا جات ہے تین لوک کا مول۔

ایشور مانش! تو اپنے زندگی اور سوانسوں کے انمول خزانہ کو مفت میں ضائع کرتا ہے۔ تجھے اس کی قدر معلوم نہیں۔ اگر تو اس بھید کو جاننا چاہتا ہے۔ تو پھر کسی پارکھو سے پتہ کر۔ تب تجھے ہوش آئے گی۔ **مثال** کہتے ہیں۔ کہ ایک زمیندار بہت غریبی حالت میں معمولی کھیتی پر ہی گذارہ کیا کرتا تھا۔ اس کی عورت روزانہ کھانا تیار کر کے کھیت میں لے جاتی۔ کچھ وقت گذرنے پر فصل با جرہ پک چکی۔ تو زمیندار نے اس فصل کی حفاظت کے لیے اپنی کھیتی کے درمیان

ایک پہچان سی بنالی اور دن رات اسی میں رہنے لگا۔ آخر فصل ہی زمیندار کی پونجی یا اثاثہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اس نے گھر جانا بھی چھوڑ دیا۔ اور اس کی حفاظت کرنا لازمی تھا۔ پس زمیندار نے اس کام کے لئے ایک غلیل رکھی تھی۔ مٹی کے غلیلے نت بنا بنا کر ان سے چڑیوں۔ طوطے۔ و دیگر جانوروں کو اڑانے دوڑانے کا کام لیا کرتا تھا۔ اب اسیطرح کرتے کرتے کچھ مدت گذری۔ اچانک ندی کا کنارہ پھٹ گیا۔ چونکہ اُس زمیندار کی کھیتی بھی اُسی ندی کے کنارے واقع تھی۔ لہٰذا اُسے اس کی طرف خاص توجہ دینا ضروری امر تھا۔ ایشور کی کرپا کچھ ایسی ہوئی کہ اُس پھٹی ہوئی زمین میں سے اُس کو ایک مٹکی قیمتی جواہرات سے بھری ہوئی ہاتھ لگ گئی۔ چونکہ غالباً کسی پہلے زمانہ کی دبائی ہوئی تھی۔ لہٰذا اس نے سوچا کہ چلو ایشور نے مجھے ایک ایسی امداد دیدی ہے۔ جو کہ میں نت روزانہ مٹی کے غلیلے تیار کیا کرتا تھا۔ اب آخر یہ پتھر میرے غلیلوں کا کام کچھ وقت تو دیں گے۔ اور مجھے اس محنت سے کچھ فراغت تو نصیب ہوگئی۔ سو اس طرح وہ ہیرے جواہرات کو پتھر ہی سمجھ کر چڑیوں۔ و طوطوں کو غلیل سے اڑاتا رہا۔ اب سامنے تو دریا تھا۔ لہٰذا وہ تمام کے تمام اسی طرح برابر پانی میں گرتے رہتے۔ ایک دن اس کی عورت اپنے ساتھ چھوٹے بچے کو لیتی آئی۔ اُس وقت پرماتما کا کرنا کیا۔ کہ صرف دو ہی وہ پتھر نما جواہرات بقایا رہ گئے تھے۔ اب نادان بچے نے دو خوبصورت پتھر کھلونا جان کر دونوں مٹھیوں میں پکڑ لئے۔ عورت کو اس کا کچھ علم نہیں۔ جب گھر آئی۔ تو ضرورت پیسہ کی پڑ گئی۔ اُس نے نمک مرچ خریدنا تھا۔ دیکھا بچے کے ہاتھ میں دو خوبصورت پتھر ہیں۔ بہت سُندر ہیں۔ چلو کسی دوکاندار کو دے کر اپنی غرض پوری کر لوں۔ کیونکہ آخر یہ خوبصورت ہیں۔ اور کم از کم باٹ کا کام تو ضرور دیں گے۔ جیسے کہ پہلے زمانہ میں رواج تھا۔ آپ ذرا گذشتہ تواریخ الٹ کر دیکھیں۔ لوگ آپس میں چیزوں کا ہی تبادلہ کر لیا کرتے تھے۔ کسی کسی گاؤں میں اب بھی یہ رواج ہے۔ خیر اب عورت گھر سے اس نیت پر دو دونو

پتھر لے کر چلی جاتی ہے۔ تو راستہ میں ایک جوہری جو کہ ان کی پرکھ رکھتا تھا۔ عورت کے ہاتھ میں دو قیمتی جواہرات دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور بڑے غور سے اس کی شکل و صورت اور پہناوا اپنی لباس دیکھ کر فوراً اپنے پاس بلایا۔ لاکھوں روپے کی قیمت کے وہ ہیرے لے لیئے۔ اور عورت کو اُس کی مناسب قیمت نقدی کی صورت میں دیدی۔ عورت کو جب اتنا مال یکدم ہاتھ آگیا۔ آپ جان سکتے ہیں۔ کہ وہ جامہ میں پھولی کیوں نہ سمائی۔ آخر بڑی خوشی خوشی اتنی بڑی رقم لے کر جب وہ گھر آگئی اچھی اچھی چیزیں خریدنے اور اپنی جھونپڑی نئے سرے سے ایک خوبصورت مکان کی شکل میں تیار کرنے کا منصوبہ باندھ لیا۔ پھر دوسرے دن سے اسنے اسپر عمل درآمد کرنا شروع کر دیا۔ آخر کچھ وقت بعد جب مکان تیار ہو گیا۔ اچھی سے اچھی تمام کارآمد اشیاء عیش و عشرت کے تمام سامان اس میں قرینے سے سجا دیئے گئے۔ اب عورت خواہش کرتی ہے۔ کہ ہمیں اتنا مال و دولت ہونے پر اب کھیتی کے کام کی کیا ضرورت ہے۔ لہٰذا وہ اپنے پتی جاٹ کو بلانے چلی جاتی ہے۔ وہاں جا کر اُس نے اپنے پتی کو بازو سے پکڑا۔ اور نہایت پریم و محبت کے ساتھ کہنے لگی کہ پتی دیو! تمھیں اب گھر کو چلنا چاہیئے۔ آخر کافی مدت ہو چکی ہے۔ جب تم یہاں پر ہی گذر کر رہے ہو۔ بچہ آپ کو بہت یاد کرتا ہے۔ کبھی گھر بار کی بھی سدھ لینی چاہیئے۔ لہٰذا اسی طرح کی اُس نے جب باتیں کہنی شروع کر دیں۔ تو جاٹ کو بھی اُنس نمودار ہوئی۔

ادھر عورت کے من میں اصل بات تو کچھ اور ہی تھی۔ مایا نے اُس کے دل کو بھرمایا ہوا تھا۔ خیر! قصہ کوتاہ وہ جاٹ کو اپنے ساتھ گھر لے گئی۔ مگر جب عورت ایک خوبصورت مکان کے اندر داخل ہونے لگی۔ تو جاٹ نہایت حیران و پریشان ہوا۔ کہ یہ تو کسی غیر کے مکان میں چلی جا رہی ہے۔ شاید اس کے چال چلن میں کچھ فرق آچکا ہے۔ میری عدم موجودگی میں اس نے ناجائز طور پر اپنے آپ کو بھرشٹ کر دیا ہے۔ سو انھی خیالات میں مستغرق وہ آیندہ اپنی

عورت کے ساتھ برتاؤ کرنے کا منصوبہ باندھ رہا تھا - کہ اتنے میں عورت پھر واپس آکر اُس کا بازو پکڑ لیتی ہے -

کہ چلو جی ! آپ اپنے نئے مکان میں کیوں نہیں چلتے ؟ آخر یہ سب مال اور مکان وغیرہ آپ کا ہی تو ہے - آپ ہی ان تمام چیزوں کے مالک ہیں ،، اب ان باتوں سے جاٹ کے من پہ مزید بھرم پڑنا لازمی تھا - سو وہ تمام حکایت دریافت کرنا چاہتا ہے - مگر عورت اُسے یقین دلا کر آخر اندر لے گئی - کہ تمام باتیں اندر بیٹھ کر ہی بتلاؤں گی - سو ! عورت نے اُسے سمجھایا - اور شروع سے لے کر تمام سرگذشت بیان کرنے لگی - کہ کس طرح اُس نادان بچے نے وہ قیمتی دونوں پتھر اُٹھائے - پھر روپیہ کیسے ہاتھ لگا - جاٹ نے جب یہ تمام ماجرا سنا - تو جھٹ آنکھوں میں وہ مٹی ملنے اور تمام پتھروں کو مفت میں ہی اپنی غلیل سے ضائع کر دینے کا سب نقشہ سامنے آگیا - اور وہ غش کھا کر زمین پر گر پڑا - بسیار کوشش کے جب ہوش آئی تو سر پیٹ کر رونے لگا - کہنے لگا میں بہت ہی مورکھ اور بدھو بنا رہا - کیا ؟ اگر یہ آخری دو پتھروں کا اتنا روپیہ دھن مل سکتا ہے - تو پھر وہ تمام پونجی جو اس وقت میں سنبھال کر رکھتا لیکن تمام قیمتی ہیرے تو میں ایسے ہی دریا میں پھینکتا رہا - آخر عورت نے اُسے سمجھایا - کہ چلو ! پرماتما کا پھر بھی شکر گذار ہو دیں - اور گذشتہ کہانی کو بھول جاویں -

گذشتہ را صلوات - آئندہ را احتیاط

جو کچھ اس وقت پراپت ہو گیا ہے - اسی پر ہی پربھو کا شکریہ ادا کریں - اور اپنے بقایا زندگی کے دن بڑے آنند اور خوشی سے بسر کریں -

پرکھو پریمیو ! میرا مطلب اس کہانی سے آپ کو دل کا لبھانا نہیں ہے - بلکہ ہمیں تو اس ساری کہانی دشٹانت کے سار اور اندرونی بھید کے سمجھنے کی کوشش کرنا لازم ہے - جو کہ اس طرح سے ہے -

مانو: یہ سنسار تو کھیت ہے - اور انسان اکثر اوقات اس میں رہتا ہے - نیز معمولی دنیا کے
کام دھندے سے - محنت مزدوری کرکے جو تھوڑی بہت کمائی دھن پیسے کی کرتا ہے - وہ مثل
فصل باجرہ کی مانند سمجھیں - جیسے کہ زمیندار کی تھی - اور اس کی حفاظت کے لیے جٹ جاٹ
نے مچان بنا رکھی تھی - بے شک اسی طرح انسان نے بھی اپنا گھر بنایا ہوا ہے اور بدھی
روپی اس کی استری ہے - جو کہ اس کی روزانہ خوراک پہونچاتی ہے آخر وچار روپی ہاتھ
نکلا جس نے کچھ اُدّم کرکے دونوں ہیرے پکڑ لیے - اور وہ کال روپی دریا میں گرنے بچ
گئے - جیسے زمیندار وہ قیمتی ہیرے ایک حقیر پتھر سمجھ کر ویسے ہی پھینکتا رہا - اب ذرا اور آگے
بڑھیں - کہ انسان کی عمر یعنی زندگی تو مثل ہے جس میں سوانسوں روپی وہ قیمتی جواہرات
بھرے پڑے ہیں - مگر یہ انسان صرف دنیاوی چیزوں کی حفاظت یعنی طرف ان
بیش بہا جواہرات روپی سوانسوں کو بے مثال ہی کھو رہا ہے - جیسے کہ وہ زمیندار
کھیتی کی حفاظت میں ہیرے پھینکتا رہا - اب اسی طرح یہ سوانس کال روپی دریا
میں گر رہے ہیں - یعنی مثل روپی زندگی میں سے یہ سوانس خالی ہو
رہے ہیں -

بس! عمر ایسے ہی ختم ہو جاتی ہے - مگر جب وچار روپی بچہ کو کچھ خیال بقایا عمر کا آجاتا ہے
تو وہ کال سے بچ گیا - مگر اس بدھی روپی استری نے لوبھ روپی ترشنا کے وش
ہو کر ان دو جواہرات کو بھی پتھر سمجھ کر فنا کرنا چاہا - لیکن راستہ میں ہی اس
قیمتی چیز کے جاننے والے یار لکھو یعنی جوہری روپی گورو جس نے اصلیت بتا کر
ان کا قیمت سچے نام کا دھن دے کر سکھ پہونچایا - پھر وہ کسان روپی انسان
سب رونا دھونا تیاگ اس گورو کے بتلائے ہوئے مارگ پر چل - ابھیاس
روپی نئے مکان میں بود و باش کر لیتا ہے - اور اپنی بقایا عمر کو نہایت
شانتی اور سکھ سے گذارنے لگتا ہے - سو سمجھو! اس سچے نام کی کیا تعریف کیا ہے
یہ انمول سوانس ایسے ہی نہ پھینکتے جاؤ - بلکہ ان کو اس پربھو کے ہی لیکھے لگاتے
جائیں جس کا در اصل یہ خزانہ ہے - اس لیے فضول جھنجٹ تماشے وغیرہ کھیل یا گپ
میں ہی وقت ضائع مت کرو - بلکہ اپنے پریم دھرم کی پہچان کر کے جو پاپ نشول
کی شرن میں جا کر اپنے منتا کی اصل سار کو گرہن کرو - یہ ایک اسنان ہے۔ (۱)

میں اگر فیل ہو گئے۔ اور وقت ضائع کرتے گئے۔ آخر سوانس تو ختم ہو ہی جائیں گے۔ مگر آپ کی
آتما ہمیشہ کے لئے بندھن میں پھنس کر دکھ بھوگتی رہیگی۔ اس لئے بہتر ہے کہ سوانسوں
کی قدر کر کے سچے نام دھن کی پراپتی کا سادھن کریں۔

یہ من بھوت سمان ہے۔ دوڑے دانت پسار
دوہا
بانس گاڑا تُرے چڑھے۔ سب بل جاتے ہار

پس! انسان کا من تو بالکل ایک بھوت سمان ہے۔ جیسے کہانی مشہور ہے۔ کہ
ایک سیٹھ کو کس طرح ایک نوکر بھوت سے پالا پڑ گیا۔ اور شرط مطابق جب بھی کوئی
کام بھوت کے سپرد نہ ہوتا۔ تو وہ سیٹھ کو کھانے کے لئے دوڑتا آخر سیٹھ بیچارہ بھی اس
بھوت کو نئے نئے کام بتلاتے بتلاتے تھک گیا کیونکہ وہ بھوت تو منٹوں سیکنڈوں
میں کام سرانجام کئے دیتا تھا۔ لہٰذا سیٹھ نے ایک کرپالو اِن مہاپرش کی سیوا میں حاضر
خدمت ہو کر ان سے وہ آسان ترین راستہ دریافت کر کے بھوت کو فالتو وقت میں اس
بانس کے نیچے اوپر چڑھنے اور اترنے کا ایک ہی بار لمبا حکم دیکر جہاں خود اپنی جان بچائی
اور آرام و شانتی حاصل کی۔ وہاں ظالم بھوت کو بھی ہمیشہ کے لئے کام پر لگاتے ہوئے
اسے ایک قسم کا شغل دیدیا۔ سو گور مکھو! اس چنچل من کو بھی اسی طرح مہاپرشوں
کی پوتر شرن میں جا کر ان سے وہ سچا نام رودی شوانسوں کا جاپ اور صحیح سادھن
حاصل کر کے ۲۴ گھنٹہ یعنی دن و رات اسی ابھیاس پر لگایا جا سکتا ہے پھر روزانہ
کاروبار کرنے میں بھی انسان کا ابھیاس برابر چلتا رہتا ہے۔ اسی طرح عملی زندگی
پر قدم رکھتے رکھتے جیو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

"اوم شانتی۔ شانتی ہری اوم"

دوہا

جب ہی نام ہردے دھرا۔ بھیو پاپ کا ناس
مانو چنگی آگ کی۔ پڑی پرانی گھاس

بھجن

ٹیک:- نام جپ نام بندے۔ جینے دا ویلا اوے
دنیاں اے مسافر خانہ۔ گھڑی پلک دا میلا اوے

دنیاں دے وچ آکے جھیڑے۔ بنگئے تیری سنگی اوے۔ دھیاں۔ پتر۔ بہناں۔ بھائی تے اردگی ھنگا اوے
توڑ وانہ ساتھی کوئی جاوناں اکیلا اوے۔ نام جپ نام بندے۔ جینے دا ویلا اوے
جوڑ جوڑ۔ جوڑ کے خزانے بھاویں بھرلے۔ مایا دے سامان بھاویں لکھاں اکٹھے کرلے
انت ویلے نال اک چلیا سی نہ دھیلا اوے۔ نام جپ نام بندے جینے دا ویلا اوے
تھیٹر دا تماشہ۔ جگ دیکھ بھل جاویں نہ۔ بولدیاں تصویراں اتے۔ من بھرماویں نہ
مایا نے اے کھیل۔ دھوکھے بازی والا کھیلا اوے۔ نام جپ نام بندے جینے دا ویلا اوے
سچ دے بیوپاریا اے سچی گل منی اے۔ گورو دے اپدیش نوں پیچھ پلے بنھ لے۔
داسن دا سا چھڈ ہور۔ گوڑ دا جھمیلا اوے۔ نام جپ نام بندے جینے دا ویلا اوے

ٹیک:- ہٹ کھلیا ستگورو لوڑے دا۔ ہٹ کھلیا ستگورو لوڑے دا
سودا لین گے۔ نصیباں والے۔ ہٹ کھلیا ستگورو پورے دا

(۱) بھگتی دا بھنڈار کھلیا۔ سودا کھرا ملے انمولیا۔ کرنے آپ حوالے ہٹ کھلیا...
(۲) گورمکھ سچا سودا کردے۔ من دی میل جنم دی ہردے۔ پیندے پریم پیالے ہٹ کھلیا...
(۳) بھکھے جو جنماں جنماں دے۔ در در تے دھکے کھاندے۔ ستگور آن سنبھالے ہٹ...
(۴) داسن داس گوراں دی ہٹی چل کے کھٹیے اصلی کھٹی۔ کٹیے موہ جنجالے ہٹ...

ویراگ اور ابھیاس

ایشور کے پیارے بندو! یہ بات تو آپ کے ذہن میں اچھی طرح سے بیٹھ چکی ہے۔ کہ منش جیون کا اصلی مقصد کیا ہے۔ جواب دو لفظوں میں یہ ہے کہ ۸۴ لاکھ جونیوں سے چھٹکارا حاصل کر کے اپنی آتما کو ہمیشہ کے لئے شانت کرنا ہے۔ آتما کو جان لینا یا آتم گیان کا حاصل کرنا بھی تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب انسان اپنے من کو کام کرودھ، لوبھ، موہ اور اہنکار سے بالکل آزاد نہیں کرے اور پھر من اور بدھی کو شدھ کرے۔ غرضیکہ ایشور پراپتی کے لیے ہردے میں سچا پریم پیدا کرنا آوشیک ہے۔

سنت فرماتے ہیں:

پریم پیالا جو پیئے سیس دکھشنا دے۔ لوبھی سیس نہ دے سکے نام پریم کا لے

ہاں! تو جب تک ہردے شدھ نہ ہو گا، من سے سنساری وشیوں کا پربھاؤ دور نہ ہو گا۔ تب تک بدھی بیچاری بھی کیا کر سکتی ہے؟ کیونکہ ہماری جتنی بھی کرم اندریاں ہیں۔ وہ سب بدھی اور من کے اشاروں سے ہی کام کرتی ہیں۔ پس آدمی کو چاہئے کہ بے غرض ہو کر دل و جان کے ساتھ سیوا کرے۔ اور اپنے کئے ہوئے کرم کے پھل کی بھی خواہش کو ہرگز ہرگز دل میں نہ رکھے۔ کیونکہ بے لوث سیوا کرنے سے اس کا من دھلتا چلا جاتا ہے اور آخر میں آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہو جاتا ہے۔ جس میں بھگوان کا عکس خود بخود دکھائی دے جاتا ہے۔ مہاپرشوں کے خیالات انوسار اس مارگ کے لئے سب سے بڑے دو دروازے ہیں۔ یہ دو سادھن کرنا جگیاسو کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ جب تلک انسان جو کہ بھگتی مارگ

پر چل رہا ہے۔ اور وہ چاہتا ہے۔ کہ مجھے اصلی سکھ اور شانتی نصیب ہو۔ وہ اپنی آتما کو شانت مے کرنے کی زبردست خواہش کو لیکر اس کٹھن منزل پر قدم رکھ چکا ہے۔ تو اسے سب سے پہلے ان بڑے بڑے دو دروازوں پر مجبوری حاصل کرنا ہوگی۔ لہذا جب تلک وہ صحیح معنوں میں ان دونوں دروازوں سے نہیں گذرتا یا ان دونوں بنیادی اصولوں کو پوری نشچیہ کے ساتھ نہیں اپنا لیتا۔ تب تلک وہ مکمل جگیاسو یا بھگت کہلانے کا حقدار نہیں ہے ۔

تلسی گورو پرتاپ سے الٹ جان پڑی
نہیں بسرو سا سانس کا آگے موت کھڑی
اٹھ فریدا سُتیا ڈاڑھی ہوئی بھور
آگا نیڑے آ گیا پچھا رہیا اب دور
بھیا پرانا پنجرہ پنچھی بھیا اداس
جس گھر موجیں مانیاں رات نہ ونڑی داس
کوئی رہیا نہ کوئی رہسی دو دن کا سب کھیل
ندی میں بہتی لکڑیاں کبھی ہو گیا میل
مرتے سب کچھ چھوڑتے جیتے جی تو چھوڑ
سب سے ناطہ توڑ کر ایشور سے تو جوڑ
چار دنوں کی چاندنی پھر اندھیری رات
پرمیشور کے بھجن بن جنم اکارتھ جات
رام گئے راون گئے جاکو بڑھو پریوار
نانک تھر کچھو ہے نہیں سپنے جیوں سنسار

سو مہاپُرش تو بار بار ہم دکھیا جیوؤں کو اپدیش کرتے ہیں وہ ہماری اندرونی ورتی یعنی من کی دھار اکو ان سنساری پدارتھوں سے نکال کر کیول سچے پربھو کی یاد میں ہی لگانے کا سندیس دیتے ہیں۔ وہ چونکہ ان تمام منزلوں پر سے عبوری حاصل کرنے کے بعد ہی اپنے سالہا سال کی کمائی کا نچوڑ ہم کلجگی جیوؤں کے لئے ایک روحانی اور سچا اپدیش دیتے ہیں مگر چونکہ ہم اس جھوٹی مایا میں بری طرح سے پھنسے ہوئے ہیں اس لئے ان پوتر بانیوں کو صرف پڑھ کر ہی اپنا کرم سمجھ لیتے ہیں۔ جو کہ ہماری اصلی منزل سے بہت پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ شری بھگوان کرشن چندر جی مہاراج گیتا میں فرماتے ہیں۔

آدمی کو چاہیئے دنیا میں رہنا کس طرح
جس طرح تالاب کے پانی میں رہتا ہے کنول

پرم پتا پرمیشور بھگوت گیتا کی ساری تعلیم اور ان مہان یوگی راج کا ارجن کو وہ سچا اور روحانی اپدیش ہم لوگوں کے لئے ایک آسان ترین راستہ ہے۔ مگر ہم ان وچنوں کو اچھی طرح اپنے ہردے میں نہیں لاتے۔ اسی واسطے باوجودیکہ پاٹھ کر لینے کے شبھ کرم بھی کر جاتے ہیں مگر پھر ہمیں صحیح و مکمل شانتی نصیب نہیں ہوتی وہ تو صاف فرماتے ہیں کہ انسان کو دنیا میں اپنا جیون اس طرح سے بتیت کرنا چاہئے جس طرح کنول کا پتہ پانی میں رہتا ہوا بھی گیلا نہیں ہوتا۔ ایسے ہی آدمی کو چاہیئے کہ زندگی کے تمام کاروبار میں حصہ لیتا ہوا بھی اسکے اثرات سے اپنے آپ کو بالکل بالاتر رکھے وہ کامیابی سے خوش اور ناکامی سے غمگین نہ ہو۔ محض اسی ایک خیال کو دل میں رکھ کر کرم کرے کہ میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں پرماتما کے حکم سے ہی کر رہا ہوں۔ ایشور کے لئے کر رہا ہوں

آور نہی طاقت مجھ سے یہ کرم کر رہی ہے۔ میں تو صرف ایک ذریعہ بنا ہوں۔ ہاں! تو ذکر تو دو دروازوں کا ہی رہا تھا کہ سچے متلاشی کے لئے اصل مارگ کے دو ضروری سادھن ہیں ان کا نام ویراگ اور ابھیاس ہیں ویراگ یعنی تیاگ کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ انسان دنیاوی کرم کرنا چھوڑ دے۔ باہر جنگلوں میں جا کر دھونیاں رمائے۔ تپسیا کرے اور کئی طرح کے سادھنوں سے اپنے شریر کو تپ کی آہوتی میں ڈالے چنانچہ ایک فارسی کے شاعر نے لکھا ہے ؎

ترک دنیا نیست۔ ترک دولت و فرزند و زن
بلکہ دل را پاک کردن از محبت ایں و آن

یعنی اصل ویراگ تو یہ ہے۔ کہ انسان ان تمام چیزوں سے موہ اور پیار کا اندرونی رشتہ ان سب پدارتھوں کو فانی سمجھ کر ختم کر دے۔ اور اپنے دل کو اس موہ مایا کے جال سے پاک اور صاف رکھے۔ دل میں ہمیشہ اپنے سچے اشٹ کا ہی دھیان رکھے اسی کا نام تیاگ ہے۔ اسی طرح ایک مہارشی کہتے ہیں کہ دنیاداری کسے بولتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ دولت جمع کرنے اور بیوی بچوں کے ہونے کا نام دنیاداری نہیں ہے بلکہ خدا یا پرماتما کو بھول جانے کا نام ہی دنیاداری ہے۔ یعنی دنیادار مہاپرشوں کی نظروں میں وہ ہے۔ جو بیوی بچوں اور دولت کی محبت میں غرق ہو کر اپنے مالک کو بھول جاتا ہے اپنے پربھو سے بے رخی کر کے دن رات ان ہی وشیوں میں اندھا دھند غرق رہتا ہے پس یہی دنیادار ہے۔ ورنہ اگر وہ اوپر کی مثال مطابق ان سب پدارتھوں سے اپنا دنیاوی کاروبار کرتا ہوا بھی ہر وقت اپنے ہردے میں سچے ایشور کی ہی یاد رکھتا ہے۔ بلکہ اسے تو ہر وستو میں وہی

جلوہ گناں ظہور میں آتا رہتا ہے ٥

ست گورو تیرے ورس میں تیرا نور نظر آتا ہے
جب سر کو جھکاتا ہوں تو ہی نظر آتا ہے

اسی طرح اس کی سرت اپنی اونچی منزل پر ہی ہر وقت لگی رہتی ہے۔ دنیاوی ہرش شوک یا خوشی غمی سے اُسے کوئی واسطہ نہیں وہ اصل معنوں میں تیاگی ہے۔ آپ نے راجہ جنک جی کا اتہاس ضرور دیکھا ہوگا انہیں باوجود یکہ راج کاج کے تمام سکھ حاصل تھے۔ اور عوام کی نظروں میں تو سب سنساری کاروبار کرتے تھے۔ مگر پھر بھی گیانوان مہاپرش۔ اندرونی وچار رکھنے والے گیاتا منی انہیں جنک ودیہہ کے نام سے پکارتے ہیں بس یہی ویراگ کا پہلا دروازہ ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اچھے سے اچھا کرم بھی جب کرے۔ تو اس میں اہنگتا بھاؤ کی آنچ باشد تک نہ آئے اسے محسوس تک بھی نہ ہو کہ میرے ذریعہ سے یہ شبھ کرم ہوا ہے۔ اس نے محض اپنا فرض اور ڈیوٹی سمجھ کر ہی تمام سنساری کاروبار کرتے جانا ہے نفع یا نقصان کا اسے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ سو اصل معنوں ویراگ اسی کا نام ہے۔ دوہا:۔ ٥

کرم کرے اور پھل نہیں چاہے یہی سنیاس کا مرم
دھرم ادھرم کو بھسم کر دیکھے اس سے پرے کوئی دھرم

یعنی انسان جو بھی کرم کرے۔ وہ سب ان پانچ چوروں کی حد سے باہر ہوں۔ لہٰذا ان کے اپنے کرموں کے پھل کی ہرگز اچھا بھی نہ رکھے اور عام جیووں کا بھلا ہی کرتا جاوے۔ گورو وششٹ منی جی مہاراج بھگوان رام چندر جی کو اپدیش دیتے ہیں۔ ویراگ کا راستہ بادشاہ

میں صاف صاف فرماتے ہیں۔ سنساری جیو کا ویراگ کُل پدارتھوں کی موجودگی کے باوجود بھی اگر وہ ان سے کوئی بھی موہ یا پیار نہیں رکھتا۔ راگ و دویش سے بہت پرے ہے۔ تو وہی افضل ویراگ یا تیاگ ہی ہے۔ اسی طرح تیسری پادشاہی سری گورو امرداس جی فرماتے ہیں ؎

ایہہ من پیاریا توں سدا سچ سنبھالے ایہہ کُٹمب توں، دیکھدا چلنا ہیں ایتر نالے
ساتھ تیرے چلے ناہیں۔ تِس نال کیوں چت لائیے
ایسا کم مول نہ کیجئے۔ جِت انت پچھوں تائیے
ستگورو کا اپدیش سُن توں ہووے تیرے نالے
کہے نانک من پیاریا توں سدا سچ سنبھالے۔

پریمیو! اسی پوتر بانی کے ارتھوں کو اچھی طرح سے سمجھتے ہوئے انسان کو دِل کی چیتاونی اور ان مہاپرشوں کے بار بار اشارے ہر وقت اپنے دل میں جذب کرتے ہوئے ہی کُل کرم کرنے چاہیں ؎

ہانڈی کا پلنگ بنا ماٹی کا سمبا ہانہ اور نیچے ماٹی ہے ماٹی میں مل جانا
اس جیون کا گرو دیکھ کیا شرمتی یہ ریت بات کہت گر جات ہے بالو کی سی بھیت
دھن جوبن کا گرو تو کبھی نہ کیجئے بھول دیکھت ہی مرجات ہے جیوں لجاؤ کا پھول

میں جاناں سنگ جائیگا بہت جمیں دھن مال
جیوں کا تیوں سب رہ گیا پکڑ چلائے کال

آخر ہمارے اس شریر نے کبھی تو مٹی کے ساتھ مل جانا ہے۔ باقی پدارتھ کیا ساتھ دے سکتے ہیں۔ پس ان سب باتوں کو ہردے میں ہر وقت رکھتے ہوئے جیو کو اپنی بھگتی مارگ کی منزل کو عبور کرتے جانا چاہیئے۔ آہستہ آہستہ جس وقت اُس کا ابھیاس درڑھ ہوتا جائے گا۔ پھر جیو ان منزلوں کو پار کرتا ہوا اس ویراگ کے اصل دروازے تلک

رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ اور اب اس کا دوسرا دروازہ ابھیاس بھی پورا ہونے لگتا ہے۔ وہ خود بخود ہی کہتا ہے ؎

کا کر ہتیہ کا جیر ہیئے ۔ کھو رہے جیون کاج
چھوڑ چھوڑ سب جات کہیں۔ وہیہ گہیہ دھن راج
منتر ہتر تب وان جب بار بار دادی جو آئے
جے نر پیڑت کال کر ۔ کوئی رکھشک اس تائے

پر کچھ پر میو آئیں اس پر سنگ کو زیادہ طول نہ دیتا ہوا اتنا اشارہ ضرور کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ جس وقت انسان من مُتی بھگتی کو تیاگ کر پورن گورو کی پوتر شرن میں آجاتا ہے۔ تو وہ اُسے اُن تمام اشاروں اور کل بانیوں کا صحیح معنوں میں ادتھ اور اپنے سینے کے علم سے ہی ایک سچا اور بالکل آسان ترین سادھن بخش دیتے ہیں۔ چونکہ ہم سنساری جیو اگیانتا کارن اپنے من کے آدھین ہی تمام کام کئے جاتے ہیں۔ جس کارن ہر وقت دُکھ ہی دُکھ ملتا رہتا ہے۔ وہ سنت ست گورو محض ہم جیئوں کے سدھار کے لئے اس سنسار میں بار بار پرگٹ ہوتے ہیں۔ سو انہوں نے ہمارے من کی گھڑت کے لئے ہی ایک ایسا انمول ہتھیار ہمارے ہاتھ میں دیا ہے۔ جس کے ذریعہ ہم نے اس مکتی جیسی کٹھن منزل پر پہنچنے کے لئے یہ ویراگ اور ابھیاس کے دونوں دروازوں پر عبوری حاصل کرنی ہے۔ وہ امرت بھرا رس یعنی سچا روحانی اپدیش ہی ہم کلجگی جیوؤں کے ان تمام گھٹناؤں سے پار ترنے کا ایک ساتھی ہے۔ پس! ان سنساری دھندوں میں رہتے ہوئے بھی ہم دُکھیا جیو وہ سچا نام حاصل کر کے ابھیاس کے لئے وہ سہل طریقہ ان سے پوچھ کر اس بھگتی

رگ پر چل سکتے ہیں۔ غرضیکہ وہ ایسی آسان ترین مکتی بخشتے ہیں جس سے ہمیں روزانہ کھان پان میں یا دنیاوی کسی کرم میں بھی کوئی خاص فرق نہیں پڑتا بلکہ وہ سچا نام تو صرف ایک اشارے کا ہی بھید ہے جس پر جیو چل کر آہستہ آہستہ اپنے ان قیمتی سوانسوں کی پونجی کو ہر لمحہ شبھ کرموں کے خزانہ میں ہی بھرتا چلا جاتا ہے۔ اور یہ نت ابھیاس ہی اسے ایک عامل بنا دیتا ہے۔ جیسے سچ کہا گیا ہے۔ ؎

کرت کرت ابھیاس سے جڑمت ہوت سجان
رسری آوت جات ہے سِل پر پڑت نشان

مطلب یہ کہ ایک معمولی رسی بھی جب کنوئیں کی پتھریلی سِل پر بار بار گذرتی ہے پھر وہاں اپنا اثر یا پربھاؤ ڈالتی ہوئی ایک گہرا نشان ڈال دیتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح ابھیاس کے ذریعہ اس روحانی منزل پر جیو دھیرے دھیرے آخر کامیاب ہو جاتا ہے۔ دوہا ؎

اُدم بن کوئی کامنا کبھی نہ پوری ہوت
اُدم جیون جانئے۔ آلس جانو موت

اے انسان! تو اپنی موت کو ہر وقت سامنے رکھ۔ تیرا کال ہر سمے تیرے سر پر گرج رہا ہے۔ کسی سنساری پدارتھ نے تیری روح کا ساتھ ہرگز نہیں دینا۔ اس لئے جلد از جلد تو اُن سچے مہاپرشوں کی پوتر شرن پکڑ کر اپنے روح یا آتما کے سدھارنے کی فکر کر۔ اُن سے وہ سچا نام پراپت کر لے۔ پھر اُن کے بتلاتے ہوئے مارگ پر چلتے چلتے تیرا یہ ویراگ اور ابھیاس پورا ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد تیری ایک ایسی عملی زندگی بن جائے گی جس میں کام کرتے کرتے بھی تیرے یہ انمول سوانس ادھر ہی اپنے مارگ پر تجھے آگے ہی آگے لے جانے کا ساتھ دیں گے۔

آج کہے میں کل بھجوں - کال کہے بھی کال -
آج کال کے کرت ہی - اوسر جاسی چال

اسی طرح اے بشمر اندر اگذشتہ تواریخ کو ہی اپنے سامنے اگر دیکھ - کہ بڑے بڑے راجہ مہاراجہ اور سکندر جیسے بلوان دھنی بادشاہ بھی اپنے ساز و سامان تمام مال و دولت مرتے وقت یہیں چھوڑ کے چلے گئے - اور کوئی سنساری وستو انہیں اس بھیانک موت کے منہ سے نہ بچا سکی - چنانچہ شاعر نے لکھا ہے

ع . زر سکندر نے جمع کر کہہ دیا ہقائیں خدا
وقت رحلت کے خدا سے وہ لگا کہنے سدا
سب ملک دے یونان کے حکمت گروں سے یوں کہا
اے طبیبو! موت کی اس وقت ہو کوئی دوا
اپنی رعیت اور وزیروں بیگموں سے یوں کہا
اے کوئی کھلو بچالو موت سے اہل وفا -
یہ جو ہے میرا جنازہ طبیبوں کے کندھے پر ہو -
ہاتھ دو خالی کفن سے باہر ہوں میری رضا .
یہ جو ہے میرا جنازہ کوچے کوچے میں پھرے
تاکہ سب کو علم ہو - آخری کا یہ مزا -

پھر اسی طرح ایک اور جگہ لکھا ہے - ع

رندی مال سکندر بادشاہ دی اور دہشر گیوں اب بیٹھے لوکن -
قبراں دے وچ کرے بیا پے - روے کے سارے وہیٹرے لوکن
اک دن قبر دنیں ہویا آوازہ - تو چھڈ دے جھگڑے جھیڑے لوکن -
ایتھے کوئی سکندر گیوں نی - تو روندی اپڑے کیھڑے لوکن

اب ان سب باتوں کو اگر انسان خوب گہرے وچار سے پرکھنے کی کوشش کرے کہ جب اتنے بڑے بڑے دھنی بادشاہ بھی آخر موت کا شکار ہو گئے۔ اور اس جہانِ فانی سے چلتے وقت سوائے اپنے کئے گئے کرموں کی پوٹلی کے مزید کچھ اپنے ساتھ نہ لے جا سکے جتنے بھی دھن دولت اتیادی سنساری سامان تھے سب شریر کے ساتھ یہاں پر ہی دھرے کے دھرے رہ گئے۔ اب ان کی روح یا جیو آتما کو تو اسی اعمال نامہ کے مطابق ہی قدرت نے دوسرا جنم دینا ہے۔

پس! اپنا بھی فرض اور دھرم یہی ہے۔ کہ ان سب ناشوان پدارتھوں سے دلی رشتہ توڑ کر اُس اپنے مالک کی طرف رجوع کریں۔ جس خاطر بھگوان نے پہلے یہ سنہری چانس دیا ہے۔ اُس پربھو کے سچے دربار میں کسی قسم کی کوئی بھی رعایت ہرگز نہیں ہوتی۔ سو لازم یہی ہے۔ کہ ہم سنساری جیووں کو اپنی آتما کے سدھار کے یا مزید آواگون کے بندھن کو کاٹنے کے لئے ادھیشٹ ہی کسی پورن جیسے گورو کی سنت سنگ ورد یا۔ روحانی اچاریہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو کہ ہمیں مکتی مارگ پر لے جاتے ہوئے روحانی اپدیش کے وہ اونچے آدرش ہم کل جگی جیووں کو عملی طور پر اپنا سکیں۔ اور ہمارے اس انسانی جیون کو ایک ایسے سانچے میں ڈھال دیں۔ جس سے ہم ان دونوں ویراگ اور ابھیاس کے دروازوں پر سے عبوری حاصل کرتے ہوئے ایک عملی زندگی بنا لیں۔ تا کہ پھر ہمارا اہلوک اور پرلوک دونوں کا سدھار ہو سکے۔ اب آگے عملی زندگی کا حال پڑھیے

عملی زندگی

اے انسان! تو وہ آتمک شکتی رکھتا ہے۔ تیرے اپنے اندر ہی وہ روحانی طاقت موجود ہے۔ جس سے تو بالکل بے بہرہ ہے۔ تجھے وہ اصلی خزانہ کا علم ہی نہیں ہے۔ تو مارا مارا ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ دراصل تیرا بھی اسمیں کوئی قصور نہیں ہے۔ کچھ تو تیرے پراربدھ کرموں نے تیرا ساتھ نہیں دیا جس سے تیرے سنسکار کچھ پسماندہ ہو چکے ہیں۔ دوسرے، تو خود کوشش بھی نہیں کرتا۔ پرشارتھ بھی نہیں کرتا۔ جس کے طفیل تجھے صحیح راستہ مل سکے۔ مگر نہیں۔ تجھے سنساری کاموں سے فرصت کہاں۔ یہ موہ مایا کا جال تجھے اپنے شکنجے سے جلدی کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ جس وقت تو ہمت کرکے دل و جان سے خواہش پیدا کرے گا۔ اپنی آتمائی شکتی کو تلاش کرنا چاہے گا۔ تو تجھے اپنے آپ ہی اصلی گیان کا بھنڈار ست سنگ، پراپت ہوگا جس سے رنت تو اپنے من کی ملینتا دور کرتے ہوئے آخر ان مہاپرشوں تلک رسائی کرنے کا راستہ تلاش کرے گا۔ تو ادھر ادھر خواہ مخواہ ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے اپنے سوانسوں کو مفت میں ہی ضائع کر رہا ہے۔ ارے بھائی۔ اصل سکھ یا شانتی تو تیرے اپنے اندر ہی موجود ہے۔ مگر تو باہری سامانوں میں سکھ کی تلاش کرتا ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ دراصل وہ آتمک شکتی۔ وہ جیوتی کا پرکاش تیرے اپنے شریر کے اندر براجمان ہے۔ مگر افسوس! گھر میں سب کچھ ہونے کے باوجود بھی تو چونکہ اتنا گمراہ ہو چکا ہے۔ تجھے اس کا صحیح راستہ تک معلوم نہیں ہے۔ اس پر کیسے شانتی پراپت

کر سکتا ہے۔
ایشور کے بندو آتما کے متعلق آپ مفصل حالات پیچھے پڑھ آئے ہو۔ لہٰذا یاد رکھو! جتنے سکھ کے سامان باہر کی دنیا میں ڈھونڈتے ہو۔ اور ادھر اُدھر بھٹکتے ہو۔ کئی پرکار کے کشٹ اور دکھ سہن کرتے ہو۔ پھر بھی اصل راحت اور آرام نصیب نہیں ہوتا ہے۔ باوجودیکہ برت نیم۔ جپ تپ وغیرہ کی سادھنا روزانہ کر لینے سے بھی اگر آپ کو مکمل شانتی نہیں ملتی ہے۔ تو اس کی بڑی بھاری وجہ یہی ہے۔ کہ دراصل مکمل شانتی کا تو آپ نے ابھی تک دروازہ ہی نہیں کھولا پھر آپ سکھ کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ ہر چیز آپ کے پاس موجود ہے۔ لیکن ایک پورن گورو کا سچا نام اگر آپ کے پاس نہیں ہے۔ تو سب کچھ بے ارتھ ہے۔ خیال رہے۔ یہ سچا نام کسی گرنتھ۔ وید شاستر سے آپکو ڈھونڈنے سے ہرگز نہیں ملے گا۔ بلکہ یہ تو بھائی! ان مہا پرشوں کے ویلے کا علم ہوتا ہے جو کہ یہ اندرونی بھید وقتاً فوقتاً اسی طرح سینہ بسینہ چلا آتا ہے پورن گورو روحانی دھن لے کر ہی گاہے بگاہے اوتار دھارن کرتے ہیں۔
اب مانو! جیسے ایک بجلی گھر ہے۔ سینکڑوں میلوں کی دوری پر باقاعدہ طور پر تاریں۔ بلب۔ کھمبے وغیرہ جڑے ہوئے ہیں۔ لیکن صحیح کنیکشن اگر پاور ہاؤس کے ساتھ بالکل نزدیک ترین بلب کا بھی نہیں ہوگا۔ تو وہ ہرگز روشنی نہیں دے سکتا۔ اب دوسری طرف آئیں اگر ہزاروں میلوں کی دوری پر بھی تاروں کا باقاعدہ طور پر ناطہ قائم ہے۔ دونوں کا آپس میں ٹھیک کنیکشن ہے تو ضروری امر ہے کہ بہ نسبت نزدیک کے نہایت دوری پر ہونے کے باوجود بھی مکمل روشنی دے دیتے ہیں۔ بس اسی طرح سینکڑوں میلوں پر بیٹھے ہوئے جو منش سچے گورو کا وہ اصلی نام حاصل کر گئے ان کے بتلائے ہوئے مارگ پر کمائی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ وہ بہت جلد ہی ایک عامل بن جاتے ہیں ان کا جیو جہاں اپنے لیے لوک اور پرلوک کا راستہ صاف کر دیتا ہے

وہاں وہ تو بھائی کئی دوسری ہزاروں بھولی بھٹکی اگیانتا میں ڈوبی ہوئی روحوں کو بھی نکالنے کا ایک ذریعہ بن جاتے ہیں۔ مگر بعض ایسے جیو بھی ہوتے ہیں۔ جو صرف نام ہدایت کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ اُس کی کمائی پوری طرح سے نہیں کرتے۔ ست ابھیاس اور ست سنگ روپی وچنوں کی رگڑ سے اپنے جیون کو عملی طور پر نہیں ڈھالتے۔ وہ برسوں تک بھی ویسے کورے کے کورے ہی رہ جاتے ہیں کیونکہ اصلی و صحیح ناطہ تو مہاپرشوں کے وچنوں کی پالنا سے ہی بنتا ہے۔ جو کہ جیو کے اپنے اختیار میں ہے۔ صرف معمولی اُدم اور پرشارتھ کی ضرورت ہوتی ہے اے لیشم! تو کیا سے کیا کچھ نہیں بن سکتا۔؟ تجھے چونکہ ابھی اپنی آتما کا ہی گیان نہیں ہے۔ تو اُس روحانی علم سے ناواقف ہے۔ تیری یہ بیرونی آنکھیں سنساری موہ مایا کے وشیوں میں ہی اسکت ہیں۔ تو ہمت و پرشارتھ کر کے ان مہاپرشوں کی تلاش نہیں کرتا۔ اپنے من کو قابو کرنے کا صحیح وکمال سادھن تو اُن روحانی آچاریہ کی سیوا میں حاضر ہو کر پراپت نہیں کرتا تو پھر بھائی یہ بھی تیرا اپنا قصور ہے۔ اس شریر سے تو جس اصل کام کو کرنے اس سنسار میں آیا تھا۔ اُسے بالکل بھلا ہوا! آخر پھر بندھن میں پڑ جائیگا بس اُٹھ جاگ! مہاپرش تجھے بار بار اسی واسطے چیتاونی دیتے ہیں۔ کہ یہ انمول سمے پھر ہاتھ ہرگز آنے کا نہیں ہے۔ چنانچہ سنت کبیر جی فرماتے ہیں۔ ؎

کبیرا یہ من لالچی سمجھے نہیں گنوار
بھجن کرن کو آلسی۔ کھانے کو ہوشیار
یہ تو گت ہی اٹ پٹی یٹ پٹ لکھے نہ کوئے
جو من کی کھٹ پٹ مٹے۔ جھٹ پٹ درشن ہوئے

مرکھو! جس کا من شانت ہے۔ حقیقی تندرست وہی ہے۔ اور من کی شانتی کا اپائے آتمک شانتی ہے۔ آتم وشواش کے ذریعہ

مشکل سے مشکل کام بھی حل ہو سکتے ہیں۔ انسان کی اندریاں ہی اس کی دشمن ہیں۔ اگر سکھ چاہتے ہو۔ تو اندریوں کے غلام نہ بنیں۔ بلکہ اپنی آتما کو من پر قابو پانے اور رکھپر اندریوں کے ذریعہ اپنی پرمارتھی زندگی یا عملی جیون بنانے کا یتن کریں۔ مگر بھائی! یہ کام بہت کٹھن ہے۔ اس لئے ہر حالت میں آتما کے سچے ساتھی پورن گورو کی ضرورت ہے۔ جو صحیح سادھن دے سکیں اُن مہا پرشوں کا یہ ادنے خادم اُس مہا شکتی کی بخشی ہوئی طاقت کا کیا ذکر کرے۔ میرے بزرگو! آپ نے گذشتہ کئی اتہاس بالمیک جی۔ تلسی داس جی کے بہت پڑھے سنے ہوں گے۔ کہ ان کے اندر کس طرح سے آتمک اتی وروحانی شکتی پیدا ہوگئی تھی۔ میں آپ کی سیوا میں ایک بالکل سچا واقعہ اسی عملی زندگی کے بیان میں ظاہر کرتا ہوں۔ کہ ایک اتیاچاری اور کُوکرمی جیو کو کس طرح معمولی ست سنگ اور خاص یکتی سے ایک گیان دان سیٹھ نے راہ راست پر لاکر اُسے ایک عامل بنا دیا۔ سنئے!۔

کچھ عرصہ ہوا کہ ایک سیٹھ دہلی کے اسٹیشن پر ٹکٹ گھر کے پاس ٹکٹ لینے کے لئے کھڑا بابو جی سے کہہ رہا تھا۔ ''مجھے جلدی سیکنڈ کلاس ایک ٹکٹ بمبئی کا دیجئے۔'' اس سیٹھ نے اپنے گھر بمبئی کو واپس جانا تھا۔ اب ٹکٹ گھر کے پاس ہی ایک بُرے وچاروں والا آدمی یعنی ایک ٹھگ بھی کسی تاک میں تھا۔ اس نے جب سیٹھ کو دیکھا۔ بُرے بھاؤں سے اس کو ٹھگنے کا نشانہ بنا کر وہ بھی نقلی سیٹھ بن جاتا ہے۔ اور وہ دوسرے درجہ کا بمبئی ہی کا ٹکٹ خرید کر لیتا ہے حالانکہ بمبئی جانے کا اس کو کوئی کشیہ ہی نہیں تھا۔ وہ تو راستہ میں ہی بُرے وچاروں کا جال بچھا کر اُس سیٹھ کو لوٹنے کا پروگرام بنا چکا تھا۔ لہٰذا پلیٹ فارم پر پہونچ گیا اور جس ڈبہ میں وہ سیٹھ سوار تھا۔ اسی میں یہ

بھی جا گھسا - قدرت نے بھی اُس کی کچھ مدد کی - کہ گاڑی کے چلنے تک ڈبہ مذکورہ میں مزید کوئی مسافر نہ آیا - بہر حال یہی دونوں مسافر ہی تھے - نیز سیٹھ چونکہ پرمارتھی خیالات کا تھا - اُس نے اپنے نرمل ہردے سے ساتھی مسافر کی چال ڈھال کو اچھی طرح سے پرکھ لیا -

اب ادھر نقلی سیٹھ اپنے پروگرام کی اسکیم تیار کر رہا ہے - اُدھر دوسرے پرمارتھی خیالات کا سیٹھ بھی اپنے دل میں یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ اس جیو کا کسی خاص یکتی سے ہی کلیان کرنا چاہیئے - اور اپنی بھی حفاظت کر لینی چاہیئے - قصہ کوتاہ! رات کو دونوں نے اپنے اپنے بستر لگائے پھر سیٹھ صاحب نے کوٹ کی جیب سے دو قیمتی لال نکال کر اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھے تاکہ وہ نقلی سیٹھ یعنی چور تیکھی نگاہ سے اکفیں دیکھ لے - چنانچہ پھر کچھ لمحہ بعد اس نے وہ لال پھر اپنی جیب میں رکھ لیئے - اس کے بعد وہ پرمارتھی سیٹھ پیشاب کرنے کے بہانے سنڈاس یعنی ٹٹی گھر میں چلا گیا - ٹھگ دل میں خوب خوش ہوتا ہے - کہ آج کا شکار اچھی مالدار آسامی ہے - لہٰذا یہ تمام مال اب میرا ہی ہو جائے گا - اتنے میں سیٹھ باہر آ کر اپنے بستر پر لیٹ گیا - چور نے اپنے آپ کو ظاہری طور پر یہی دکھلایا - کہ وہ خوب خراٹے کی نیند سو رہا ہے چنانچہ سیٹھ بھی اپنے بستر پر آ کر جب سو گیا - تو چور آہستہ سے اُٹھا - اب چونکہ اس کے من پر یہ بھرم سا پیدا ہو چکا تھا - ممکن ہے کہ سیٹھ مذکورہ نے وہ قیمتی لعل سنڈاس میں ہی نہ چھپا دیئے ہوں - اس لئے وہ پہلے اسی خیال کو لے کر سیدھا ٹٹی گھر کے اندر چلا جاتا ہے اور وہاں خوب جانچ پڑتال کرتا ہے - آخر پوری تسلی کر چکنے کے بعد باہر آ جاتا ہے - ادھر سیٹھ نے بھی اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق وہ دونوں لعل بمعہ دیگر کل قیمتی اشیاء نقدی وغیرہ اس چور سیٹھ کے بستر میں چھپا دیئے تھے - اور سیٹھ بے آرام کی نیند میں سو رہا تھا - آخر جب وہ تھک ہار کر آیا تو اس نے

پہلے تو سیٹھ کے گہری نیند میں سونے کا اطمینان کر کے پھر اُس کے تمام جیبوں کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ مگر وہ قیمتی لال جس کی خاص کر وہ کھوج میں تھا۔ دستیاب نہ ہو سکے۔ ہر چند تمام سامان بستر۔ ٹرنک وغیرہ اُس نے سیٹھ کے ٹٹول ڈالے۔ بیچارہ حیران و پریشان ہے۔ کہ اس نے وہ جواہرات کہاں چھپا دیئے ہیں۔ میں نے تو ہر چند پڑتال کی ہے۔ دل میں سوچتا ہے۔ کہ کیا یہ کوئی جادوگر تو نہیں ہے؟

اور اپنی محنت پر بہت افسوس بھی کرتا ہے۔ غرضیکہ تمام رات اُسے اسی تردد میں گذر گئی۔ آخر اتنے میں دن چڑھ آیا۔ ادھر گاڑی تو فراٹے بھرتی برابر اپنی منزل طے کرتی جا رہی تھی۔ صبح جب نمودار ہوئی۔ سیٹھ صاحب خوب گہری نیند سے کر بیدار ہوئے۔ اور رفع حاجت کے لیئے چلے گئے۔ ان کے باہر آنے پر وہ ٹھگ بھی سنڈاس کے اندر چلا گیا۔ اب چور کے دل میں ہوس بہت تھی۔ کہ مال تو ضرور ہی اس شخص کے پاس ہے۔ ممکن ہو اس کی چالاکی نے مجھے دھوکا دیا ہو۔

لہٰذا اچھا! ٹکٹ کے دام تو خرچ ہو ہی چکے ہیں۔ آج رات بھر پوری پوری کوشش کی جائے۔ آخر یہ شکار مجھ جیسے مکار سے بچ کر کہاں جائیگا ایسی دلیلوں میں ڈوبا ہوا وہ باہر اپنے بستر پر آگیا۔ لیکن اسی دوران میں پورنماشی سیٹھ نے اپنے تمام مال کو گذشتہ رات جو دوسرے کے بستر میں رکھا تھا۔ ہوشیاری سے باہر نکال لیا۔ جب چور آکر بیٹھ جاتا ہے چونکہ سیٹھ نے تو ابھی مزید ایک رات کا سفر طے کرنا تھا۔ پس اس نے پھر وہی دونوں لعل جیب میں سے باہر نکالے اور بڑے اطمینان سے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ سورج کی کرنوں کے سامنے رومال سے صاف کرنے لگا۔ جونہی چور نے پھر وہی لعل دیکھے۔ حیران و ششدر رہ گیا تھا۔ وہ اپنے آپ پر لعنت و ملامت کرتا ہے۔ کہ عجیب معاملہ ہے۔ میں نے تو اس

کے کوٹ و دیگر تمام سامان تلک کی بھی تلاشی لے لی تھی۔ آخر یہ ماجرا کیا ہے؟ یہ شخص واقعی کوئی چالاک معلوم ہوتا ہے۔ جو کہ مجھ جیسے مکار کو بھی دھوکا دے گیا۔ بہر حال مجھے آج کی رات اسکی پوری پوری کھوج کرنا لازمی امر ہے کہ یہ جواہرات رات کو کس جگہ چھپا دیتا ہے۔ ممکن ہے کہ مجھے ہی غلطی لگ گئی ہو۔ سو آج رات کو تو میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ سیٹھ کا مطلب بھی تو لعل کی جھلک دکھلانے کا ہی تھا۔ آخر رات کو پھر سوتے وقت حسب معمول سیٹھ نے وہی عمل کیا۔ پہلے چور کو وہ قیمتی جواہرات دکھلا کر جیب میں رکھے۔ پھر غسل خانہ میں چلا گیا۔ بعد ازیں باہر آ کر پھر ویسے ہی انکیں دوسرے بستر کے نیچے چھپا دیئے۔

غرضیکہ چور دو بارہ اپنی کوشش اسی طرح سے بلکہ پوری تندہی سے کرتا رہا۔

چونکہ اس کی سُرت ہی اس طرف پیوست تھی۔ یا اُس کے من میں صرف اسی بات کا ہی جن سوار تھا۔ کہ یہ جواہرات آخر ادھر اُدھر کہیں غسل خانہ یا سنڈاس میں چھپا دیتا ہے۔ بہر حال آج تو میں نے ہر ممکن طریقہ سے ہی حاصل کر لینا ہے۔ قصہ کوتاہ! چور نے سنڈاس یعنی ٹٹی گھر کی انچ انچ زمین کی تلاشی کر لی۔ غسل خانہ میں بھی ہر چند گوہر مقصود کو پانے کی تمام کوشش کری۔ مگر مراد بر نہ آئی۔ وہ اس دھن کو پانے کی خاطر ہر جائز و ناجائز ہتھیار برتنے پر بھی تیار ہو چکا تھا۔ لہٰذا پھر اُس نے باہر آ کر اپنی کوشش جاری رکھی آخر تمام رات اسی تردد میں اپنے پر پشیماں ہوتا رہا۔ ناچار تھک چور کر بستر پر لیٹ جاتا ہے۔ چونکہ گاڑی ہوا سے باتیں کرتی۔ اور بیسوں سٹیشنوں کو چھوڑتی ہوئی پوری تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ اس کے دل میں طرح طرح کے خیالات آتے ہیں ... کا ... اپنے کرم اندیشوں کے زور سے اُسے ایک مزید برافعل

کرنے پر آمادہ کر رہا ہے۔ بار بار اپنی محنت کو رائیگاں دیکھ کر اس قیمتی مال کو نہ پانے سے نہایت ہی دکھی ہو جاتا ہے۔ اور یکدم اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ سیٹھ کو گہری نیند میں سوتے دیکھ کر خود دکھی حالت میں اپنے غم کو غلط کرنے واپنی مایوسی اور شکست کا بدلہ لینے کے لئے سیٹھ کو گاڑی سے باہر پھینکنے کا ایک بھیانک خیال کرتا ہے۔ مگر نہیں! قدرت کو ایسا منظور نہیں تھا۔ سو اسی وقت اس کی آتما یا ضمیر نے آواز دی "کہ تیری قسمت میں اگر وہ قیمتی لعل یا جواہرات ہوتے تو جب کل حالات بھی تیرے ساتھی بنے رہے۔ جیسے کہ اس ڈبہ میں جب کہ ابھی تک کوئی تیسرا مسافر بھی نہیں آیا۔ بار بار تو جواہرات کو ان آنکھوں سے بھی دیکھتا رہا۔ اور کل حالات سازگار ہونے کے بعد بھی جب تو نے پوری پوری محنت یا پرشارتھ بھی کر لیا ہے۔ پھر بھی تجھے ابھی ہوش نہیں آئی؟ آخر اس بچارے کو ختم کر کے تیرے ہاتھ کیا آئے گا جب تیری قسمت میں ہی یہ لعل نہیں تھے۔ تو پھر کیوں اسے موت کے گھاٹ اُتارا جائے" اور اس بڑے کرم کی سزا بھی اوشیہ ہی تجھے بھوگنی پڑے۔

بس! چونکہ اس کی بدھی نے بھی اس وقت اپنی آتما کی آواز پر عمل کیا۔ اور وہ اپنے شریر کو پھر بستر پر دراز کر لیتا ہے۔ دل میں اپنی پرمارتھی سیٹھ کو بیسیوں دفعہ آفریں کہتا ہے۔ "کہ واقعی بھائی! تو بھی ایک بڑا چالاک اور ہوشیار آدمی ہے۔ جو کہ مجھ جیسے نامی ٹھگ سے بھی بالکل صاف صاف بچ نکلا۔ بس اُدھر دن کی پو پھٹنے لگی۔ اور گاڑی بھی اپنی منزل طے کر چکی تھی۔ اور بمبئی اسٹیشن کے نزدیک آ چکی تھی جب معمول سیٹھ نے پھر وہ لعل جیب سے نکالے۔ اور صاف کر کے اس چور کے دل میں مزید یقین کرا دیا۔

یعنی چور کے دل میں اس بات کا نشچہ ہو گیا۔ کہ یہ کوئی فرشتہ روپ انسان ہے۔ بس جلدی سے اپنا بستر لپیٹ کر اترنے کی تیاری کرنے لگا

سیٹھ اپنا ساز و سامان بھی باندھ چکا تھا - اتنے میں گاڑی اسٹیشن وکٹوریہ ٹرمینس (بمبئی) پر آکر رک گئی - اور گہما گہم شروع ہو گئی - ہر کوئی لمبے سفر کی تھکان کو دور کرنے کی خاطر جلد از جلد اپنے گھر پہونچنے کے لئے بیتاب نظر آتا تھا - لہٰذا ہمارے یہ دونوں ہیرو بھی اپنا اپنا سامان باہر نکال - پلیٹ فارم سے باہر آ گئے - سیٹھ صاحب تو اپنی موٹر پر سوار ہو گئے - اور یہ نقلی سیٹھ یعنی ٹھگ بھی پشیمانی کی حالت میں سر نیچا کئے چہرے پر مُردنی چھائے کسی ہوٹل کا رُخ کرنے کی خاطر تانگہ گاڑی کی طرف متوجہ ہوا مگر اچانک سیٹھ صاحب نے اُسے آواز لگائی - اور اپنے پاس بلایا -

اُن کی آپس میں کیا بات چیت ہوئی - ذیل میں درج ہے -

سیٹھ: سچ سچ بتاؤ! - آخر تم کون ہو - اور کس مقصد کے لئے بمبئی آئے ہو جس وقت چور نے یہ الفاظ سُنے - گویا اُس پر ایک بجلی سی گر پڑی وہ تو پہلے ہی بہت شرمندہ تھا - مگر اس بات سے تو مزید گھبرا گیا - کہ واقعی یہ کوئی جوتشی ہے - جو کہ شاید میری تمام کارگزاری کو دیکھتا رہا ہے - چنانچہ بہت سٹ پٹایا - اور منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی - ع چور کی داڑھی میں تنکا - آخر اس کا رویہ دیکھ کر سیٹھ صاحب مزید ڈانٹ دیتے ہیں - اور حوالہ پولیس کی دھمکی بھی دیتے ہیں - آخر چور یوں گویا ہوا

ٹھگ: - دگر گڑا کر سیٹھ کے پاؤں پڑتا ہے - اور آنسو پونچھتے ہوئے کہتا (ہے) گستاخی معاف میری جان بخشی کی جائے! میں نہایت گنہگار ہوں! اور اپنے قصور کی معافی چاہتا ہوں - آپ میرے گرو ہیں جب ایشور کیلئے کشما کر دیں - لہٰذا آئندہ کے لئے توبہ کرتے ہوئے اس نے شروع سے لے کر آخر تک دوران سفر کی تمام کارروائی اور اپنی مراد بر نہ آنے پر مزید شرمندگی اُٹھانے کی کل حقیقت ظاہر کر کے بڑی عاجزی سے معافی مانگنے لگا - سیٹھ جو کہ پرمارتھی وچار والا تھا - اس نے شروع سے تاڑ لیا ہوا تھا

وہ اُسے راہ راست پر لگانا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے پھر سوال کیا۔

سیٹھ:۔ یہ تو بتلاؤ۔ کہ چوری یا ٹھگی کس خاطر کرتے ہو۔ اگر تم یہ سمجھا کہ میں اپنے بال بچوں کی خاطر ہی ایسا کرم کرتا ہوں۔ تو اچھی طرح کان کھول کر سن لو ان کرموں کی سزا صرف تجھے ہی ملتی ہے۔ سرکار تم کو ہی گرفت میں لا کر جیل میں ٹھونس دے گی۔ یا آخر مرنے کے وقت پھر خدا کی طرف سے بھی پورا پورا انصاف ہوگا۔ اور تجھے بار بار نیچ جونیوں کا شکار ہونا پڑے گا۔

یہ نیچ کرم کرنا چھوڑ دو۔ ایشور نے تمہیں ہاتھ پاؤں مشقت کے لئے دیئے ہیں پہلے اس کا بھجن کرو۔ پھر سچائی اور نیکی کے راستہ پر چل کر نیک کمائی کے ذریعہ محنت مزدوری کر کے پیٹ کا دھندا چلاؤ۔ تا کہ یہ پاپ کی کمائی مزمایا اکٹھی کرتے جاؤ۔ یہ تو بھائی! تیرے اس جیون کو بھی گندا کر رہی ہے۔ بلکہ تو تو ایسے نیچ کرم کر کے پھر آئندہ اپنی آتما کو بار بار جنم مرن کے بندھن اور اسے کئی قسم کی ٹیڑھی یونیوں میں پھنسانے کا کام کر رہا ہے۔ یاد رکھ! تیری اس پاپ کی کمائی پر جو یہاں حصہ بانٹتے ہیں۔ ان میں سے مصیبت کے وقت تیرا کوئی بھی ساتھی نہیں بنے گا۔ جرم دار تو ہے۔ اس لئے پاپ کرم تیرے ہی ساتھ جائیں گے۔ بس تیرا یہ لوک اور پرلوک دونوں ہی بگڑ جائیں گے۔ اب بھی وقت ہے۔ سنبھل جا۔ وگرنہ تو کہیں بھی منہ اجلا نہیں کر سکے گا۔ بار بار چوراسی لاکھ کے چکر میں آتا رہے گا۔ اس لئے میری یہ نصیحت ہے۔ کہ یہ تمام کاروائی سے تو اب سبق حاصل کر۔ اور برائی کا راستہ چھوڑ۔ نیکی کا راستہ اختیار کر لے۔

پربھو پریمیو! سچ مانیں ٹھگ کے ہردے میں یہ الفاظ ایک تیر سے لگے کچھ تو وہ پہلے ہی اپنی آہنگتا بھاؤ کو تیاگ کر اس سیٹھ کو اپنا گورو مان چکا تھا۔ لہٰذا اس معمولی ست سنگ نے اس کی آنکھیں کھول دیں۔ اس کے من نے سچی بات کو سمجھ لیا۔ پھر سیٹھ کے پاؤں پکڑ کر بین کیا۔ کہ آپ میرے سچے گورو ہیں

آپ نے مجھے ایک ایسا راستہ دکھلایا۔ جس سے میں اندھکار سے نکل آیا ہوں۔ اب میں آپ کی ایک ایک بات کو اچھی طرح سمجھ چکا ہوں۔ آپ مجھے معاف فرمادیں میں آئیندہ اپنی زندگی سُدھارنے کی پوری پوری کوشش کروں گا۔" چونکہ سیٹھ صاحب نے تو اُسے اچھا راستہ دکھلانا مقصود تھا۔ مگر ابھی ایک اندیشہ یا بھرم اُس چور کے من میں تھا۔ سو اس نے پھر کہا۔

"حضور! میرے پیچھے پھر مجھ پہ ایک بھید اور کرپا کرکے کھولنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ آخر یہ بھی میرے من میں ہر وقت ایک چبھن سی کرتا رہے گا۔ لہٰذا عرض یہ ہے۔ مجھے یہ تو بتلادیں۔ کہ وہ لعل آخر آپ کس جگہ چھپا دیا کرتے تھے۔ حالانکہ میں نے اپنی طرف سے کھوج کرنے کی کوشش میں کوئی کسر تک نہیں اُٹھا رکھی۔ جبکہ آپ کے سامان آپ کی جیبوں حتیٰ کہ ٹی گھر کے ذرہ ذرہ کی تلاشی لے ڈالی۔ مگر پھر بھی آپ صبح تک وہی لعل انہیں جیبوں میں سے نکالتے رہے۔ یہ کیا مزید بھید تھا۔؟

آخر سیٹھ نے اس کی اگیانتا کو دیکھا۔ اور اُسے نادان سمجھ کر معاف کر دیا۔ پھر اُن ٹھگ کو تمام حقیقت ظاہر کردی۔ کہ میں کس طرح سے لعل تمہارے اپنے بستر کے اندر ہی رکھتا رہا۔ چونکہ تم کو تو اُسی چیز کی تڑپ تھی۔ اور تجھے اپنے بستر میں یہ جواہرات ہونے کا گمان تک بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ تو ادھر اُدھر ٹکریں مارتا رہا۔ مگر یاد رکھ! میں نے یہ کارروائی تیرے اوپر صرف بھرم ڈالنے کے لئے ہی کی تھی۔ وہ جو کہ کبھی لعل نکال کر تجھے ان کی جھلک دکھلاتا رہا۔ اور کبھی پھر سے اُسی میں جاکر تیری نظروں میں وہ وہاں پر ہی چھپاتا رہا۔ آخر میرا مقصد تھا اپنے مال کو کسی خاص ڈھنگ سے ہی بچا لینا تھا۔ ہاں! تجھے تو ہرگز اپنے بستر میں یہ چیز ہونے کا خیال تک بھی نہیں آ سکتا تھا۔ بس! دیکھ میں نے کس طرح سے یہ جواہرات بھی بچا لئے ہیں۔ یاد رکھ! جن کی پیر [illegible] ہر حالت میں اس کی حفاظت

کا بھی سامان پیدا کر دیتا ہے۔ اس لیے پھر تمہیں بار بار چیتاونی دیتا ہوں۔ کہ ایشور سے ہر وقت ڈر۔ وہ سروویاپک ہے۔ ہر ایک کے اندر براجمان ہے۔ اس لئے خود سچائی کی طرف فوراً چلنا شروع کر دے پھر قدرت تیرا پورا پورا ساتھ دے گی۔

چور نے جب یہ اپدیش گیان کی باتیں اپنے کانوں سنیں۔ تو تھر تھر کانپ کر سیٹھ جی کو ایشور اوتار سمجھ کر زار زار روتا ہے۔ اور دونوں ہاتھ اور اپنا سر سیٹھ کے چرنوں پر رکھتے ہوئے رخصت چاہتا ہے۔ اور جاتے ہوئے پھر اس نے یہ الفاظ کہے۔

"آپ تو میرے لئے ایک دیوتا سمان ہیں۔ جن کی صحبت اور سنگت نے میری کایا ہی بالکل پلٹ دی ہے۔ بس! میں خود بھی اور دوسرے تمام دوستوں کو بھی آپ کا ہی اپدیش دیتا رہوں گا۔ اور ان کو اس برے اور نیچ کرم سے ہٹانے کی کوشش کروں گا۔ آپ کا احسان تا زندگی ہرگز نہیں بھولوں گا۔
آخر سیٹھ جی نے اسے آشیرواد دے کر اپنے فرض اور دھرم پر قائم رہنے کی تلقین کی۔ اور خود موٹر پر سوار ہو کر چلے گئے۔

میرے بزرگو! یہ ایک سچا واقعہ ہے۔ چاہے آپ اسے ایک افسانہ یا کہانی ہی سمجھ لیں۔ مگر میرا مقصد اس درشٹانت دینے سے آپ کی توجہ کو اپنے اصلی مضمون کی طرف لے جانا ہے۔ آپ نے بالمیک جی، سنت تلسی داس جی کے جیون کے تمام حالات تو اکثر پڑھے ہی ہوں گے۔ کہ جب اچھے سنسکار ابھرنے شروع ہونے لگتے ہیں۔ تو قدرت کی طرف سے بھی کوئی نہ کوئی ذریعہ اس گھور اندھیرے میں پڑے جیو کو باہر نکالنے کا بن جاتا ہے۔

"اس مثال کو آپ اچھی طرح سے پڑھ لیں اور اس کے

اندرونی بھاوؤں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ کہ مندرجہ بالا تمام

ڈرامہ سے اس چور کے گیان نیتر کس پرکار کھل گئے۔ ہم جانیں۔ اس کے اچھے سنسکار چونکہ ہلہ آئے تھے۔ سو گیا تو ان نیکوں کی سنگت سے اس کے من کے اندر کے کپاٹ کھل گئے۔ اسے سوائے ایشور کے کوئی دوسری چیز ہی نظر نہ آنے لگی۔ اور اس طرح اسے اپنے آپ کی پرکھ ہو جانے سے وہ مکتی کے راستہ پر گامزن ہو گیا۔ اور دھیرے دھیرے اسی نتیجہ میں اس نے اپنی زندگی کو ایک عالی جیون میں تبدیل کر لیا۔ اسی طرح اے انسان! تو اس کہانی سے ذرا اپنے آپ کی پرکھ کر۔ خیال رہے۔ کہ مہارشی کوئی نہ کوئی لیلا ایسی کرتے رہتے ہیں۔ وہ کوئی نہ کوئی رچنا صرف ہمارے دکھیا جیووں کے اُدھار ہی کی خاطر ہی رچا دیتے ہیں۔ اور اپنے امرت روپی وچنوں کے ست سنگ سے ہی ہمیں بار بار چیتاونی دیتے ہیں۔ کہ اے دکھیا جیو اپنے اصلی فرض کو پہچانو! ان سنساری پدارتھوں کو ہی اپنا مت نہ جانو! یہ تو سب ناشوان پدارتھ ہیں مایا روپی ٹھگنی آپ کے من کو ہر وقت ٹھگ رہی ہے۔ اس پر پھر ترشنا روپی ڈائن بھی آپ کو خواہ مخواہ اس سنسار میں واپس لاتی رہے گی۔ اور آپ اپنے برے کرموں کا پھل بھگتنے کے لیے اور تبھی ٹیڑھی جونیوں کا شکار بنتے جائیں گے۔ گو آپ ان سنساری چیزوں) میں سکھ کی تلاش کرتے ہیں۔ ادھر اُدھر بھٹکتے پھرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی بہت کچھ بھٹکنے کے بعد آپ کو مکمل شانتی یا اصل سکھ کی پراپتی نہیں ہوتی۔ وجہ صرف یہی ہے کہ آپ کی سُرت ان مختلف چیزوں پر پیوست ہے۔ آپ کے من کی دھارا ان جھوٹی چیزوں میں اٹکی ہوئی ہے

آؤ ذرا پھر اسی گزشتہ کہانی سے اپنی حالت کا مقابلہ کریں۔ آخر سکھ تو صرف اپنے اندر ہے۔ انسان کو اصل چیز جو سکھ اور شانتی دے سکتی ہے [illegible] وہ تو اس پربھو اور رام کا سچا نام ہی ہے [illegible]

ہے۔ جو کہ اس کے اپنے اندر گپت روپ میں موجود ہے پرماتما کی انش آتما کی نرالی جوت ہر وقت انسان کے اندر اپنا جلوہ دکھلا رہی ہے۔ مگر چونکہ انسان ادھر اُدھر بھٹکتا رہتا ہے۔ اس کا من چونکہ چنچل ہے۔ اور یہ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار جیسے پانچ چوروں کا ساتھی اس شریر کو اِدھر اُدھر گھماتا رہتا ہے۔

بدیں وجہ انسان دکھی ہوتا رہتا ہے۔ اور اس کی آتما پھر بار بار جنم مرن کے بندھن میں گرفتار ہو جاتی ہے۔

پرکھیو! آتما کے ساکشات درشنوں سے آپ کو مکمل راحت نصیب ہو سکتی ہے۔ آپ کی آتما بالکل شانت شدھ بن سکتی ہے۔ مگر اس کے لیے سادھنا کی ضرورت ہے۔ عملی زندگی بنانے کی اوشکتا ہے۔ جب انسان خود عامل نہیں بنتا۔ وہ اپنے من کی مستی میں وقت ضائع کرتا رہتا ہے۔ لہٰذا وہ جیو کبھی بھی اس لوک اور پرلوک میں سکھی نہیں رہ سکتا۔ پس جیو کو اپنے آپ کو پرکھنے کی ضرورت ہے۔ واستو میں یہ انسان کیا ہی رکھتا ہے۔ یہ اس پرماتما کی اصلی شکتی آتما سروویاپک ہر شریر کے اندر براجمان ہے۔ لیکن یہ نادانی کے کارن ہی اپنے اندر سے اصل دھن کو چھوڑ اس کی کھوج باہر کرتے ہوئے ادھر اُدھر اپنی من مستی سادھو کرتا رہتا ہے۔ اور خود خواہ مخواہ اندھیرے میں ہی ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے۔ جیسے کہ وہ ٹھگ اپنے گھر کو چھوڑ دوسرے کی تلاشی تو لیتا رہا۔ اور بہت کوشش کی۔ مگر دھن حاصل نہ ہو سکی۔ اگر وہ اپنے بستر کے اندر ہی کھوج کر لیتا۔ تو ضرور ہی ملتا۔ اُسے دھن ہاتھ لگ جاتا۔

غرض:۔ میرا مطلب اس قیمتی مال یعنی جواہرات سے آپ لوگوں کا دل لبھانا نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو صرف ایک مثال کا قصہ ہے۔ جس سے ہم ہر طرح سے اپنے مطلب کو حل کرنا ہے۔ جیسے ایک بچہ کو مشکل تر سوال حل کرنے

کے لیئے ایک مثال کھڑی کی جاتی ہے ۔ ہمیں بھی ٹھیک اسی طرح سے ایک سادھرن درشٹانت کے بھاوؤں پر وچار کرنا چاہیئے ۔ پرمارتھی جیو! اس کے بھاؤ کو جان گئے ہوں گے ۔ کہ اس اصل وستو کی کھوج جس کے لئے ہم سنساری جیو ادھر اُدھر بھٹکتے رہتے ہیں ۔

دراصل اس میں کسی کا کوئی قصور بھی نہیں ہے ۔ اگیانتا کارن ہی جب سنساری جیو اصل طریقہ سے ناواقف ہیں ۔ ان کے من پر بھرموں کا جال اس طرح سے پھیلایا ہوا ہوتا ہے ۔ جس کارن وہ کئی پرکار کے ادھر اُدھر کے سادھن کرنے پر بھی اپنے مقصد سے محروم رہ جاتے ہیں ۔ اور اپنا قیمتی وقت اور محنت ضائع کرتے ہوئے آواگون میں گرتے رہتے ہیں ۔

لیکن پریمیو! ان عمل جیوؤں کے گذشتہ اتہاس اگر ہم پڑھیں ۔ جنہوں نے اپنی ہستی تک کو کس طرح سے ختم کر کے آہنگ بھاؤ کی ایک انش تک بھی اپنے من میں نہ رکھتے ہوئے پورن گورو کے بتلائے ہوئے مارگ پر چلتے چلتے وہ بھی وستو پراپت کری ۔ وہ گیان شرعا حاصل کر کے اپنی آتما کے ساکشات درشن پا لیئے ۔ اب جہاں وہ خود سنتشٹ بن گئے ۔ ساتھ ہی اپنی آتما کی ستا بھی اور پوترتا ہو جانے کے کارن وہ دوسرے کئی ایک اگیانی جیووں کے لیئے بھی ایک کھلا راستہ دکھلا گئے ۔ اس طرح سے انھوں نے اپنا تمام جیون کھیل کرتے ہوئے لوک کو بھی سنوار لیا ۔ ان کا نام ہمیشہ کے لیئے اس دنیا میں زندہ رہ گیا ۔ اور پھر پرلوک میں عزت اور مان حاصل کیا ۔

سو اے انسان! یہ ناچیز ہستی اس پربھو کی سمجھ خاک کا ایک ذرہ اور اپنے ان سچے گورو مہاراج جی کا ایک ادنیٰ سیوک آپ [illegible]

بندوں سے [illegible]

شکتی انہیں کی ہے۔ میں تو محض ایک ذریعہ بنا ہوں۔ مہاپرشوں کی بانیاں بار بار ہمیں اس روشنی کی طرف لے جاتی ہیں۔ وہ ہمیں بھرموں کے جال کو توڑنے کے لئے صرف ایک ہی اشارہ کرتی ہیں۔ جیسے کہ پہلے بیان کر چکا ہوں۔ الفاظ خدا اور جدا میں صرف ایک ہی نقطہ کا فرق ہے۔ لیکن اس ایک نقطے کے ہیر پھیر میں مطلب بہت دور کا فرق پڑ گیا ہے۔ بعین ہی بھائی! اس کٹھن اور نہایت مشکل منزل کو عبور کرنے کے لئے بھی صرف ایک اشارہ کی ہی ضرورت ہے۔ وہ بھرم کا تالا جلدی ہی کھل سکتا ہے۔ جیسے مہاپرش فرماتے ہیں

جب تک بندہ سمجھے من میں آپ وہ سب کچھ کرتا ہے
تب تک دل میں چین نہ آئے۔ پڑا کرتا ہے اور مرتا ہے
جب تک بندہ سمجھے من میں کام مجھی سے چلتا ہے
پھیر میں جینے مرنے کے وہ۔ جونیں روز بدلتا ہے
جب تک بندہ سمجھے من میں۔ بیری ہے یہ بیر ہے وہ
اس کے من میں چین نہ آئے۔ چنچل ہے یہ دلگیر ہے وہ
جب تک بندہ دھن دولت کی۔ مستی میں غرقاب رہے
اس پہ دھرمی راج کا۔ پھر غصہ قہر عتاب رہے
رب کی رحمت جب بھی ہوگی۔ سارے بندھن ٹوٹیں گے
نانک ست گور کی کرپا ہو تو۔ مان تکبر چھوٹیں گے

تو دیکھو! اس بانی میں بھی بالکل وہی جھلک صاف صاف نظر آتی ہے کہ جب تک اگیانی جیو کے من کی میل کو دھونے کے لئے اسے پورن گورو کی شرن نصیب نہ ہوگی۔ وہ اس کے من کی پلیتیا کو صاف کرنے کے لئے ایک سچے نام کا صابن روپی سادھن اور ست سنگ روپی امرت جل مہیا نہیں کرتا۔ جب تک اس کا من مایا میں رنگے ہوئے ایک نہایت

دکھیا سنساری پدارتھوں کے راگ و دویش کی بھٹی میں ہر وقت غلطاں جیو کے بھرموں کا تالا نہیں کھل سکتا۔ کیونکہ اُس سچے پورن پتا پرماتما نے اس سنسار کی ساری رچنا رچ کر پھر آخر اُس بندھن کے چھٹکارا پانے کی چابی بھی وقت کے ست گورو کو دیدی ہی اور یہ حکم خصوصی سے مکمل اختیارات لے کر ہی اس سنسار میں صرف اسی خاطر ہی اوتار دھارن کرتے رہیں۔ جب وقت انسان کو ان سب چیزوں کی پراپتی ہو جاتی ہے۔ تو پھر اُسے اس مارگ پر چلتے ہوئے قدم بقدم ان کی رہبری کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ لہٰذا جیو ان کے بتلائے ہوئے راستہ کے مطابق ان کی پوتر جوت کو ہر وقت اپنے ہردے میں نواس کرتا ہوا ہر گھٹ میں اُن کی موج کو ہی سمجھتا رہتا ہے۔ اس طرح سے پھر وہ جیو اس منزل پر آپہونچتا ہے۔ جسے مہاپرشوں نے عملی جیون یا عملی زندگی کا نام بخشتا ہے۔

پھر وہ منزل جس کی تلاش میں وہ نکلا تھا۔ وقت کے ست گورو اُسے انگ سنگ لے جا کر اپنے ساتھ ملا لیتے ہیں۔ جہاں پہونچ کر جیو وہ طرح طرح کے نظارے دیکھتا ہے۔ ایسی سندر اور منوہر آوازیں سنتا ہے جسے چھوڑ کر پھر وہ جھوٹی مایا میں اپنا دل نہیں پھنساتا۔ سنت کبیر جی فرماتے ہیں۔

اس گھٹ اندر باغ بغیچے
اس گھٹ اندر سات سمندر
اس گھٹ اندر پارس موتی
[illegible] اندر انہد گرجے
کہت کبیر سنو بھائی سادھو

اسی میں سرجن ہارا
اسی میں نو لکھ تارا
اسی میں پرکھن ہارا
اس میں اُٹھت پھوارہ
اسی میں سائیں ہمارا

جس وقت ابھیاسی اس منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ تو پھر سنسار میں ہر کام کرتے وقت بھی اس میں وہی رس اور آنند پاتا ہے۔ اُسے سوائے اُس پربھو کی جھلک اور جیوتی کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ عام سنساری خیالات کی نظروں میں تو وہ دنیا کے وہار کرتا ہے۔ مگر اصل میں چونکہ اس کے اندرونی دروا نیتر کھل گئے ہوتے ہیں۔ اُسے آتم درشن یعنی پرماتما کا وہ ورات روپ اپنے اندر سے نظر آجاتا ہے اور اُسی پریم اور آنند کے نظارے وہ ہر سوانس سوانس میں اپنے اندر ہی اندر دیکھتا رہتا ہے۔

اس تمام کاروائی میں اُسے اپنے پورن گورو کا ہی ہاتھ دکھائی پڑتا ہے اس طرح سے اس کا لوک نہایت ہی سکھی حالت میں گذرتا ہے اور پرلوک میں بھی عزت اور مان حاصل کر لیتا ہے۔

ست گورو بھیٹے پوری ہوئے جگت
اہسندیاں۔ کھلندیاں۔ پونڈیاں۔ کھیوندیاں وچ ہوو مکت

پربھو پریمیو! اب آخر میں آپ سب پاٹھکوں سے دونوں ہاتھ باندھ کر کشما چاہتا ہوں کہ اس پستک میں جو بہت سی خامیاں رہ گئی ہیں۔ آپ مجھے اپنا ایک انجان سیوک جان کر معاف فرما دیں۔ آخر انسان ہی تو غلطی کا پتلا ہے سو آپ سے اب رخصت چاہتا ہوں۔

ہاں! آپ سجنوں کا پریم اتھوا مانگ اور کشش نے اگر مجھے پھر کبھی اتساہ دیا تو ست گورو جی کے چرن کملوں کا یہ خادم اور آپ سب کا داس اس سچے نام کی مہماں اور ست کے سنگ کی پرنالی کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کریگا۔

سماپتم

ادم شانتی۔ شانتی۔ ہری اوم

گیت

ٹیک :- ایسی کرکرپا بھگوان میرا من کدے وی ڈولے نہ میرا من ...... ٢ بار

تیری بھگتی سدا کماوے۔ مایا دے وَل کدی نہ جاوے
سچے ہیرے موتی چھڈ کے۔ منوا خاک نوں رولے نہ

ٹیک :- ایسی کرکرپا بھگوان میرا من کدے وی ڈولے نہ میرا من ...... ٢ بار

مایا پل پل وچ ڈراوے۔ کال۔ کرال توں جی گھبراوے
سُندر روپ تیرا اکھیاں توں ہووے۔ کدے وی اُوہلے نہ

ٹیک :- ایسی کرکرپا بھگوان میرا من کدے وی ڈولے نہ میرا من ...... ٢ بار

میرا جیوہ ہنس بن جاوے۔ سچے موتی چن چن کھاوے
وِشے دکاراں والی گندگی۔ کوّے وانگ پھرولے نہ

ٹیک :- ایسی کرکرپا بھگوان میرا من کدے وی ڈولے نہ۔ میرا من ...... ٢ بار

داسن داس دے سنگو رسائیں۔ ڈولن کو نوں پربھو بچائیں
بھگتی پریم تیرے دا سودا۔ اے گھٹ کدے وی تولے نہ

ایسی کرکرپا بھگوان میرا من کدے وی ڈولے نہ۔ میرا من ...... ٢ بار

ایسی کرکرپا گورودیو میرا من کدے وی ڈولے نہ۔ میرا من ...... ٢ بار

گیت

ٹیک: شام تیتھوں دور نہیں تیرا ای قصور نہیں دیکھن والی اکھ جیہڑی اوہدے وچ نور نہیں

پر بھولیں دا ڈھنگ نرالا سنیں ذرا کن لا کے او سنیں ذرا کن لا کے او

نسخہ اک تباواں تینوں سنیں ذرا کن لا کے او سنیں ذرا کن لا کے او

بھگتی روپی سرمہ لے کے گیان کھرل وچ پا لئے او گیان کھرل وچ پائے او

پریم دے ڈنڈے نال رگڑ کے خوب باریک بنا لے او خوب باریک بنائے او

ٹیک: شام تیتھوں دور نہیں تیرا ای قصور نہیں دیکھن والی اکھ جیہڑی اوہدے وچ نور نہیں

سمتا روپی لے سلائی سرمہ اکھ وچ پا لے او سرمہ اکھ وچ پائے او

دکھ جاسی اکھیاں دا پانی ہو جاسی اجیالا او ہو جاسی اجیالا او

ٹیک: شام تیتھوں دور نہیں تیرا ای قصور نہیں دیکھن والی اکھ جیہڑی اوہدے وچ نور نہیں

جد ہیں اکھ وچ سرمہ پایا ہو گئی اکھ نورانی او ہو گئی اکھ نورانی او

ڈھونڈ ڈھونڈ کے اندروں پایا سوہنا دلبر جانی او سوہنا ستگور سوامی او

ٹیک: شام تیتھوں دور نہیں تیرا ای قصور نہیں دیکھن والی اکھ جیہڑی اوہدے وچ نور نہیں

شام تیتھوں دور نہیں تیرا ای قصور نہیں دیکھن والی اکھ جیہڑی اوہدے وچ نور نہیں

بھجن

ٹیک :- سکھ دی تلاش اندر پھرد اسنساری بندہ۔ سکھاں دے سوامی دا ہنیں بن بھگتی دا ریہا دھندہ

(۱) ہو کے مان شرتی جا دنے تاں مان پلّے۔ پر نہ چھوڑے اپنا مان ہنکار بندہ

(۲) دنیا دی یاری پچھے ہو یا دیوانہ اے۔ بھگتاں رہتے یار نال گنڈ دا ہنیں یاری بندہ

ٹیک :- سکھ دی تلاش اندر پھر دا سنساری بندہ۔ سکھاں دے سوامی دا ہنیں بن بھگتی آئی بندہ

(۳) مایا دے پچھے دوڑ پیا دسنسار دتا۔ بھلّی گیا دیکھ کے تے کھیل مداری بندہ

(۴) بندھن دے وچ بندہ اے بندھن چھوڑ دے۔ آپن دا سامان کی کوں اُدھاری بندہ

ٹیک :- سکھ دی تلاش اندر پھر سنساری بندہ۔ سکھاں دے سوامی دا ہنیں بن بھگتی آئی بندہ

شبد (چیتاونی)

ٹیک :- چیت چیت ابھی۔ چیت میرے بھائی

راہ سے گمراہ ہو چلیا۔ بھولا پھرے ماند کہاں بسے کہاں بسے۔ کچھ و نہ ٹھکانا۔ چیت چیت...

سنگ ناہیں ساتھی ناہیں۔ کوئی نہ سہائی۔ تاک میں ہیں چور ڈاکو تجھے نہ چیت آئی

سمیا سو پونجی کھویا۔ پونجی کھوتے رہیا۔ پھل پایا آپ برا۔ جیسا بیج بویا چیت چیت...

یہ تو ہنیں تیرا دیش دیش ہے پرانا۔ یہاں سب بیگانے بسیں۔ کوئی نہ یگانا

گورو نے اپدیش دیا۔ اور تجھے چیتایا۔ سنت پنتھ دھار تھیں۔ کٹے موہ مایا۔ چیت چیت...

توڑ پڑی لوٹ لے۔ بچنے دھن اپنا۔ سہہ نکال کرم چوٹ یو دھو من اپنا۔

ستگورو سوامی سنت روپ۔ تیرے ہیں سہائی۔ انکی اور دھیان لگا۔ لے چرن شرنائی چیت...

گمراہ　غیر　بیگانہ　اپنا　دل میں　طرف

پرنام

گوروکو کیجے ڈنڈوت میری کوٹ کوٹ پرنام
کیٹ نہ جانے بھرنگ کوادہ کرلے آپ سمان
گورو مورتی گت چندر ماں سیوک نیّن چکور
اشٹ پہر نرکھت رہوں گورو مورت کی اور
گورو بن مالا پھیرتے۔ گورو بن دیتے دان
گورو بن دان حرام ہے۔ جاتے پوچھو بید پوران
گورو گورو میں بھید ہے۔ گورو گورو میں بھاؤ
سوئی گورو نت بندھیئے۔ جو شبد بتاوے داؤ
گورو گوبند دونوں کھڑے کس کے لاگوں پائے
بلہاری گورو اپنے جن مارگ دیا بتائے

ستگورو تیرے درشن میں تیرا نور نظر آتا ہے
جب سر کو جھکاتا ہوں۔ تو ہی نظر آتا ہے
اوم شانتی۔ شانتی۔ ہری اوم
داسن داس

ایم چمن لعل وید راج
مینجنگ ڈائرکٹر

ڈی۔ ایس۔ بی کیمیکل ورکس رجسٹرڈ
نمبر ۱۰۶۲۵ جھنڈے والا روڈ۔ نئی دہلی

کتاب ملنے کے پتے

۱ پنجابی پستک بھنڈار - دریبہ کلاں - دہلی ۶

۲ سردار پریم سنگھ سچدیو - بک سیلرز - بازار مائی سیواں - امرتسر

۳ میسرز مہر سنگھ اینڈ سنز بک سیلرز ” ” ”

۴ بھائی ہربھجن سنگھ ہرچرن سنگھ بک سیلرز ” ” ”

۵ میسرز گوئل اینڈ کمپنی - دریبہ کلاں - دہلی ۶

۶ میسرز مہر چند اینڈ سنز بک سیلرز - کھاری باولی - دہلی -

۷ دیہاتی پستک بھنڈار - چاوڑی بازار - بالمقابل نئی سڑک دہلی ۶

۸ میسرز این ڈی سہگل اینڈ سنز - فتح پوری - دہلی -

۹ بھائی ہرنام سنگھ سوہن سنگھ - بک سیلرز - ہردوار

۱۰ منشی بہادر چند - بک سیلرز - جموں (کشمیر)

۱۱ میسرز چونی لال ستیش کمار پوری بک سیلرز پونچھ (کشمیر)

۱۲ میسرز گیتا بک سیلرز - بادامی باغ سری نگر (کشمیر)

۱۳ میسرز پریم سنگھ سچدیوا اینڈ سنز بک سیلرز۔ جالندھر

۱۴ میسرز دھنپت رائے اینڈ سنز۔ نزد واڈہ ہوشیارپور جالندھر

۱۵ میسرز جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز۔ دریبہ کلاں دہلی ۶

۱۶ میسرز لاجپت رائے اینڈ سنز۔ اردو بازار۔ دہلی۔

۱۷ میسرز ہربنس لعل بھٹیانی اینڈ سنز سٹیشنرز۔ رام گھاٹ ہردوار

۱۸ بھائی پرتاپ سنگھ پریتم سنگھ بک سیلرز بازار مائی سیوان امرتسر

اس کے علاوہ

اپنے شہر کے مشہور تاجران کتب سے طلب کیجئے

— سول ڈسٹری بیوٹرز —

بی۔ سی۔ پال اینڈ کمپنی رجسٹرڈ

ٹریڈنگ ایجنسی ٹمبر ۱۰۶۲۶ جھنڈے والا روڈ

نئی دہلی

(باہتمام میسرز بی سی پال اینڈ کمپنی پبلشر [illegible] پریس میں چھپکر شائع ہوئی)